ان الله انزل الداء والدواء وجعل لکل داء دواء فتداووا (الحدیث)

اسلام اور میڈیکل مسائل

ترتیب

طلبۂ تخصص فی الفقہ والافتاء والقضاء ۱۴۳۴-۱۴۳۵ھ

زیر سرپرستی

مفتاح العلماء مولانا محمد رحیم الدین انصاری ناظم جامعہ

زیر نگرانی

مولانا مفتی محمد جمال الدین قاسمی صدر مفتی جامعہ

ناشر

شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدرآباد

پہلا ایڈیشن: ۱۴۳۵ھ م ۲۰۱۴ء

نام کتاب	:	اسلام اور میڈیکل مسائل
ترتیب	:	طلبۂ تخصص فی الفقہ والافتاء والقضاء ۱۴۳۵ھ م ۲۰۱۴ء
زیر سرپرستی	:	مفتاح العلماء مولانا محمد رحیم الدین انصاری دامت برکاتہم ناظم جامعہ
زیر نگرانی	:	مولانا مفتی محمد جمال الدین قاسمی صدر مفتی جامعہ
صفحات	:	۴۲۶
قیمت	:	250روپے
ناشر	:	شعبہ نشر واشاعت جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدرآباد
		جامعہ نگر شیورام پلی حیدرآباد500032

ملنے کا پتہ

☆ شعبہ نشر واشاعت جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدرآباد، جامعہ نگر شیورام پلی،
حیدرآباد500032، فون : 24016146 -040

فہرست مضامین

بسم الله الرحمن الرحيم

کلمات بابرکات

مفتاح العلماء مولانا محمد رحیم الدین انصاری صاحب دامت برکاتہم ناظم جامعہ

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ دور اختصاص کا ہے، ہر شعبۂ علم ؛ بلکہ ایک ہی فن کی مختلف شاخوں میں اختصاص قائم ہے، اللہ کا شکر ہے کہ کچھ عرصہ سے مدارس اسلامیہ میں بھی علوم اسلامی میں اختصاص کا سلسلہ جاری ہے، یہ وقت کی ضرورت ہے، ہندوستان اور عالمی سطح پر جو سازشیں سرابھار رہی ہیں، ان کے مقابلہ کے لئے ذی صلاحیت اور با استعداد فضلاء کی ضرورت ہے، جو پوری گہرائی اور گیرائی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے کے اہل ہوں ،اسی پس منظر میں جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد نے مختلف شعبوں میں تخصص کا انتظام کیا ہے، جو بحمد اللہ کامیابی کے ساتھ کام کر رہا ہے۔

جامعہ کے مقاصد میں یہ بھی داخل ہے کہ علم وتحقیق کی سرپرستی کی جائے ،معیاری اور مفید کتابوں کی اشاعت کر کے علم دوست حضرات تک پہونچایا جائے ،اس نقطۂ نظر سے جامعہ نے علمی، تحقیقی اور دستاویزی مجلّے اور کئی نامور شخصیات کی تصنیفات کی اشاعت کی ہے، اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

تخصص فی الفقہ کے طلبہ ہر سال کسی نہ کسی عنوان پر علمی وتحقیقی مقالے لکھتے ہیں، اور

جامعہ کی طرف سے اس کی اشاعت ہوتی ہے، اس طرح کئی مجلّے اب تک شائع ہو چکے ہیں، جسے اہل ذوق نے بہت پسند کیا، اس سال بھی ان طلبہ نے ''**اسلام اور میڈیکل مسائل**'' پر مقالے لکھے ہیں، جن میں مریض، دوا اور ڈاکٹر کے تعلق سے اسلام کے پیش کردہ نظریات وہدایات کو مدلل طور پر سلجھے ہوئے انداز میں پیش کیا گیا ہے، اس سے طلبہ کی نئے مسائل پر گرفت اور شعور وآگہی کا پتہ چلتا ہے، اللہ تعالی ان سب کی صلاحیتوں میں مزید نکھار پیدا فرمائے، آمین

ہم اس پر شعبۂ تخصص فی الفقہ والافتاء کے صدر حضرت مولانا مفتی محمد جمال الدین صاحب قاسمی اور اس میں حصہ لینے والے طلبہ کو بھی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ ان کی یہ خدمت عنداللہ وعندالناس مقبول ہو۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم

۲۹؍رجب المرجب ۱۴۳۵ھ

محمد رحیم الدین انصاری
(ناظم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد)

ابتدائیہ

طب کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی انسان کی تاریخ پرانی ہے، جب سے انسان اس عالم فانی میں آیا اسی وقت سے بیماری بھی اس کے ساتھ لگی ہوئی ہے، کہا جاتا ہے کہ اس علم کی ابتداء وحی والہام سے ہوئی، پھر مشاہدات وتجربات سے اس میں ترقی ہوتی رہی، اوراور آج بھی اس کا سلسلہ جاری ہے، اس طرح انسان کی جسمانی تکالیف کا ازالہ ہوتا ہوا آ رہا ہے۔

معلوم تاریخ کی روشنی میں مؤرخوں نے دعوی کیا ہے کہ فن طب میں جسے شہرت ملی وہ حضرت ادریسؑ کے شاگرد اسقلیبوس ہیں، اس فن میں ان کی خداقت ومہارت کی وجہ ان کو رب الطب کہا جاتا ہے، پھر دوسرا نامور طبیب بقراط گذرا ہے، جس نے طب کو باقاعدہ ایک فن کی شکل دی، اس فن پر کتابیں لکھیں، بدن پر اخلاط اربعہ کے اثر انداز ہونے کا نظریہ پیش کیا، اس نے پہلی بار حفظان صحت، آب وہوا اور غذا وعلاج کے بارے میں اپنی تحقیقات پیش کیں، اس کے بعد فیثا غورث، سقراط، ارسطو، جالینوس قابل ذکر اطباء میں سے گذرے ہیں۔

چھٹی صدی عیسوی تاریخ کا وہ سنہرا دور ہے، جس میں اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کے لئے نبی کریم ﷺ کو اپنا پیغمبر اور معلم کتاب وحکمت کا عظیم منصب عطا کر کے مبعوث فرمایا، آپ ﷺ نے روحانی علاج کے ساتھ جسمانی علاج ومعالجہ کا بھی اہتمام فرمایا، عام معالجین واطباء کے مقابلے میں آپ ﷺ کی طب بدرجہا فائق وبرتر ہے، جہاں تک رسائی سے عقل انسانی عاجز ہے، آپ ﷺ نے اپنا اور اپنے اہل وعیال اور دیگر صحابہ کرام کا علاج عموماً

ادویۂ مفردہ سے کرتے ، اور اس میں مریض کی نفسیات اور اس کی روحانی تقویت کا بھی خیال رکھتے ، آپ ﷺ نے معالجہ میں دلی تقویت اور حفظان صحت کے اصول بیان کئے ، آپ ﷺ نے مختلف بیماریوں کا علاج تجویز فرمایا ، اشیاء کے خواص بتلائے ، اور لوگوں کو علاج کی جانب متوجہ فرمایا ، آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جو اپنے بھائی کو کسی جہت سے نفع پہونچا سکتا ہو تو اس سے دریغ نہ کرے۔

اس سے تحریک پاکر مسلمانوں نے اس فن پر خصوصی توجہ دی ، حضرت عائشہؓ کو فن طب سے خصوصی لگاؤ تھا ، حارث بن کلدہ ثقفیؓ جو طبیب العرب سے مشہور ہوئے ، اور جنہوں نے ایک لمبی عمر پائی ، حضور ﷺ کے مبارک عہد سے امیر معاویہؓ کے زمانہ تک زندہ رہے ، فن طب میں آپ کو خصوصی مہارت تھی ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جب مکہ مکرمہ میں بیمار ہوئے تو آپ ﷺ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے ، آپ ﷺ نے حارث کو بلایا ؛ تاکہ وہ ان کا علاج کریں ، حارث نے بتایا کہ حلبہ اور عجوہ کی کھجوروں کا جوشاندہ بنا کر ان کو پلایا جائے ، چنانچہ اسی دوا سے ان کو صحت ہوگئی ، اسی طرح حارث کے بیٹے نضر نے بھی بڑی محنت سے اس علم کو حاصل کیا ، اور اپنے باپ سے زیادہ شہرت حاصل کی ، ابن ابی اتمہ بھی زمانہ جاہلیت کے مشہور طبیب تھے ، حضور ﷺ سے ان کی ملاقات ثابت ہے ، یہ علاج اور جراحی کے نہایت کامیاب طبیب تھے ، حضرت عمر فاروقؓ نے جب فارس پر لشکر کشی کی تو فوج کے ساتھ بہت سے طبیب و جراح بھی بھیجے تھے ، ولید بن عبد الملک کے زمانے میں جو بنو امیہ کا تیسرا تاجدار تھا ، شفاخانوں کی بنیاد پڑی اور اس نے سب سے پہلے ۸۸ھ میں ایک شفاخانہ تیار کرایا ، جس میں بہت سے طبیب و جراح مقرر کئے ، اس کے بعد ملک کے دوسرے حصوں میں رفتہ رفتہ شفاخانے کھلنے لگے ، بعض شفاخانے تو ایسے معیاری تھے کہ ان میں سینکڑوں امراض کے مریض قیام کی ساری سہولتوں کے ساتھ علاج کراتے اور تندرست ہونے کے بعد نہ صرف مقوی ادویہ بلکہ ضروریات کی تکمیل کے لئے غلہ ، نقد اور کپڑے بھی دیے جاتے تھے کہ ذریعۂ معاش اختیار

کرنے تک بے فکری کے ساتھ زندگی گذار سکیں، ان شفا خانوں کے لئے بڑی بڑی جاگیریں وقف تھیں، جن سے سالانہ لاکھوں آمدنی ہوتی تھی، اور اسے مریضوں کے علاج معالجہ اور دیگر ضروریات پر خرچ کیا جاتا تھا، یہ اس وقت کی بات ہے کہ یورپ کسی ہسپتال کے مفہوم سے بھی آشنا نہ تھا، بلکہ ۱۷۱۰ء تک ان کی یہی حالت تھی۔

۱۰۸ھ میں مسلمانوں نے بقراط اور جالینوس کی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں کر کے اس علم کو عام کر دیا، عرب کے ایک طبیب ہارون گذرے ہیں، جو اسکندریہ کے رہنے والے تھے، انہوں نے سے سب سے پہلے چیچک کا پتہ لگایا، اس کے بعد ابن زکریا رازی نے اس پر مزید تحقیق کی اور چیچک اور خسرہ کے درمیان پائے جانے والے فرق کو واضح کیا، ۳۱۹ھ میں اطباء کے امتحان کا طریقہ رائج ہوا کہ جب تک کوئی باقاعدہ امتحان نہ دے اس وقت تک وہ علاج نہیں کر سکتا، ممتحن سنان بن ثابت مقرر ہوئے، اس امتحان میں ۸۶۰ افراد کامیاب ہوئے، مسلم مشہور اطباء کی خدمات اور ان کی ایجادات ایک مستقل موضوع ہے، ان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک سے ایک مسلمان ماہر و حاذق طبیب گذرے ہیں، جن میں حارث بن کلدہ، نضر بن حارث، ابونصر فارابی، بوعلی سینا، ابن زکریا، ابن ابی صادق، ابن بیطار، ربن طبری، جابر بن حیان، ابن الہیثم، حربی الحمیری، خالد بن یزید، ابن الفزاری، یعقوب بن طارق، کندی، ابوالوفاء بوزجانی، ابوالقاسم زہراوی، ابن النفیس جیسے نامور اور صاحب ذوق طبیب شامل ہیں۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا فن طب میں نمایاں حصہ رہا ہے، اور آج کل جو طب میں ترقی نظر آ رہی ہے، اس کی بنیاد درحقیقت مسلمانوں نے فراہم کی ہے، لیکن یہ واقعہ ہے کہ جب تک اس فن میں مسلمانوں کو بالادستی حاصل رہی وہ اس فن سے خدمت خلق کا کام لیتے رہے، اور مریضوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اپنی دنیا بنانے کا جذبہ ان میں کبھی کار فرما نہیں رہا، وہ اسے عبادت سمجھ کر اور رضائے الٰہی کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہونے کا یقین کر

کے علاج کیا کرتے تھے، اور اپنے پیشہ میں مہارت وحذاقت کو ترجیح دیتے تھے، لیکن آج کے اس مادی دور میں جب کہ یہ پیشہ ایک تجارت بن گیا ہے، مریض کا استحصال ایک عام سی بات ہوگئی ہے، ٹسٹ کرانے کا معاملہ ہو یا دوا کی خریداری کی بات ہو یا کسی ڈاکٹر کی طرف رہنمائی ہو، ہر جگہ ڈاکٹروں کا کمیشن متعین ہوتا ہے، اپنے فن کے لحاظ سے ڈاکٹر حضرات اگر چہ محسوس کرتے ہیں کہ کہ مریض دوا سے شفا پا جائے گا، لیکن اس کے لئے جان بوجھ کر آپریشن تجویز کرتے ہیں، تا کہ زیادہ سے زیادہ رقم وصول کی جا سکے، دواؤں کی تیاری میں بھی حلال وحرام کی تمیز اٹھ چکی ہے، اس طرح کے ایک دو نہیں؛ بلکہ سینکڑوں مسائل طب جدید نے پیدا کر دیے ہیں، جن کا شرعی حکم واضح کرنے کی ضرورت ہے، اور ایک مفتی کو ان مسائل سے گہری واقفیت وقت کا تقاضا ہے۔

اسی پس منظر میں امسال ایک مرکزی عنوان ''**اسلام اور میڈیکل مسائل**'' طلبۂ تخصص فی الفقہ والافتاء کے لئے متعین کیا گیا، پھر اس کے ذیلی عناوین قائم کر کے ان سے مقالے لکھوائے گئے، ماشاءاللہ ان فضلاء نے اپنے اپنے موضوع سے متعلق مواد فراہم کرنے میں اچھی محنت کی ہے، اصل مراجع تک پہونچنے کی جدوجہد کی اور تحقیقی معیار کو باقی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے، دیکھنے میں اگر چہ یہ مقالہ جات طلبہ کے ہیں؛ لیکن اعتبار واستناد کے لحاظ سے بہرحال کمتر نہیں ہیں، اللھم زد فزد

میں اس موقع سے شکر گذار ہوں ناظم جامعہ مفتاح العلماء مولانا محمد رحیم الدین انصاری صاحب دامت برکاتہم کا کہ انہوں نے اس علمی اور تحقیقی مقالہ جات کو شائع کرنے کی منظوری دے کر طلبہ کی حوصلہ افزائی فرمائی، اسی کے ساتھ حضرت مولانا حسیب الرحمٰن صاحب (شیخ الحدیث وصدر مدرس جامعہ) حضرت مولانا تراب الحق صاحب مظاہری (نائب صدر مدرس جامعہ) اور مولانا علاؤالدین صاحب انصاری قاسمی (انچارج جامعہ) نے اس کی تیاری میں بہت حوصلہ دیا اور ہر طرح کا تعاون پیش کیا، اسی طرح تخصص فی الفقہ والافتاء کے اساتذہ

حضرت مولانا مفتی تجمل حسین صاحب قاسمی ، حضرت مولانا مفتی امانت علی صاحب قاسمی ، حضرت مولانا مفتی مکرم محی الدین صاحب قاسمی اور حضرت مولانا مفتی تبریز عالم صاحب قاسمی کا بھی شکر گذار ہوں کہ ان حضرات نے مقالہ جات پر نظر ثانی فرمائی اور پروف ریڈنگ وغیرہ کے مراحل کو بحسن وخوبی انجام دیا، اللہ تعالی ان تمام حضرات کو اپنے شایان شان اجر جزیل عطا فرمائے آمین ۔

محمد جمال الدین قاسمی
صدر مفتی جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدر آباد

۲۵/ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ

اسلام کا نظریۂ طب وعلاج

مولوی محبوب محمد قاسمی

خالق کائنات کی طرف سے انسان کو ایمان وہدایت کے بعد جوسب سے بڑی نعمت حاصل ہے، وہ ہے صحت وتندرستی ،مقولہ مشہور ہے: تندرستی ہزار نعمت ہے، اگر صحت نہ ہوتو خدا کی بہت ساری عمدہ اور لذیذ غذاؤں سے انسان محروم ہوجاتا ہے، نیز سونا، جاگنا، پڑھنا، لکھنا، عبادت وریاضت اور ہر طرح کی مصروفیت بے کیفی اور بے لطفی کا شکار ہوجاتی ہے، اور دنیا اپنی رنگینیوں کے باوجود بے رنگ نظر آتی ہے، اس لئے حفظان صحت کی تدابیر اختیار کرنا ایک ناگزیر شرعی اور سماجی تقاضہ ہے، اور دوسری طرف یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ انسانی زندگی خدا وندِ قدوس کی طرف سے عطا کردہ ایک امانت ہے، اور امانت کی حفاظت انسان کی ایک بڑی ذمہ داری ہے، اس میں تعدی جائز نہیں ہے، تعدی چاہے خودکشی کی شکل میں ہو، بیمار جسم کا علاج ترک کرکے ہو، الغرض صحت وسلامتی کی فکر کرنا انسان کا ایک بڑا فریضہ ہے؛ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا ہے: لا تلقوا بایدیکم الی التهلكة (البقرة:۱۹۵)

سرکار دوعالم ﷺ نے خودکشی کو عذاب اخروی کا باعث بتایا ہے، بعض صحابہ کرامؓ روزہ ونماز میں حد اعتدال سے تجاوز کرتے تھے، مسلسل روزہ رکھنا، اور رات بھر عبادت کرنا ان کا معمول بن گیا تھا، تو آں حضرت ﷺ نے ان کے اس طرز عمل کو پسند نہیں فرمایا، اور اس پر نکیر

کی، اور ارشاد فرمایا کہ انسان پر اس کے نفس کا اور اس کی آنکھ کا بھی حق ہے، (۱)

طبی تحقیق کی حوصلہ افزائی

انسانی زندگی میں کسی ایک حالت پر قرار ودوام نہیں ہے، آج کچھ ہے کل کچھ، یہ روزانہ کے مشاہدے کی بات ہے، انسان کی صحت وتندرستی ہی دیکھ لیجئے، جس طرح بڑے بڑے کاروباری دیکھتے ہی دیکھتے مفلس اور قلاش ہو جاتے ہیں، اور مفلس شخص راتوں رات مال وزر کے خزانوں کا مالک بن جاتا ہے، اسی طرح ایک توانا وتندرست دیکھتے ہی دیکھتے مختلف امراض وآلام کا شکار ہو جاتا ہے، آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بیماریوں کا وجود اتنی کثرت سے ہے کہ اسے قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت قرار دیا جا رہا ہے، اسی کے ساتھ یہ پہلو بھی مدنظر رہنا چاہئے کہ صحت وتندرستی کے ساتھ مرض و بیماری کا سلسلہ کائنات کے نظام کا ایک حصہ ہے، حالات کو کسی ایک کیفیت پر برقرار رکھنا نہ کبھی کسی کے بس میں رہا ہے اور نہ کبھی کسی کے بس میں رہے گا، لیکن بدلے ہوئے حالات کو متوازن بنانا اور متوازن بنانے میں مدد دینا، انسان کے بس میں ہے، جسے وہ اختیار کر کے ایک دوسرے کے دکھ اور درد کو بانٹ بھی سکتا ہے، اور بدلے ہوئے حالات کو سنوار بھی سکتا ہے۔

امراض ومصائب سے نجات حاصل کرنا بھی حالات کی تبدیلی ہے، اسلام چوں کہ دین فطرت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عالمگیر اور متحرک مذہب بھی ہے، اس میں بدلے ہوئے حالات کو سنوارنے کے لئے حلال وحرام اور جائز وناجائز کی شکل میں کچھ قیود وشرائط ہیں، جن کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے، چنانچہ طب کے حوالے سے اسلام کا اپنا ایک مستقل نظریہ ہے، اس کے مستقل قوانین وقواعد ہیں جن کی پاسداری ہر مسلمان کے ذمہ ضروری ہے، اور جس کا جاننا ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے ناگزیر ہے، تاکہ وہ غیر اقوام کو اسلام کے نظریہ طب وعلاج سے روشناس کرا سکیں، آپ ﷺ نے اپنے مختلف ارشادات کے ذریعہ طبی تحقیق وتلاش کی

حوصلہ افزائی کی ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر بیماری کے لئے دوا ہے، جب وہ دوا بیماری کو پہنچتی ہے تو بیماری اللہ رب العزت کی مرضی سے اچھی ہو جاتی ہے، (۲)

آپ ﷺ نے اس حدیث میں طب کے حوالے سے اسلام کا یہ خاص نظریہ پیش فرمایا کہ مرض کا علاج کرانا ضروری ہے، اللہ نے بیماری پیدا کی ہے تو شفا کو بھی وجو بخشا ہے، لیکن بیماری، صحت سے اسی وقت بدل سکتی ہے جب کہ مشیت خداوندی شامل حال ہو، یہ اسلام کا طب کے حوالے سے اپنا خاص عقیدہ ہے، اور مستقل نظریہ ہے، اور اس نظریہ وعقیدہ میں رسوخ ہونے کی وجہ سے، بیمار اگر صحت نہ پاسکا تب بھی اس کا دل مطمئن رہتا ہے، گھبراتا نہیں ہے۔

اسی طرح ایک مقام پر اللہ کے نبی ﷺ نے علاج کرنے کا حکم دیا، چنانچہ حضرت اسامہ بن شریکؓ سے روایت ہے:

دیہاتی لوگوں نے اللہ کے نبی ﷺ سے پوچھا: کہ کیا ہم دوا وعلاج نہ کرائیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے بندو! تم دوا اور علاج کراؤ، اس لئے کہ اللہ تعالی نے ہر بیماری کی دوا بنائی ہے، مگر ایک کی دوا نہیں بنائی ہے، ان دیہاتیوں نے کہا: وہ کونسی بیماری ہے، یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ بوڑھاپا ہے (۳)

ان احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلام میں علاج ومعالجہ کو بہت اہمیت دی گئی ہے، اور صحت کی حفاظت وعلاج کا حکم دیا گیا ہے۔

حرام وناپاک چیزوں سے علاج

اسلام نے مسلمانوں کو ہر شعبہ زندگی میں، حلال وحرام کی تمیز کا تصور دیا ہے، علاج

ومعالجہ کا شعبہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے، علاج کرانا ایک انسانی اور شرعی ضرورت ہے، لیکن علاج حلال اور جائز دواؤں کے ذریعہ ہی ضروری ہے، حرام دواؤں اور حرام ذرائع کا استعمال ممنوع ہے، ہاں ضرورت کے موقع پر بقدر ضرورت اسلام نے حرام ادویہ کا استعمال چند شرطوں کے ساتھ جائز قرار دیا ہے، چنانچہ متقدمین کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف تھا؛ لیکن متاخرین اور فقہائے معاصرین اب اس کے جواز پر چند شرطوں کے ساتھ متفق ہیں، بطور نمونہ ابن اثیرؒ کی ایک عبارت نقل کی جاتی ہے:

وفی النهاية ،يجوز التداوي بالمحرم كالخمر و البول ، إذا أخبره طبيب مسلم ،إن فيه شفاء ولم يجد غيره من المباح مايقوم مقا مه ،والحرمة تر تفع للضر ورة فلم يكن متد ا ويا بالحرام (٤)

نہایہ میں ہے: حرام اشیاء جیسے شراب اور پیشاب سے علاج جائز ہے، بشرطیکہ کسی مسلمان طبیب نے اس میں شفاء کی خبر دی ہو، اور اس کا کوئی جائز متبادل موجود نہ ہو؛ کیوں کہ ضرورت کے موقع پر حرمت ختم ہو جاتی ہے، لہذا وہ حرام سے علاج کرنے والا نہیں ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کا اصحاب عرینہ کو اونٹ کا پیشاب ازراہ علاج پینے کی اجازت دینا، (۵) اور حضرت ابوعرفجہؓ کو سونے کی ناک بنوانے کی ہدایت فرمانا (۶) بصورت مجبوری حرام اور نجس اشیاء کے جائز ہونے کی واضح دلیل ہے۔

عیادت طب نبوی کا ایک اہم عنوان

اسلامی نظریہ طب میں عیادت کو عبادت کا درجہ دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں مریض کی عیادت کرنا، اور مزاج پرسی کرنا باعث اجر وثواب ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، یہ

رشتہ الفت قائم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، مریض کی خبر گیری بھی عبادت ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

> خداوند قدوس قیامت کے دن فرمائیں گے: اے ابن آدم! میں بیمار تھا، مگر تو نے مجھے نہیں پوچھا، بندہ عرض کرے گا : اے پروردگار میں آپ کی تیمارداری کیسے کرتا؟ آپ تو سارے جہاں کے پالنہار ہیں ،یعنی بیماری سے پاک ہیں ، اللہ تعالی فرمائیں گے : کیا تو نہیں جانتا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا، اگر تو اس کی مزاج پرسی کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔(٧)

ڈاکٹر اور مریض کی اخلاقی ذمہ داریاں

اس حوالے سے بھی اسلام اپنا مستقل نظریہ رکھتا ہے، چنانچہ اس نے طبی اخلاقیات پر کافی زور دیا ہے، لہذا طبیب کا ہمدردی، صبر، حلم اور بردباری نیز محبت وشفقت اور نرمی جیسی صفات کا حامل ہونا بہت ضروری ہے، اخلاق وعادات تقدیر کو بدل تو نہیں سکتے ،لیکن مریض کا دل ضرور خوش کر سکتے ہیں، چنانچہ اللہ کے نبی ﷺ دوران عیادت کبھی مریض کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ،کبھی سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا کرتے ،اور کبھی اپنے وضو کا پانی مریض پر چھڑکتے ، یہ اطباء کے لئے بہترین اسوہ ہے،(٨)

مریض کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ڈاکٹروں سے ملاقات کے وقت اور دیگر معاملات کے وقت خوش اخلاقی سے پیش آئے ،اس کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرے،اس کے مشوروں کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھے، اس کے ساتھ تلخ کلامی اور بدگوئی اور دیگر دل شکن باتوں سے پرہیز کرے، اور ایسا برتاؤ صرف مسلم اطباء کے ساتھ ہی نہیں کرے؛ بلکہ غیر مسلم اطباء کے ساتھ بھی خوش اخلاقی سے پیش آئے، وہ مسلمان اگرچہ نہیں؛ لیکن انسان ضرور ہیں۔

حالت مرض میں دعاؤں کا اہتمام

حالت مرض میں اسلام کا ایک خاص نظریہ یہ ہے کہ انسان ان حالات میں دوا اور علاج کے ساتھ ساتھ اپنے معبود حقیقی سے بھی رابطہ رکھے، اور اس دوران یہ یقین رکھے کہ مرض خدا کی طرف سے ہے، شفاء بھی اس کی طرف سے ملے گی، چنانچہ اذا مرضت فھو یشفین ، اس نظریہ کی بنیاد ہے، لہذا مریض کو چاہئے کہ دوران مرض دعاؤں اور ذکر خداوندی میں مشغول رہے، اس لئے کہ بیماری کی وجہ سے بندہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے، اور بعض وہ کلمات ہیں، جن کو پڑھے تو اس کو جہنم کی آگ بھی نہ جلائے گی، وہ کلمات یہ ہیں:

لا إله إلا الله والله أكبر ،لا إله إلا الله وحد ه،لا إله
إلا الله وحد ه لا شريك له ، لا إله إلاا لله له الملك وله
الحمد ،لا إله إلا الله ولا حول ولا قوة إلا بالله (۹)

حوالہ جات

(۱) سنن دار قطنی ،حدیث نمبر:۲۲۳۵
(۲) صحیح مسلم،حدیث نمبر:۲۲۰۴
(۳) ترمذی،حدیث نمبر:۲۰۳۸
(۴) تبیین الحقائق ۶/۳۳
(۵) ترمذی حدیث نمبر:۱۸۴۵
(۶) ابوداءود حدیث نمبر:۴۲۳۲
(۷) مسلم حدیث نمبر:۲۵۶۹
(۸) طب نبوی لابن قیم:۹۲
(۹) ترمذی حدیث نمبر:۳۴۳۰

طب نبوی......اہمیت وضرورت

مولوی محمد خالد رشادی

اللہ تعالی نے انسان کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان میں ایک اہم ترین نعمت زندگی اور صحت ہے، انسان جب صحت مند ہوتا ہے تو طوفانوں سے کھیلتا ہے اور جب صحت چھن جاتی ہے تو زندگی خود اسکے لئے بوجھ بن جاتی ہے، جو شخص کل تک متلاطم لہروں سے پنجہ آزمانے کا حوصلہ رکھتا تھا آج وہ ایک گلاس پانی کے لئے بھی دوسرے کی مدد کا محتاج بن جاتا ہے۔

اسلام دین فطرت ہے؛ اس لئے وہ ان نعمتوں کی بھی قدر دانی اور قدر شناسی کا حکم دیتا ہے جن کا تعلق مادی ضرورتوں سے ہو، یہی وجہ ہے کہ اس نے زندگی اور صحت کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

المومن القوی خیر واحب إلی الله من المومن الضعیف(۱)

طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر اور اللہ کو زیادہ پسندیدہ ہے۔

اور جو لوگ واقفیت کے بغیر علاج کرنا شروع کردیتے ہیں انکے رویہ کو ناپسند کرتے ہوئے انہیں مریض کو پہنچنے والے نقصان کا ضامن قرار دیا ہے۔(۲) عبدالملک اندلسیؒ اور امام شافعیؒ کے شاگرد محمد بن ابوبکر ابن السنی سے فن طب کی ضرورت واہمیت منقول ہے (۳) محدثین کرام نے رسول اللہ ﷺ کے وہ ارشادات جو طب کے سلسلہ میں منقول ہیں انکا مستقل باب اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

ہر مرض کی دوا ہے

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:

اللہ تعالی نے کوئی ایسی بیماری پیدا نہیں کی جسکی شفاء نہ ہو(۴)

یہ حدیث ریسرچ (reserch) اور جستجو کے راستے کھولنے کیلئے نشان راہ ہے، دور حاضر میں اس حدیث سے حوصلہ پا کر اطباء وعقلاء تتبع اور غور وفکر کر رہے ہیں اور اس سے نتائج اخذ کر رہے ہیں، ۱۹۹۳ سے ۱۹۹۵ تک انٹی بیاٹکس (antibotic) کا وجود نہیں تھا اور لاکھوں اموات جراثیم کے حملے کا نتیجہ ہوتی تھیں، نمونیا، ٹائیفائڈ وغیرہ خطرناک بیماریوں میں شمار ہوتی تھیں، اور تپ دق (t.b) جان لیوا بیماری سمجھی جاتی تھی؛ لیکن یہ بیماریاں اب قابل علاج ہیں، اور تپ دق(t . b) کیلئے اب صرف تین ماہ کا علاج کافی ہے ،اسی طر ح کینسر (cancer) چند سال قبل لاعلاج تھا؛ مگر الحمد للہ اب بڑی حد تک قابل علاج ہے، جونہی کسی بیماری کی تشخیص ہوتی ہے تحقیقاتی ادارے اسکے علاج میں جستجو شروع کر دیتے ہیں اور عام طور پر کچھ نہ کچھ حل نکالتے ہیں، تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد:

ہر بیماری کی دوا موجود ہے۔(۵)

بالکل سچ ہے۔

طب نبوی کو درج ذیل شعبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے

۱) طب وقائی ۲) طب علاجی

(۱) طب وقائی

رعایتِ غذا، جسمانی طہارت اور پاکی صفائی، بقائے صحت کے لئے ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ہدایات طب وقائی کے میدان میں نہایت اہمیت کی حامل ہیں، امراض کی روک تھام کے سلسلہ میں رعایتِ غذا اور طہارتِ جسمانی کی اہمیت سے کون انکار کرسکتا ہے،

اس تعلق سے احادیث نبویہ میں نہایت جامع تصور پیش کیا گیا ہے۔

طب وقائی کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے ارشادات

طبیب الاطباء رحمۃ للعالمین ﷺ نے احتیاط اور پرہیز کے بارے میں ارشاد فرمایا:

المومن یاکل فی معی واحد والکافر یاکل فی سبعة امعاء(٦)

مومن ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں سے۔

حضرت مقدام بن معدیکربؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، کمر سیدھی رکھنے کیلئے چند لقمے ہی کافی ہیں، اگر لازما کھانا ہی ہے تو ایک تہائی کھانا، ایک تہائی پانی، اور ایک ہوا (سانس) کے لئے خالی رکھو۔(۷)

یہ حدیث خوراک کی متوازن مقدار کی طرف اشارہ کرتی ہے، جدید تحقیق کے مطابق اگر غذا متوازن مقدار میں نہ ہو اور معدہ کو کچھ خالی نہ رکھا جائے تو ہاضمہ میں خرابی کی بناء پر بہت سی بیماریاں پیدا ہوسکتی ہیں، خصوصًا زیادہ کھانے کی وجہ سے سانس میں دشواری پیدا ہوتی ہے۔

حارث بن کلدہ کا قول ہے: کہ ''سب سے بڑا علاج احتیاط ہے'' (۸) اطباء کے نزدیک احتیاط کا مطلب یہ ہے کہ تندرست کو ضرر سے بچایا جائے، اسی وجہ سے آج کل ساری دنیا کے طبی ادارے اس طرف توجہ دے رہے ہیں اور ہر میڈیکل کالج میں ''کمیونٹی میڈیسن'' کے نام سے ایک شعبہ قائم کیا جارہا ہے، اور کوشش یہ ہورہی ہے کہ پہلے پرہیز اور احتیاط کے ذریعہ کام کیا جائے اور بیماریوں سے نجات دلائی جائے۔

حفظان صحت کے زریں اصول

حفظان صحت کا سارا دار ومدار کھانے، پینے، رہنے سہنے، ہوا، نیند، بیداری، حرکت

وسکون، جماع، استفراغ واحتباس کی عمدہ تدابیر پر ہوتا ہے؛ اگر انسان کو یہ تمام چیزیں، بدن، جائے قیام، عمر اور عادت کے مناسب ومطابق ملتی رہیں، تو ہمیشہ صحت مندر ہے گا۔

صفائی ستھرائی

انسانی جسم میں جلد (کھال) ایسا عضو ہے جو اندر کے تمام اعضاء کیلئے حفاظتی بند کی حیثیت رکھتا ہے، اور اس پر ہونے والا زخم، پھوڑا، پھنسی، دھوپ اور سردی کے اثرات اندر کے اعضاء کو متاثر کرتے ہیں جو بہت سی بیماریوں کا باعث ہوتی ہیں؛ اس لئےنبی کریم ﷺ نے اسکی حفاظت کیلئے ارشاد فرمایا:

الطهور شطر الايمان

پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے (۹)

جسم کو ہروقت صاف ستھرا رکھنا، صاف کپڑے پہننا، نہانا صفائی کا حصہ ہیں، یہ اقدامات جسم کی جلد پر موجود جراثیم کو دھوکر بہادیتے ہیں اور جلد صاف ہو جاتی ہے، جونہی صفائی ستھرائی میں کمی آتی ہے، قسم قسم کے جلدی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں، ان بیماریوں سے بچنے کیلئے آج کل میڈیکل سائنس کا اصول ہے کہ بار بار نہایا جائے اور جسم کو صاف ستھرا رکھا جائے، جس سے جلد پر موجود جراثیم دھلتے رہیں گے اور انسانی جلد ان جراثیم کے نقصان سے محفوظ رہے گی۔

(۲) طب علاجی

آپ ﷺ کی طب کا دوسرا حصہ طب علاجی ہے جس میں آپ نے علاج بالمفردات، علاج بالکی والفصد اور علاج بالحاذق یعنی اطبائے حاذق سے علاج کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

امام مالکؒ نے مؤطا میں زید بن اسلمؒ کی حدیث نقل کی ہے: نبی کریم ﷺ کے مبارک دور میں ایک شخص کو زخم آ گیا اور اس سے خون بہنے لگا، اس نے بنی انمار کے دو آدمیوں کو بلوایا

ان دونوں نے حضورﷺ کو دیکھا تو زید بن اسلمؓ کہتے ہیں کہ رسولﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ تم دونوں میں بڑا طبیب کون ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسولﷺ کیا طب میں بھی خیر ہے؟ آپﷺ نے فرمایا: کہ جس اللہ نے بیماری نازل کی اسی نے اسکی دوا بھی نازل کی ہے(۱۰)

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ علاج ومعالجہ کیلئے ماہر سے رجوع کرنا چاہئے اور کئی ماہر ہوں تو ان میں سے جو سب سے زیادہ ماہر ہو اس سے علاج کروانا چاہئے۔

ابوداؤد میں عمرو بن شعیبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

من طب ولا یعلم منه الطب قبل ذالك فهو ضامن (۱۱)

جس شخص نے علاج کیا جبکہ اسے علاج کا علم نہ تھا تو وہ ضامن ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی بغیر علم کے کسی کا علاج کرے اور اس مریض کو نقصان پہنچ جائے تو طبیب ضامن ہوگا۔

پچھنا کی اہمیت

آپﷺ سے جو علاج منقول ہے اور جس کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے اس میں ایک علاج حجامہ (پچھنا) ہے، حجامہ کے سلسلہ میں بہت سے ارشادات منقول ہیں، حضرت انس بن مالکؓ خبر دیتے ہیں: کہ نبیﷺ نے پچھنا لگوایا اور حجام کو اسکی اجرت دی اور فرمایا:

جن چیزوں سے تم علاج کرتے ہو ان میں بہترین علاج پچھنا لگوا کر علاج کرانا ہے(۱۲)

طب نبوی کی ضرورت

آج سائنس وٹیکنالوجی کا دور ہے، اس صدی میں طبی سائنس کے میدان میں بہت

ترقی ہوئی ہے۔

مگر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ساتویں صدی کے اوائل میں جو باتیں بتائی ہیں مثلا رعایت غذا، حفظانِ صحت، پاکی صفائی کے اصول، خورد ونوش کے آداب، ازدواجی رشتے، پیشاب و پاخانہ کرنے کا طریقہ، شہد، انجیر اور زیتون کے تیل کا استعمال، میڈیکل سائنس بھی آج انہیں تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ یہ سب صحت مند زندگی کیلئے بہت ضروری ہیں۔

غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن پاک کی آیات، نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اور طب کے میدان میں ہونے والی نئی دریافتوں میں دلچسپ مطابقت پائی جاتی ہے، اس لئے آج طب نبوی کو عام کرنے اور آپ ﷺ کے طبی اصولوں پر عمل کرنے کی شدید ضرورت ہے؛ تاکہ انسان مہلک بیماریوں سے محفوظ رہ سکے۔

حوالہ جات

(۱) مسلم: رقم الحدیث،۲۶۶۴،
(۲) ابوداؤد: رقم الحدیث:۴۵۸۶
(۳) طب نبوی اور جدید سائنس: ۷، لاہور
(۴) مسند احمد: رقم الحدیث:۳۵۷۸
(۵) صحیح مسلم: رقم الحدیث،۲۲۰۴
(۶) ترمذی: رقم الحدیث،۱۸۱۸
(۷) الطب النبوی لابن القیم ۱/ ۷۸، بیروت
(۸) صحیح مسلم: رقم الحدیث:۲۶۶۵
(۹) موطا امام مالک: رقم الحدیث:۱۹۸۳
(۱۰) ابوداؤد، رقم الحدیث:۴۵۸۶
(۱۱) صحیح بخاری: رقم الحدیث:۵۶۹۶
(۱۲) صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۶۹۶

مریض کے لئے اسلامی ہدایات

مولوی محمد سلیمان قاسمی

مومن بندے کا کسی مرض و پریشانی وحیرانی میں مبتلا ہونا رب کریم کی طرف سے بڑی نعمت ہے اور بندے کا رحمت الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا بڑا ذریعہ ہے، اور درجات کی بلندی کے لئے اہم سرمایہ ہے، اگر چہ بظاہر اس سے تکلیف پہونچتی ہے، اور طبیعت گھبراتی ہے، مگر حقیقت کے اعتبار سے راحت وسکون کا ایک بڑا ذخیرہ ہاتھ آتا ہے، کیوں کہ بیماری کا سب سے اہم تذکیری پہلو یہ ہے کہ وہ بندے کو نعمتِ صحت کی اہمیت دلاتی ہے، اس لئے کہ ہر چیز کی قدر وقیمت اس کے اضداد سے پہچانی جاتی ہے، اور اللہ تبارک وتعالی نے بھی اس عالمِ دنیا کو اضداد کا مجموعہ بنایا ہے، یہاں روشنی ہے تو اس کی ضد تاریکی بھی ہے، پانی ہے تو اس کی ضد آگ بھی ہے، اور بیماری ہے تو اس کی ضد صحت بھی ہے۔

بیماری اللہ کی طرف سے نعمت ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی اپنے جس بندے کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دنیا ہی میں سزا دیتا ہے۔(۱)

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یود اهل العافية يوم القيامة حين يعطى اهل البلاء

الثواب لو ان جلودھم کانت قرضت فی الدنیا بالمقاریض (۲)

کل قیامت کے دن اہل مصیبت کو جب انعام خداوندی سے نوازا جائے گا تو دنیا میں سکون وعافیت کیساتھ زندگی گزارنے والے لوگ تمنا کریں گے کہ کاش دنیا ہی میں قینچیوں سے ہماری کھالیں کاٹی جاتیں۔

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ بیماری ومصیبت بھی کسی نہ کسی وقت کارآمد ہوتی ہے، اس سے بندے ہی کا فائدہ ہے، اگر چہ چندلمحات کے لئے حیرانی وپریشانی لاحق ہوتی ہے، لیکن اس دن کی حسرت وافسوس سے نجات ملتی ہے، جس دن دنیا کے اہل راحت تڑپ اٹھیں گے۔

بیماری سے دل شکنی کی ممانعت

مومن کو چاہئے کہ بیماری کی حالت میں شکوہ شکایت کے الفاظ زبان پر نہ لائے؛ چونکہ بیماری اور تکلیف کی حالت میں ایک عام غلطی یہ ہوتی ہے کہ ناسمجھ لوگ بےصبری کی وجہ سے بے جاونا جائز کلمات زبان سے نکالتے ہیں، بلکہ بعض حضرات ایسے کلمات بھی زبان سے جاری کرتے ہیں جس کی بناء پر دائرہ اسلام سے بھی نکل جاتے ہیں، اوراپنی عاقبت سے بے پرواہ ہوکر غضبِ الٰہی کے دروازہ کو دستک دیتے ہیں، اللہ کی طرف ظلم کی بھی نسبت کر بیٹھتے ہیں، حالانکہ یہ مومن بندے کا شیوہ نہیں ہے کہ بیماری پر صبر کرنے کے بجائے نامناسب کلمات زبان پر لائے، ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے سامنے بخار کا تذکرہ کیا گیا، ایک شخص نے بخار کو برا بھلا کہا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بخار کو برا بھلا مت کہو؛ اس لئے کہ یہ گناہوں کو اس طرح ختم کرتا

ہے، جس طرح آگ لوہے کے زنگ کو ختم کرتی ہے۔(۳)

مرض کفارۂ معاصی ہے

بیماری کا سب سے زیادہ اہم تذکیری پہلو یہ ہے کہ بیماری مومن کے لئے صابون کا کام کرتی ہے، جس طرح صابون میل کچیل دور کرتا ہے، اسی طرح بیماری بھی مومن سے گناہوں کو دور کرتی ہے، اور ختم کرتی ہے، احادیث میں بکثرت وارد ہے کہ بیماری مومن کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور بندے کے ساتھ بیماری کا لاحق ہونا اللہ کی رحمت کا مظہر ہے، تزکیہ کے لئے اس طرح کے حالات اللہ تعالی پیدا کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

اذامرض العبد او سافر كتب له بمثل ماكان يعمل مقيما صحيحا (٤)

جب بندہ بیمار ہوجاتا ہے یا سفر کرنے لگتا ہے تو اس کے لئے اتنے عمل کا ثواب لکھا جاتا ہے، جتنا حالت اقامت وصحت میں عمل کیا کرتا تھا۔

اور ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

جس مسلمان کو کوئی غم، اذیت، تکلیف، پریشانی پہونچے یہاں تک کہ کانٹا بھی اسے چبھے تو ان تکالیف کی وجہ سے اللہ تعالی ان سے گناہوں کو مٹادیتا ہے۔(۵)

بیماری رفع درجات کا باعث ہے

بیماری کے ذریعہ مومن کے درجات بلند ہوتے ہیں؛ اسی لئے بیماری سے بدشگونی نہیں لینی چاہئے، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

من يرد الله به خيرا يصيب منه (٦)

یعنی اللہ تعالی جس بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اسے مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں۔

علامہ قرافی نے لکھا ہے:

مصائب پر انسان راضی ہو یا نہ ہو وہ بہر طور اس کے لئے کفارہ بنتی ہیں اور بندے کے درجات بلند کرتی ہیں اور اسی حالت میں اگر اس کی موت آ جائے تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔(۷)

بیماری باعث عذاب نہیں ہے

مرض کے سلسلے میں فر ماں برداروں اور نافرمانوں کے درمیان کوئی تخصیص نہیں ہے، کیوں کہ بیماری کا آنا خداوند قدوس کی ناراضگی کا سبب ہوتا تو حضرات انبیاء جو تمام بندوں میں افضل اور برگزیدہ ہیں اس ناراضگی وعذاب سے محفوظ ہوتے، حالانکہ یہ خلافِ واقعہ ہے، بلکہ متعدد بار حضرات انبیاءؑ متعدد امراض کے شکار ہوئے (۸)

خود آقائے دو عالم ﷺ کو بھی کئی بیماریوں سے دو چار ہونا پڑا، یہ ضروری نہیں کہ بیماری اللہ کے ناراض ہونے کی دلیل ہے؛ بلکہ یہ تو من جانب اللہ امتحان وآزمائش بھی ہو سکتی ہے، یا گناہوں کا کفارہ بھی بن سکتی ہے، اسی لئے بیماری کو مصیبت جان کر اس سے ہمیشہ ہمیشہ آزاد ہونے کے لئے موت کی دعا کرنے کو بھی شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لایتمنین احدکم الموت من ضر اصابه فان کان لابد فاعلا فلیقل اللهم احینی ماکانت الحیوة خیرا لی وتو فنی اذاکانت الوفاة خیرا لی (۹)

تکلیف سے عاجز ہو کر موت کی تمنا اور دعا کرنے سے روکا گیا ہے،

اگر دعا کرنی ہے تو اس طرح دعا کیا کرو، اے مولی اگر میرے لئے
موت بہتر ہے تو موت عطا فرما، اور اگر حیات بہتر ہے تو حیات
عطا فرما،

بیمار آدمی کا اس طور پر تکلیف ظاہر کرنا کہ ہائے سر پھٹا جا رہا ہے، سینے میں درد ہے، بخار بہت زیادہ ہے، جوڑوں میں درد ہے، اس طرح کے کلمات زبان سے ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ صبر وتقوی کے خلاف بھی نہیں ہے۔

کیا علاج توکل کے منافی ہے

مرض لاحق ہونے کے بعد اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنا اور علاج کرانا شریعت میں ممنوع نہیں ہے، اور نہ یہ توکل کے منافی ہے، اس لئے حضور ﷺ جیسے امام المتوکلین نے علاج ومعالجہ کو حق قرار دیا ہے، (۱۰)

آپ ﷺ مریض صحابہ کو بھی اطباء کے پاس بھیجا کرتے تھے، آپ ﷺ کی آخری بیماری میں مدینہ کے اطباء آتے اور علاج کیا کرتے تھے،

جس طرح اللہ تعالی نے اس کائنات میں انسان کی دیگر ضروریات کا سامان پیدا کیا ہے اسی طرح کوئی بیماری ایسی نہیں ہے جس کی دوا پیدا نہ کی ہو، جیسے بھوک لگ جائے تو اس کو مٹانے کے لئے کھانا تناول کرنا، پیاس بجھانے کے لئے پانی پینا، گرمی وسردی سے بچنے کے لئے حفاظتی اشیاء کا استعمال میں لانا توکل کے منافی نہیں ہے، اسی طرح مرض دور کرنے کے لئے علاج کرانا توکل کے منافی نہیں ہے، اور علاج اس وقت تک جاری رکھا جائے جب تک پیغامِ اجل نہ آئے (۱۱)

مرض کے دوران دعاؤں کا اہتمام

مریض کو علاج کرانے کے ساتھ دنیا کے ظاہری اسباب پر ہی بھروسہ کر کے نہ بیٹھنا

چاہئے، بلکہ دواء کے ساتھ دعاؤں کا بھی اہتمام کرنا چاہئے؛اس لئے کہ حالتِ مرض میں انسان اللہ کا قریبی بندہ بن جاتا ہے،اورخطاؤں سے پاک وصاف بن جاتا ہے،اور احادیث میں دعاؤں کے اہتمام پر بڑے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں، جو بندہ اللہ تعالی سے مانگتا ہے ،تو اللہ تعالی اس سے بڑے خوش ہوتے ہیں،اور بڑے بڑے مصائب وبلائیں اسی دعا سے ٹل جاتی ہیں،اسی بناء پر الدعاء مخ العبادۃ کہا گیا ہے،یعنی ساری عبادتوں کا مغز دعا ہے (۱۲)

آپ ﷺ بھی بکثرت دعاؤں کا اہتمام فرمایا کرتے تھے،اور اپنے اصحاب کو بھی اس کی تعلیم دیا کرتے تھے،اور فرماتے تھے؛ جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے بھی دعا کرے، یقیناً اس کی دعا ایسی ہے، جیسے فرشتوں کی دعا ہوتی ہے(۱۳)

اس لئے کہ انسان حالتِ مرض میں دنیا سے غافل ہوکر عالمِ آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے ،اور قدرت الٰہی پر غور وخوض کرنے لگتا ہے ،اور نعمتوں کے شکر ادا کرنے میں لگا رہتا ہے، پچھلی زندگی کو یاد کر کے ندامت کا اظہار کرتا ہے،اور اپنے کئے ہوئے معاصی پر پشیمان ہوتا ہے، رحمتِ الٰہی کا امیدوار بن جاتا ہے، ایسی حالت میں دعا جس جذبہ سے ہوگی اس کی قبولیت میں کیا شبہ رہ جائے گا۔

مریض کے لئے احکام میں سہولت

بیمار شخص کے لئے جس طرح دنیاوی امور میں سہولت اور نظر اندازی ہوتی ہے، اسی طرح بہت سارے احکام شرعیہ میں بھی آسانی رکھی گئی ہے، مثلا اعضائے غسل میں سے کسی عضو پر زخم یا چوٹ کی وجہ سے پٹی بندھی ہوئی ہو تو پٹی پر مسح کر لینا کافی ہے، اس حصہ کا دھونا ضروری نہیں (۱۴)

اسی طرح کوئی مریض کھڑے ہوکر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے بیٹھ کر نماز

پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے (۱۴)

اور بیماری کی وجہ سے رمضان کا روزہ چھوڑنے اور صحت مند ہونے کے بعد اس کی قضاء کرنے کو بھی فقہاء نے جائز قرار دیا ہے۔(۱۶)

اسی طرح حج میں بھی بے شمار سہولتیں عنایت کی گئی ہیں اور حج بدل کی بھی گنجائش ہے، اس طرح کی بہت ساری آسانیاں فراہم کر کے شریعت نے بندے پر احسان کا معاملہ فرمایا ہے

۔

حوالہ جات

(۱) ترمذی، حدیث نمبر:۲۳۹۶

(۲) ترمذی، حدیث نمبر:۲۴۰۲

(۳) ابن ماجہ حدیث نمبر:۳۴۲۹

(۴) بخاری حدیث نمبر:۲۹۹۵

(۵) بخاری حدیث نمبر:۵۶۴۱

(۶) بخاری حدیث نمبر:۵۶۴۵

(۷) فتح الباری ۱۰/۱۳۰

(۸) بخاری، حدیث نمبر:۲۲۱۷

(۹) بخاری، حدیث نمبر:۵۶۸۱

(۱۰) ابن ماجہؒ حدیث نمبر:۳۴۳۶

(۱۱) زادالمعاد ۴/۱۵، مکتبہ المنارالاسلامیہ بیروت

(۱۲) ترمذی، حدیث نمبر:۳۳۷۱

(۱۳) ابن ماجہ، حدیث نمبر:۱۴۴۱

(۱۴) شامی ۱/۱۷۴، مکتبہ زکریا

(۱۵) شامی ۲/۵۶۴، مکتبہ زکریا

(۱۶) ہدایہ ۱/۲۲۱، یاسر ندیم دیوبند

مسنون دعائیں اور علاج

مولوی شیخ خالد اسعدی

اسلام نے انسانیت کی ہر موڑ پر رہنمائی کی ہے، عقائد وعبادات ہوں، یا معاملات و معاشرت، ہر جگہ اس کی روشن تعلیمات وہدایات موجود ہیں، انسان جب مرض وآلام کی لپیٹ میں آتا ہے بسااوقات انسان اپنے آپ کو تنہا محسوس کرتا ہے، اور شدت مرض میں کبھی ناواقفیت کی بنیاد پر موت کی تمنا کر بیٹھتا ہے، اسلام نے ایسے مایوس کن حالات میں اپنے ماننے والوں کو ایک نسخہ کیمیا عطا کیا ہے، یعنی اسے اپنے رب کے حضور میں دعا ومناجات کی تعلیم دی، جو سکون قلب کے ساتھ ساتھ ہر مرض سے نجات کا مؤثر ہتھیار ہے، نیز یہ اظہار عبدیت کا ایک معیاری طریقہ ہے، اور ایک مومن کے ایمان کا تقاضہ ہے کہ وہ پریشانیوں سے نکلنے کے لئے اسباب وذرائع اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ دعا ومناجات کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لے اور اسے اپنے لئے قدامت پسندی کی علامت نہ سمجھے، اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے قبولیت دعا کا وعدہ کیا ہے۔

اسلام علاج ومعالجہ کی راہ میں حائل نہیں، لیکن دعاؤں کا بالکلیہ ترک کرنا اور اسے مؤثر نہ ماننا اسلامی غیرت وحمیت کے خلاف ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خاص خاص مواقع وامراض، بلکہ روزمرہ کے معمولات کیلئے دعائیں بتلائی ہیں۔

دعا

اللہ نے حضور ﷺ کو جن کمالات اور امتیازات سے نوازا ہے ان میں سب سے بڑا امتیاز کمال عبدیت ہے چنانچہ قرآن نے آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ میں سے صفت عبدیت کو بطور خاص ذکر کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

سبحان الذی اسری بعبده (بنی اسرائیل : ۱)

الحمدلله الذی انزل علی عبده الکتاب (الکهف : ۱)

اور دعا چونکہ عبدیت کا جوہر اور اس کا خاص مظہر ہے، اسی لئے نبی پاک ﷺ کے معمولات شب وروز میں دعا کا خاص اہتمام پایا جاتا ہے، کتب حدیث دعاؤں سے بھری پڑی ہیں، اور ساری دعائیں اپنا ایک خاص اثر رکھتی ہیں۔

دعا کی اہمیت

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ انسان کی مادی وروحانی زندگی میں دعاؤں کا اہم کردار ہوتا ہے ، دعا دراصل اللہ سے کچھ لینے کا آسان نسخہ ہے، امراض وآلام، حوادث ومصائب، ہر طرح کے دل شکن اور حوصلہ شکن حالات کو دعاؤں کے ذریعہ ٹالا جاسکتا ہے، اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن وحدیث میں دعاؤں پر کافی زور دیا گیا ہے، سورہ فاتحہ از اول تا آخر دعا کے مضمون پر مشتمل ہے، اور شعبہ ہائے حیات کا کوئی شعبہ ایسا نہیں کہ جس میں نبی ﷺ نے دعاؤں کی تلقین نہ کی ہو۔

دعا کی شرطیں

دنیا کی ہر چیز کسی دوسری چیز کے ساتھ مشروط ہوتی ہے، چنانچہ دعاؤں کی قبولیت کے لئے بھی چند شرطیں ہیں، بنیادی شرطیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱) اکل حلال

کھانے پینے میں حرام سے بچنا، اس کا انسان کی زندگی میں بہت بڑا دخل ہوتا

ہے، اور دین کے تمام اعمال کی قبولیت کا تعلق رزق حلال سے ہے، اگر رزق حلال ہو تو تمام اعمال مقبول ہیں، ورنہ تمام اعمال بیکار ہیں۔

۲) دعا میں حد سے تجاوز نہ کرنا

دعائیں شریعت کی حدود میں رہ کر مانگے، خیر و شر کی ہر جزئیات کو نہ لائے، بلکہ اصول وضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے دعا مانگے۔ عبداللہ ابن مغفلؓ نے اپنے بیٹے کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا:

اللهم انى اسئلك القصر الأبيض عن يمين الجنة ،

تو انہوں نے منع کیا اور کہا :

اے بیٹے جنت کا سوال کرو، اور دوزخ سے پناہ مانگو، میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، عنقریب اس امت میں ایسی جماعت ہوگی، جو دعا اور پاکی میں حد سے تجاوز کرے گی (۱)

۳) اخلاص و یقین کے ساتھ دعا مانگنا

دعا کی قبولیت اسی وقت ممکن ہے، جب کہ مانگنے والے کے دل میں اخلاص ہو، اگر کوئی رسمی دعائیہ کلمات کہے، یا ریا کاری کے ساتھ دعا مانگے تو ایسی دعا قبولیت کے درجہ تک نہیں پہونچ سکتی۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم دعا قبولیت کے یقین کے ساتھ کرو اور جان لو کہ اللہ غافل اور لا پرواہی کے ساتھ دعا قبول نہیں کرتا۔ (۲)

علاج اور دعا

اللہ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ جو دین عطا کیا ہے اس کا ایک حصہ دعا و مناجات اور علاج بھی ہے، اس دنیا میں انسان کا مختلف مصائب و آلام سے دو چار ہونا ایک فطری بات

ہے، لیکن مسلمان کو ان حالات سے گھبرانا نہیں چاہئے، بلکہ قرآن وحدیث کو مضبوطی سے پکڑنا چاہئے، بطور خاص قرآن وحدیث کے اس حصے کو جو دعا اور شفا پر مشتمل ہے، اللہ نے جن لا تعداد نعمتوں سے انسان کو سرفراز فرمایا، ان میں سے سب سے اہم نعمت صحت ہے، اس سے غفلت برتنا اور علاج نہ کرانا تدریجی خودکشی کے مرادف ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

دو نعمتیں ایسی ہیں جس سے لوگ دھوکہ میں رہتے ہیں، صحت اور فراغت (۳)

اگر انسان بیماری میں مبتلا ہو تو وہ اعمال کی ادائیگی میں سدراہ بن جاتی ہے، چنانچہ مرض کا فوری علاج کرانا چاہئے، رسول ﷺ نے روحانی اور جسمانی حفاظت کے لئے جو نسخے اور اعمال بتلائے ہیں وہ سب اپنا ایک خاص اثر رکھتے ہیں، لیکن انسان حصول شفاء کے لئے مختلف ذرائع استعمال کرتا ہے، اور بعض دفعہ حرام چیزوں کے استعمال سے بھی دریغ نہیں کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

حرام اشیاء سے علاج مت کرو (۴)

علاج کے طریقے

امراض ومصائب کو دور کرنے کے تین طریقے ہیں:

۱) دعا ۲) تعویذ ۳) دوا

ان میں سب سے آسان اور مؤثر طریقہ دعا ہے (۵)

دعا سے علاج کے سلسلے میں ابن قیمؒ کا قول

دعا اور توجہ الی اللہ سے جو کام ہوتا ہے، وہ اطباء کے علاج سے نہیں ہوتا اور دعا کی تاثیر، امراض ومصائب میں ادویہ بدنیہ کی تاثیر اور اس کے فعل سے کہیں بڑھ کر ہے اور اس کا تجربہ بھی کیا گیا ہے۔ (۶)

چند مسنون دعائیں عصر حاضر کی بیماریوں کے تناظر میں

آج دنیا میں ایسی بیماریاں بھی وجود میں آئی ہیں کہ اطباء اس کا علاج کرنے میں ناکام ہیں، اگر علاج ہے بھی تو لوگوں کے پاس اتنی مالی فراوانی نہیں کہ ان کا علاج کرا سکیں، لہذا ہمیں ایسے حالات میں دعاؤں کو مضبوطی سے تھام لینا چاہئے، ذیل میں چند ایسی دعائیں قلمبند کی جاتی ہیں جو ان بیماریوں کو دفع کرنے میں بڑا کام دیتی ہیں، بشرطیکہ اخلاص و یقین کے ساتھ دعا مانگیں۔

جذام اور برص سے حفاظت کی دعا

رسول اللہ ﷺ جذام اور برص سے ان کلمات کے ذریعہ پناہ مانگتے تھے

اللهم انی اعو ذبك من البرص والجذام (۷)

پیشاب بند ہوجانے اور پتھری کے لئے دعا

ایک شخص نے ابو درداءؓ کے پاس آکر عرض کیا کہ میرے والد کو پیشاب کے بند ہونے کی شکایت ہوگئی ہے اور پتھری کی بیماری لاحق ہوگئی ہے، حضرت ابو درداءؓ نے رسول ﷺ کی بتائی ہوئی یہ دعا ان کو سکھلائی:

ربـنـا الله فی السماء ،تقد س اسمك ،امر ك فی السماء
والا رض ،واغـفـر لـنـا حـوبـنـا وخـطـايانا انت رب
الـطيبـن فـانزل شفاء من شفاء ك ورحمة من رحمتك
علی هذاالوجع (۸)

آنکھ دکھنے کی دعا

رسول اللہ ﷺ کو یا آپ کے اصحاب یا گھر والوں کی آنکھ دکھتی تو وہ ان کلمات کے ذریعہ دعا مانگتے تھے:

اللهم متعنی ببصری ،واجعله الوارث منی و أرني فی
العد و ثاری ،وانصرنی علی من ظلمنی (۹)

پھوڑے پھنسی سے نجات کی دعا

حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ جب کسی کو کوئی تکلیف پہونچتی یا پھوڑا پھنسی ہو جاتی تو نبی ﷺ اپنی شہادت کی انگلی زمین پر رکھ کر یہ دعا پڑھتے:

بسم الله تر بة أرضنا بريقة بعضنا يشفی به سقيمنا
بإذن ربنا(۱۰)

بخار کی دعا

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کو بخار سے اچھا ہونے کے لئے یہ دعا سکھلاتے تھے:

بسم اللـه الكبير أعو ذ بالله العظيم من شركل عرق
نعار ومن شر حر النار(۱۱)

حوالہ جات

(۱)ابوداؤد حدیث نمبر:۹٦
(۲)ترمذی، حدیث نمبر:۳۴۷۹
(۳)المعجم الاوسط، حدیث نمبر:٦١٦٣
(۴)ابوداؤد، حدیث نمبر:۳۸۷۴
(۵)عملیات وتعویذات شریعت کی روشنی میں ص:۱۷
(٦)زادالمعاد ۴/٦۵، موسستہ الرسالہ بیروت
(۷)ابوداؤد، حدیث نمبر:۱۵۵۴
(۸)الدعاء للطبرانی، حدیث نمبر:۱۰۸۲
(۹)مستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر:۸۲۷۲
(۱۰)مسلم حدیث نمبر:۲۱۹۴
(۱۱)ترمذی حدیث نمبر:۲۰۷۵

روحانی علاج-----ایک تحقیقی جائزہ

مولوی عبدالحمید قاسمی

روحانی علاج ایک ایسا فن ہے جس سے دینی ودنیوی دونوں طرح کے امراض اورمصائب وآلام سے نجات حاصل کیا جاسکتا ہے،خواہ وہ پریشانیاں یا امراض جسمانی ہوں یا روحانی، یہ فن ہر دو کے لئے یکساں مفید وکارگر ہے،قرآن وحدیث،اقوال صحابہ کرامؓ اور اسلاف عظامؒ کی تائیدات کے ذریعہ اس کا جواز ثابت ہے،البتہ اس کے جواز وعدم جواز میں چند قیود وشرائط قابل لحاظ ہیں،جن کوملحوظ رکھے بغیر اس متبرک فن سے مستفید ہونا ناممکن ہے؛اس لئے کہ قرآن وحدیث سے استفادہ حدود شریعت میں رہتے ہوئے کرنا چاہئے؛لیکن ہائے افسوس کہ طمع ولالچ نے اس عظیم الشان فن کو ذریعہ معاش اور دھوکہ بازی کا زینہ بناتے ہوئے اورلوگوں کے ایمان وعقائد کوداؤ پر لگاتے ہوئے اس کو بدنام ورسوا کرنے میں کوئی کسرنہیں اٹھارکھی ہے۔

روحانی علاج میں اولا یہ اصول ذہن نشین رہے کہ دنیا میں بڑے سے بڑا جن،شدید سے شدید تر جادواور عظیم سے عظیم دشمن بھی اسی وقت کسی شخص کونقصان پہنچاسکتا ہے؛ جب کہ اس میں خداوند قدوس کی مرضی وفیصلہ شامل ہو،ورنہ چاہے ساری دنیا ایڑی چوٹی کا زور لگالے اس کا بال بھی بیکانہیں کرسکتی۔

روحانی علاج اور طب کے درمیان مابہ الامتیاز

روحانی علاج اور طب میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے، دونوں ہی امراض ومشکلات پر قابو پانے کے ذرائع ہیں، عملیات بھی دوا کی طرح ایک ظاہری تدبیر ہے، لیکن بنظر غائر دیکھا جائے تو عملیات میں فتنہ ہے اور دواؤں میں فتنہ نہیں۔اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عامل کو عموما بزرگ وبرتر خیال کیا جاتا ہے، اور طبیب کی جانب بزرگی کا تصور نہیں ہوتا، عوام عملیات کو ظاہری تدبیر سمجھ کر اختیار نہیں کرتے ، بلکہ آسمانی وملکوتی چیز سمجھ کر اختیار کرتے ہیں(۱) عوام الناس ڈاکٹر کے علاج کو دنیوی کام سمجھتے ہیں اور عامل کے علاج کو دینی کام خیال کرتے ہیں(۲)

روحانی علاج کی ضرورت

اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ بے شمار لوگ جنات وجادو کا شکار ہوتے ہیں، جب کہ قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا صحیح روحانی علاج کرنے والے لوگ شاذ ونادر ہی دکھائی دیتے ہیں، جس کی وجہ سے آسیب زدہ مریض ایسے لوگوں (عاملوں، نجومیوں وغیرہ) کے پاس جاتے ہیں ، جو مریض کا علاج کرنے کے بہانے ان سے کفریہ وشرکیہ اعمال کا ارتکاب کرواتے ہیں، جب کہ بھاری بھاری فیسیں اس پر مستزاد ہوتی ہیں اور اس طرح مریض دین ودنیا دونوں طرف سے نقصان اٹھاتے ہیں، اگر غور کیا جائے تو یہ لوگوں کی مجبوری بھی ہے؛ اس لئے کہ عوام تو بالکل جاہل ہوتی ہے اور مصیبت زدہ لوگوں کو جب قرآن وسنت کے مطابق روحانی علاج کرنے والے عامل نہیں ملتے تو وہ ایسے نام نہاد عاملوں کے پاس جاتے ہیں، جو ان سے شرکیہ کام کرواتے ہیں، اس نقطہ نظر سے روحانی علاج کی ضرورت واہمیت بہت بڑھ جاتی ہے، جب کہ قرآن وسنت کے مطابق روحانی علاج کرنا کوئی مشکل کام بھی نہیں ہے، لہذا روحانی علاج کا مکمل ومستند طریقہ جو سنت نبوی اور صحابہ کرامؓ اور اسلاف سے ثابت ہے ،اسے دیندار لوگ سیکھیں اور مریضوں کا علاج کرکے انہیں قرآن وسنت کے مطابق زندگی

گذارنے کا پابند بنا کر عنداللہ ماجور ہوں (۳)

روحانی علاج کی شرعی حیثیت

جھاڑ پھونک، عملیات وتعویذات دوسرے جائز کاموں کی طرح ایک جائز کام ہے، ہاں اگر اس میں کوئی مفسدہ شامل ہوجائے یا جواز کی شرط نہ پائی جائے تو ناجائز اور معصیت ہے (۴) روحانی علاج کے کئی طریقے ہیں اوران سب کا احادیث سے ثبوت ہے۔

۱) قرآنی آیات پڑھ کر مریض پردم کرنا۔

قرآنی آیات بعض مرتبہ مریض پر پڑھ کر دم کی جاتی ہیں اور اللہ کے حکم سے اس مریض کو شفاء ہوتی ہے، ایک صحابیؓ نے سانپ کے ڈسے ہوئے شخص پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا، تو اس کی برکت سے اللہ نے اس کو شفاء دیدی، نبی کریم ﷺ کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے تصویب فرمائی اور کوئی نکیر نہیں کی (۵)

۲) قرآنی آیات لکھ کر دھونا اور مریض کو پلانا

قرآنی آیات لکھ کر دھو کر مریض کو پلایا جاتا ہے یا تیل پر پڑھ کر متاثر مقام پر لگانے کی تلقین کی جاتی ہے، حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جب کوئی عورت دردزہ میں مبتلا ہو تو ایک کاغذ پر یہ آیت لکھو:

کانهم یوم یرون مایوعدون لم یلبثوا الا ساعة من
نهار بلغ فهل یهلك الا القوم الفاسقون (الا حقاف
:۳۵) کانهم یوم یرونها لم یلبثوا الا عشیة اوضحا
ها (النازعات :٤٦) لقد کان فی قصصهم عبرة لا
ولی الأ لباب(یوسف :۱۱۱)

پھر اسے پاک وصاف پانی سے دھل کر عورت کو پلاؤ اور اس کے پیٹ اور چہرے پر

چھڑکو(۶)

۳) قرآنی آیات کی تعویذ بنا کر مریض کو پہننے کی تلقین کرنا

بعض مرتبہ آیات قرآنیہ لکھ کر بطور تعویذ جسم کے کسی حصہ پر باندھنے کی تلقین کی جاتی ہے اور اس کا ثبوت بھی احادیث سے ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: تم میں سے جس کو اپنے بھائی کو نفع پہنچانے کی استطاعت ہو تو اسے نفع پہنچانا چاہئے (۷) اور تعویذ دینے سے نفع پہنچنے کا تجربہ ہے، لہٰذا اس پر عمل میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وهذا كتاب انزلناه مبارك (الانعام: ۱۵۵)

اور یہ قرآن ایک کتاب ہے جس کو ہم نے اتارا، بڑی خیر و برکت والی ہے،

لہٰذا اس کا تعویذ بنا کر دینا مریض کے لئے باعث برکت ہوگا۔

۴) آیات قرآنیہ کے نقوش سے علاج کرنا

بعض مرتبہ آیات قرآنیہ کے نقوش سے بھی علاج کیا جاتا ہے، اس کی ضرورت عام طور پر غیر مسلموں کے علاج میں پڑتی ہے، کیوں کہ وہ آیات قرآنیہ کے آداب کی رعایت نہیں کر سکتے، اسی طرح وہ مسلمان جن کی ظاہری حالت دین سے دوری کی ہوتی ہے، تو ان کے لئے بھی یہی طریقہ اپنایا جاتا ہے، اور بعض مرتبہ بغرض سہولت بھی یہ طریقہ اپنا لیا جاتا ہے اور اس کا جواز بھی بزرگوں کی صراحت سے ثابت ہے۔(۸)

تعویذ کے متعلق اسلاف کی رائے

جمہور فقہاء اور ائمہ اربعہ مریض کی گردن یا جسم کے کسی حصہ پر تعویذ باندھنے کے قائل ہیں، حضرت عائشہؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، ضحاکؒ اور ابوجعفرؒ، محمد بن علیؒ، محمد بن سیرینؒ اور سعید بن مسیبؒ اس کے قائل ہیں اور یہی موقف راجح ہے(۹)

تعویذ پر اجرت کا ثبوت

تعویذ ،نقش وغیرہ پر اجرت لینا جائز ہے ، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ چند صحابہ کرامؓ سفر میں تھے ،ایک گاؤں پر گذر ہوا، گاؤں والوں نے ان کو کھانا تک نہ کھلایا، وہاں اتفاقاً ایک شخص کو سانپ نے ڈس لیا ،ایک شخص ان کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ تم میں کوئی منتر پڑھنے والا ہے؟ ایک صحابی تشریف لے گئے اور کہا کہ ہم اس وقت دم کریں گے جب ہم کو ۱۰۰/ بکریاں دو، انہوں نے وعدہ کرلیا، انہوں نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا ،فوراً شفاء ہوگئی اور اس نے حسب وعدہ ۱۰۰/ بکریاں دیدیں ، وہ لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آئے ، بعض صحابہؓ نے کہا کہ ان کا لینا حرام ہے ،بعض نے کہا کہ حلال ہے ، جب حضور ﷺ کے یہاں حاضر ہوئے اور واقعہ آپ ﷺ کی خدمت میں رکھا گیا ،تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ کھاؤ؛ بلکہ میرا بھی حصہ لگاؤ (۱۰)

تعویذ اور سحر وجادو کا حکم

کسی پر سحر وجادو کرنے یا اس کے توڑ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس میں کلمات کفریہ ہوں مثلاً شیاطین یا کواکب وغیرہ سے استعانت ہو تو کفر ہے ،خواہ اس سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے یا نفع اور اگر مباح کلمات ہوں تو اگر کسی کو شرعی اجازت کے خلاف کسی قسم کا نقصان پہنچایا جائے یا کسی ناجائز غرض میں استعمال کیا جائے تو فسق ومعصیت ہے اور اگر نہ نقصان پہنچایا جائے اور نہ کسی ناجائز غرض میں استعمال کیا جائے تو اس کو عرف میں سحر نہیں کہتے ؛ بلکہ عمل یا عزیمت یا تعویذ گنڈہ کہتے ہیں اور یہ مباح ہے (۱۱) اور اگر اس عمل کے کلمات کا ترجمہ اور مطلب معلوم نہ ہو تو کفر کا احتمال ہونے کی وجہ سے اس سے بچنا واجب ہے اور یہی تفصیل تمام تعویذ گنڈوں وغیرہ میں ہے ،جن کا ترجمہ ومطلب معلوم ہوں اور شرعاً جائز ہو اور ناجائز غرض میں استعمال نہ ہو تو ان شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے جائز ہے ورنہ ناجائز ہے (۱۲)

سفلی عمل

اس عمل میں شیاطین سے استعانت ہوتی ہے، سفلی عمل تو اپنی حقیقت کے اعتبار سے ہی گناہ ہے، گو نیت کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو اور نفع کی نیت سے حرام عمل جائز نہیں ہوتا، بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر نیت اچھی ہو اور کسی کو نفع ہو تو سفلی عمل جائز ہے، یہ خیال بالکل غلط ہے(۱۳)

علوی عمل

اسمائے الہیہ وقرآن وغیرہ سے عمل کرنا بھی مطلقا جائز نہیں، اگر کوئی عمل کا فن سیکھے تو اس کو دیکھنا چاہئے کہ نیت کیا ہے؟ اگر جائز کام کے واسطے پڑھے، جیسے حلال نوکری کے واسطے پڑھے یا کوئی شخص مقروض ہو اور وہ ادائے قرض کے لئے پڑھے تو جائز ہے اور ناجائز کام کے لئے علوی عمل بھی ناجائز ہے، مثلا کسی اجنبی عورت کو مسخر وتابع کرنے کے واسطے پڑھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ علوی عملیات میں ایک بات تو یہ دیکھنے کے قابل ہے کہ مقصود جائز ہے یا نہیں، دوسرے یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ کلمات طیب ہیں یا نہیں؟ نیز غیر مشروع وناجائز کلمات کا استعمال نہ ہونا چاہئے، اگر علوی عمل میں خبیث الفاظ نہ ہوں؛ مگر طیب بھی نہ ہوں تو بھی اس سے بچنا ضروری ہے(۱۴)

ناجائز اغراض کے لئے تعویذ اور اس کی مثالیں

۱) کوئی تسخیر کا عمل پڑھتا ہے جس کی حقیقت قلوب کو مغلوب کرنا ہے، جس میں ایک درجہ کا جبر ہوتا ہے، عمل کے ذریعہ سے ایسا جبر ڈالنا حرام ہوگا، خصوصا جب کہ تسخر کے ذریعہ کسی ناجائز کام کا ارادہ ہو، جیسے کسی عورت وغیرہ کو مسخر کیا جائے۔ بعض لوگ میاں بیوی میں عمل کے ذریعہ لڑائی اور تفریق کردیتے ہیں، جو بالکل حرام ہے۔(۱۵)

۲) بعض لوگ شرعی استحقاق کے بغیر اپنے دشمن کو ہلاک کردیتے ہیں۔

۳) بعض لوگ مقدمہ میں فتح یابی کا تعویذ سب کو دے دیتے ہیں، چاہے وہ حق پر ہو یا نہ ہو۔

۵) بعض عملیات میں جنات کو جلایا جاتا ہے، جس کی ممانعت حدیث میں وارد ہے، الا یہ کہ واقعی مجبور ہی ہو جائے، مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے۔

۶) بعض لوگ خون سے تعویذ لکھتے ہیں، حالانکہ بہنے والا خون مثل پیشاب کے ہے، لہذا ایسا کرنا غلط ہے۔

ایسے اغراض ومقاصد سب حرام ومعصیت ہیں، اسی لئے ان اغراض کے لئے عملیات بھی ناجائز ہے، اگرچہ وہ عملیات فی نفسہ جائز ہوں (۱۶)

روحانی علاج کے سلسلے میں بعض خرابیاں

روحانی علاج کے جتنے مثبت نتائج ہیں، اتنے ہی منفی نتائج ہیں، خصوصا روحانی علاج سے لوگوں کے عقیدہ میں فساد پیدا ہو جاتا ہے، بعض لوگوں کو تعویذ کے حوالے سے عقیدہ میں غلو ہوتا ہے کہ ضرور نفع ہوگا اور اگر نفع نہ ہوا تو اسمائے الہیہ سے غیر معتقد ہو جاتے ہیں، حالانکہ تعویذ پر جو آثار مرتب ہوتے ہیں وہ منصوص نہیں ہیں اور نہ ان کا کہیں وعدہ ہے، یہ سب گڑ بڑی جاہل عاملوں کی بدولت پیدا ہو رہی ہے، اس کی وجہ سے عوام کے عقائد بہت خراب ہو رہے ہیں، جن کی اصلاح کی سخت ضرورت ہے (۱۷)

بعض جاہل عورتیں بچوں کی بیماری میں یا اولاد ہونے کی آرزو میں حد سے تجاوز کرتے ہوئے خلاف شرع کام کرنے لگتی ہیں، کہیں فال کھلواتی ہیں، کہیں چڑھاوے چڑھاتی ہیں، کہیں واہی تباہی منتیں مانگتی ہیں، کہیں کسی کو ہاتھ دکھاتی ہیں، بددین اور ٹھگ لوگوں سے تعویذ گنڈے، جھاڑ پھونک کراتی ہیں، بلکہ بعض جاہل عورتیں تو ایسے وقت میں ستیلا بھوانی تک کو پوجنے لگتی ہیں، جس سے دین بھی خراب ہوتا ہے اور گناہ بھی ہوتا ہے، بلکہ بعض باتوں سے تو

آدمی کافر و مشرک ہوجاتا ہے اور بعض دفعہ ایسے لوگ کچھ روپئے پیسے، کپڑے، غلہ، مرغا اور بکرے وغیرہ بھی وصول کرلیتے ہیں، کبھی کبھی ایسے لوگوں کے پاس عورتوں کے آنے جانے یا بات چیت کرنے سے ان کی نیت بگڑ جاتی ہے، آبرو کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، غرض ہر طرح کا نقصان ہے اور پھر بھی ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے (۱۸)

عملیات وتعویذات کو مستقل ذریعہ معاش بنالینا

موجودہ دور میں ان گنت افراد نے اس مبارک علم وفن کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے، اس پر اپنی کمائی کو منحصر کر رکھا ہے اور عملیات میں جائز وناجائز کا فرق کئے بغیر روپئے اینٹھنے کی فکر میں لگ رہے ہیں، عوام الناس کے ایمان وعقائد کو فاسد کرنے میں ذرہ برابر حرج محسوس نہیں کرتے، ایسا کرنا شریعت کی رو سے قطعا درست نہیں ہے۔

خلاصہ کلام

اس علم وفن سے حدود شریعت میں رہتے ہوئے استفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، تقوی وللہیت کے ذریعہ اس میں قوت وتاثیر پیدا ہوتی ہے، اس لئے ہر وہ شخص جو اس علم سے مستفید ہونا چاہے اس پر لازم ہے کہ تقوی و پرہیزگاری کے دامن کو مضبوطی سے تھام لے اور موثر حقیقی اللہ رب العزت ہی کو تسلیم کرتے ہوئے روحانی علاج سے نفع حاصل کرے اور تمام تر مفسدات وخرافات سے اپنے دامن کو بچائے، نیز اپنے رشتہ دار و اقارب اور متعلقین کو بھی ان خرابیوں سے باخبر کرتے ہوئے ان سے کوسوں دور رہنے کی تلقین کرے، اور اس سے بذات خود اور دوسروں کو بھی نفع وفائدہ بہم پہنچانے کی کامیاب کوشش وسعی پیہم کرے، تاکہ یہ حضرات ڈھونگی ودھوکہ باز عاملین کی جعل سازی ودغابازی سے محفوظ رہتے ہوئے اپنے عقائد کے فساد اور اعمال کے حبط ہونے اور کفر وشرک میں مبتلا ہونے سے بچے رہیں۔

حوالہ جات

(۱) عملیات وتعویذات اور اس کے شرعی احکام: ۷۰)
(۲) ملفوظات حکیم الامت ۲/۵۱۰
(۳) جنات کا پوسٹ مارٹم: ۴۲۷
(۴) عملیات وتعویذات: ۱۸
(۵) صحیح بخاری، باب ما یعطی فی الرقیۃ حدیث نمبر: ۲۲۷۶
(۶) الاداب الشرعیہ: ۳/۷۱
(۷) مسلم شریف حدیث نمبر: ۲۱۹۹
(۸) فتاوی محمودیہ ۲/۴۷
(۹) جنات جادو اور نظر لگنا: ۱۲۴
(۱۰) عملیات وتعویذات: ۱۶۶
(۱۱) بیان القرآن ۱/ ۵۷
(۱۲) عملیات وتعویذات: ۹۹
(۱۳) عملیات وتعویذات: ۹۹
(۱۴) عملیات وتعویذات: ۱۳۷
(۱۵) عملیات وتعویذات: ۱۳۷
(۱۶) ملفوظات حکیم الامت: ۴۲۵
(۱۷) بہشتی زیور ۹/۸۳

علاج ومعالجہ میں نبوی طریقۂ کار

مولوی افضال اختر قاسمی

اللہ رب العزت کے بے شمار انعامات واحسانات (۱) میں سب سے عظیم نعمت، اور بنی آدم پر سب سے بڑا احسان، محسنِ انسانیت، رحمتِ عالم ﷺ کی بعثتِ طیبہ ہے (۲) کیونکہ آپ ﷺ کی مقدس ذات ہی کے ذریعہ انسانیت کو مکمل ضابطۂ حیات ملا (۳) دین حق اور انعاماتِ الٰہیہ کی تکمیل ہوئی (۴) چنانچہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین کے خطاب سے نوازا ہے (۵) اور آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور ذاتِ مقدس کو پوری انسانیت کے لئے بہترین نمونہ اور آئیڈیل قرار دیا ہے (۶)

ہر موڑ پر چراغ لئے آپ ﷺ ہی ملے

یوں تو آپ ﷺ کی تشریف آوری اور بعثتِ طیبہ کا اصل مقصد دینِ حق اور علمِ توحید کی سرفرازی وسربلندی اور گمراہ انسانیت کو راہ حق وصداقت سے روشناس کرانا تھا (۷) لیکن آپ ﷺ کی بعثت ونبوت چونکہ ہمہ گیر تھی (۸) پوری کائنات کے لئے رحمت (۹) اور تمام انسانوں کے لئے نمونہ تھی (۱۰) لہذا آپ ﷺ نے زندگی کے ہر موڑ پر انسانیت کی مکمل رہنمائی فرمائی، اور کسی بھی شعبۂ حیات کو تشنہ نہیں چھوڑا، چنانچہ امراض جسمانی کا علاج بھی اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ احادیث کے ذخیروں میں موجود ہے، اور شعبۂ میڈیکل اور طبابت کا میدان

بھی یہ گلہ نہیں کرسکتا کہ ہمارا دامن زبان رسالت کے گوہر آبدار سے خالی ہے، الغرض آج پوری دنیا یہ کہنے پر مجبور ہے، ع ہر موڑ پر چراغ لئے آپ ہی ملے

صحت وتندرستی کی اہمیت اور نبوی فرامین

اس حقیقت سے کسی بھی فردِ انسان کو مجالِ انکار نہیں کہ صحت وتندرستی دنیا کی اہم ترین نعمتوں میں سے انتہائی اہم نعمت ہے؛ چنانچہ آپ ﷺ نے مختلف موقعوں سے صحت وتندرستی کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے؛ صحت منداور طاقتور مومن کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے (۱۱) صحت وتندرستی کو منجملہ ان تین نعمتوں میں ذکر فرمایا ہے جن کو آپ ﷺ نے پوری دنیا کے مساوی قرار دیا ہے (۱۲) آپ ﷺ نے صحت کو نعمت قرار دیتے ہوئے اس سے لاپرواہی برتنے والوں کو ''مغبون'' (یعنی دھوکہ میں پڑا ہوا) کہا ہے۔ (۱۳) نیز آپ ﷺ صحابہ کرام کو صحت وعافیت کی دعا کی ترغیب دیتے تھے۔ (۱۴) اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ صحت وعافیت کی دعا سے بڑھ کر اللہ تعالی کے نزدیک کوئی دعا نہیں ہے (۱۵) ایک حدیث شریف حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

> بلاشبہ سب سے پہلی نعمت جس کے متعلق قیامت کے دن سوال کیا جائے گا وہ یہ ہے کہ کیا ہم نے جسمانی صحت وتندرستی عطا نہیں کی تھی، اور ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا۔ (۱۶)

معلوم ہوا کہ نعمتوں میں سب سے پہلے جسمانی صحت وتندرستی کے بارے میں سوال ہوگا۔ مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے:

> جسمانی صحت ایمان کے بعد سب سے بڑی نعمت ہے (۱۷)

علاج ومعالجہ کا تاریک دور

آفتابِ رسالت ﷺ کے طلوع سے قبل پوری دنیا میں علاج ومعالجہ، مریض اور

امراض کے تعلق سے بے انتہاء توہم پرستی پھیلی ہوئی تھی، بیماریوں کو عذاب اور گناہوں کی سزا تصور کیا جاتا تھا، مریضوں سے نفرت کی جاتی تھی اور علاج ومعالجہ پر سحر اور جادو کا اثر نمایاں تھا۔ (۱۸) دور جاہلی میں مذکورہ بالا خرابیوں کے علاوہ بھی بہت سی خرابیاں علاج ومعالجہ کے تعلق سے پائی جاتی تھیں؛ توہمات اور شرکیہ الفاظ پر مبنی منتر، جھاڑ پھونک (۱۹)، جادوگروں اور کاہنوں کے علاج ومعالجہ کا طریقہ رائج تھا۔ (۲۰) ایک بڑی خرابی یہ تھی کہ وہ لوگ علاج ومعالجہ کو سببِ حقیقی اور مؤثر بالذات سمجھ بیٹھے تھے؛ جیسا کہ ''کَــــی'' سے ممانعت والی حدیث شریف کے تحت محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود بغویؒ نے لکھا ہے (۲۱) الغرض علاج ومعالجہ اور فنِ طب پر جہالت وتوہمات کا تاریک پردہ پڑا ہوا تھا۔

آفتاب نبوت کی جلوہ افروزی اور فن طبابت کا ارتقاء

۱۲/ ربیع الاول بروز پیر واقعۂ فیل کے سال آفتابِ نبوت ورسالت طلوع ہوا، محسن ِانسانیت، رحمتِ عالم ﷺ کی تشریف آوری ہوئی (۲۲) کفر وشرک اور جہالت کی تاریکیاں چھٹنے لگیں، اور اسی کے ساتھ فنِ طب کو بھی بلندی اور ارتقاء حاصل ہوا، توہمات پر مشتمل جھاڑ، پھونک، جادو اور کہانت کے بجائے علاج ومعالجہ کی تحقیق وریسرچ کا روشن دور شروع ہوا۔

نبوی فرمودات فن طب کی تحقیق وریسرچ کا سرچشمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

> اللہ تعالی نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں کی، جس کے لئے علاج اور شفا پیدا نہ فرمایا ہو (۲۳)

احادیث کی دیگر کتابوں میں بھی اس مضمون کی حدیث ہے (۲۴) یعنی ہر مرض کا علاج اور اس کی دوا ہے، خواہ امراضِ ظاہرہ ہوں یا باطنہ اور چاہے مرض نازل ہو چکا ہو یا ہونے والا ہو۔ (۲۵)

اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے فنِ طب اور میڈیکل سائنس کی تعلیم و تعلم کی ترغیب دی ہے (۲۶) اور اس کی تحقیق وریسرچ کے اوپر ابھارا ہے (۲۷) کیونکہ اطباء کو جب معلوم ہوگا کہ ہر مرض کی دوا ہے، تو اس کی تحقیق وریسرچ میں اپنی قوت وصلاحیت لگائیں گے (۲۸) الغرض نبوی ﷺ فرامین نے فن طب کی تحقیق وریسرچ کے حوالے سے اطباء کو کافی بلند حوصلہ عطا کیا ہے، لہذا فن طبابت کی ترقی درحقیقت حدیث شریف کی عملی شرح اور اس کا حقیقی مصداق ہے۔ (۲۹)

کیا علاج ومعالجہ توکل کے منافی ہے؟

علاج ومعالجہ کے لئے اسباب اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں ہے؛ کیونکہ شریعتِ مطہرہ نے اس کا حکم دیا ہے؛ چنانچہ ایک حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

یا عباد الله ! تداووا (۳۰)

اے اللہ کے بندوں علاج ومعالجہ کراؤ

علاوہ ازیں توکل کا محل قلب ہے، جب کہ اسباب ووسائل کا تعلق اعضاء وجوارح سے ہے (۳۱) تو پھر دونوں میں منافات کیونکر ہوسکتا ہے؟

توکل علی اللہ کی حقیقت

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ہر مرض کی دواء ہے، پس جب دوا بیماری کے موافق ہوجائے تو اللہ کی مشیت سے شفا ہوتی ہے (۳۲)

اس حدیث شریف میں علاج ومعالجہ کی ترغیب کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح فرمادیا گیا کہ توکل علی اللہ ضروری ہے؛ کیونکہ شفایابی اللہ کی مشیت سے ہوتی ہے؛ لہذا حقیقی اور شرعی توکل یہ ہے کہ اسبابِ ظاہرہ کو بروئے کار لایا جائے؛ لیکن قلبی توجہ صرف اور صرف مسبب

الاسباب اور خالقِ کائنات کی جانب رہے (۳۳)

نبوی علاج ومعالجہ اور حفظ ماتقدم

نبوی فرمودات (متعلقہ علاج ومعالجہ) کی یہ امتیازی شان اور انفرادی خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ نے زندگی کے ہر موڑ پر ایسی رہنمائی فرمائی ہے، جو جسمانی امراض سے حفاظت کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

جسم کا حق

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

تمہارے جسم کا تمہارے اوپر حق ہے (۳۴)

یعنی مباح اور شرعی طریقے پر جسم کی بشری ضرورتیں پوری کی جائیں، مثلا: کھانا، پینا اور آرام جن سے جسم کی صحت وقوت برقرار رہتی ہے (۳۵)

صفائی ستھرائی

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

صفائی ستھرائی نصفِ ایمان ہے (۳۶)

چنانچہ آپ ﷺ نے صحن (۳۷) اور جسمانی صفائی ستھرائی کی ہدایت فرمائی ہے (۳۸) اسی طرح آپ ﷺ نے خصالِ فطرت والی حدیث (۳۹) میں جن امور کا حکم دیا ہے، وہ تمام جسمانی صفائی ستھرائی اور صحت وتندرستی کے لئے انتہائی اہم ہیں، ابوعبداللہ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدیؒ نے خصالِ فطرت والی حدیث کے تحت اس کی صراحت کی ہے (۴۰)

کھانا

آپ ﷺ نے ضرورت سے زیادہ کھانے کو ناپسند فرمایا ہے، زیادہ کھانے والوں کے پیٹ کو بدترین برتن سے تعبیر فرمایا ہے، اور کھانے کے سلسلے میں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ پیٹ کے

تین حصے کئے جائیں، ایک حصہ کھانے کے لئے، ایک حصہ پانی کے لئے اور ایک حصہ سانس لینے کے لئے خالی رہے(۴۱)

اس نبوی ہدایت میں دراصل انسان کی تخلیقی اجزائے ثلاثہ (مٹی، پانی اور ہوا) کی مکمل رعایت ہے (۴۲) لہذا کھانے کی یہ مقدار صحت کے لئے نہایت نفع بخش ہے (۴۳) گویا حدیث شریف میں حفظانِ صحت کے تعلق سے مکمل رہنمائی ہے، جس کی خلاف ورزی جان لیوا اور مہلک بیماریوں کا باعث ہے (۴۴)

پانی

نبی کریم ﷺ شیریں، ٹھنڈا پانی نوش فرماتے تھے (۴۵) کیونکہ ایسا پانی صحت کے لئے بے حد مفید ہے، (۴۶) نیز آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ (۴۷) ابن القیم الجوزیہؒ نے اس کے متعدد طبی نقصانات کا ذکر کیا ہے (۴۸) نیز علامہ قسطلانیؒ نے لکھا ہے کہ کھڑے ہوکر پانی پینے والا جگر اور حلق کے درد میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ (۴۹) علامہ حمزہ محمد بن قاسمؒ لکھتے ہیں کہ جو شخص جسمانی بیماریوں سے جسم کی حفاظت اور مشروب سے مکمل استفادہ چاہتا ہے، وہ اپنے اوپر بیٹھ کر پانی پینے کو لازم کرلے (۵۰)

اسی طرح نبی رحمت ﷺ نے تین سانسوں میں پانی پینے کی ہدایت دی ہے (۵۱) اور یکبارگی اونٹ کی طرح پانی پینے سے منع فرمایا ہے (۵۲) امام مناویؒ نے لکھا ہے کہ یکبارگی پانی پینے کی ناپسندیدگی پر اطباء کا اتفاق ہے، اور اہل طب کہتے ہیں کہ اس طرح پانی پینے سے بہت سی ایسی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں، جن کا علاج دشوار ہے (۵۳)

نفسیاتی علاج اور نبوی فرامین

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ جس قدر قوتِ مدافعت ہوگی، اتنی جلد شفایابی حاصل ہوگی (۵۴) اس سلسلے میں رحمتِ عالم ﷺ کی ایسی حکیمانہ فرمودات ہیں، جن سے مریض کی قوتِ

مدافعت دوبالا ہوجاتی ہے، مثلا: نبی کریم ﷺ نے مصائب وامراض کے وقت استر جاع (انـالله وانااليه راجعون) کی تعلیم دی ہے(۵۵) جب بندہ مصائب کے وقت اللہ تعالی کے فیصلے سے راضی ہوکر سرِ تسلیم خم کر دے گا، اور صبر کرے گا تو مصیبتیں ہلکی ہو جائیں گی، اور اس کی سختی اور شدت میں کمی آ جائے گی(۵۶)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر مرض کی دوا ہے(۵۷) ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ نبوی ﷺ فرمان مریض کے نفس کی تقویت اور تخفیفِ مرض کا ذریعہ ہے(۵۸) اسی طرح نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس مسلمان کو کوئی غم، اذیت و بیماری اور حزن پہنچے یہاں تک کہ کانٹا بھی چبھے، تو ان تکالیف کی وجہ سے اللہ تعالی ان کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے(۵۹) یقیناً یہ مژدہ جان فزا بیماروں کے لئے بے انتہا قوتِ مدافعت کا ذریعہ ہے۔

عیادت

عیادت کرنے سے مریض کی پریشانیاں ہلکی ہوجاتی ہیں، جیسا کہ مروی ہے: نبی کریم ﷺ مریض کی عیادت کرتے تھے(۶۰) نبی کریم ﷺ نے مریض کی عیادت کا بھی حکم دیا ہے(۶۱) اور عیادت کرنے والوں کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

> جو مریض کی عیادت کرتا ہے تو گھر واپس آنے تک وہ گویا جنت کے باغ میں ہے(۶۲)

تیمارداری

نبی کریم ﷺ جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو ان کے متعلقین کو حکم دیا کہ اسے حارث بن کلدہ کے پاس لے جاؤ(۶۳) اس سے معلوم ہوا کہ بیمار کے اعزہ واقارب اور دیگر احباب و متعلقین کی ذمہ داری ہے کہ اس کے علاج کی فکر کرے، اور جہاں تک ہو سکے، مریض کی اچھی طرح تیمارداری کرے، جیسا کہ رسول اکرم ﷺ

نے فرمایا:

حتی المقدور اپنے بھائی کو نفع پہنچانی چاہیئے (۶۴)

طبیب کی ذمہ داری

طبیب کی متعدد ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ بغیر علم ومہارت کے علاج نہ کرے، اوراسی طرح جن امراض کو نہ سمجھ سکے، یا اس سلسلے میں اس کو جانکاری نہ ہو تو ان کا بھی علاج نہ کرے، جیسا کہ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا:

جو بغیر علم کے علاج کرے تو وہ ذمہ دار ہے (۶۵)

اس حدیث شریف میں کسی بھی فن کے اندر بغیر مہارت کے اقدام کی ممانعت ہے، خواہ طب ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور فن، چنانچہ جو پیش قدمی کرے گا وہ گنہ گار ہوگا (۶۶) اس کے برعکس جو طبیب مہارت رکھتا ہو، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ علاج کرے، اور مریض کی شفایابی کے لئے بھرپور کوشش کرے، جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

جو اپنے بھائی کو نفع پہنچانے کی قدرت رکھتا ہو، اسے ضرور ایسا کرنا چاہیئے (۶۷)

ماہر اطباء سے علاج کی ہدایت

سعد بن ابی وقاص ؓ کی بیماری میں آپ ﷺ نے حارث بن کلدہ سے علاج کروانے کا حکم دیا، (۶۸) جو اس وقت کا ماہر طبیب تھا (۶۹) اسی طرح ایک شخص کو زخم ہو گیا تو علاج کے لئے دو طبیب کو بلایا گیا، نبی رحمت ﷺ نے ان دونوں پر نظر انتخاب ڈالی، تا کہ معلوم ہو سکے کہ ماہر طبیب کون ہے (۷۰)

ان دونوں نبوی ﷺ واقعہ سے معلوم ہوا کہ علاج ومعالجہ کے لئے ماہر طبیب کا انتخاب کرنا چاہیئے۔

پرہیز

نبی رحمت ﷺ نے حضرت علیؓ کو ان کی بیماری اور کمزوری کے سبب کھجور کھانے سے منع فرما دیا تھا (۷۱) اسی طرح حضرت صہیبؓ کو آشوبِ چشم کی وجہ سے خرما سے پرہیز کی ہدایت دی تھی (۷۲) نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالی جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں: تو دنیا سے اس کی اس طرح حفاظت فرماتے ہیں، جیسا کہ تم بیمار کو پانی سے بچاتے ہو (۷۳)

معلوم ہوا کہ بیماریوں میں مضر اشیاء سے پرہیز سنتِ نبوی ہے۔

خلاصہ

اپنی یکتائی پہ نازاں تھا وہ شوخ　　آئینہ دیکھا تو حیرت ہوگئی

علاج ومعالجہ میں نبوی طریقہ کار کی یہ ادنی سی جھلک ہے، جس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ طب نبوی ﷺ میں انسانی ضرورتوں کے مطابق تمام طرح کی خوبیاں موجود ہیں، لیکن افسوس!

غیروں سے مانگتے پھرتے ہیں مٹی کے چراغ
اپنے خورشید پہ پھیلا دئے سائے ہم نے

لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ زندگی کے دیگر شعبوں کے ساتھ ساتھ علاج ومعالجہ میں بھی ذات مقدس ﷺ کو نمونہ اور آئیڈیل بنایا جائے، اور علاج ومعالجہ کے جملہ امور میں نبوی ﷺ احکام وفرامین کو پیش نظر رکھا جائے۔ احقر اس شعر کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہے۔

فضول سمجھ کر جسے بجھا دیا تم نے
وہی چراغ جلاؤ تو روشنی ہوگی

حوالہ جات

۱) النحل:۱۸ ۲) آل عمران:۱۶۴۔تفسیر القرطبی ۱/ ۴۳۱، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، تفسیر الخازن ۱/ ۲۹۹، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر ، بیروت لبنان

۳) الکہف:۱ ۴) المائدہ: ۳ ۵) الحج:۱۰۷ ۶) الاحزاب:۲۱

۷) الصّف:۹ ۸) الاعراف:۱۵ ۹) الحج:۱۰۷ ۱۰) الاحزاب:۲۱

۱۱) صحیح مسلم ۲/ ۳۳۸، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند ۱۲) جامع الترمذی ۲/ ۶۰، مکتبہ الاتحاد دیوبند

۱۳) صحیح البخاری ۲/ ۹۴۹، مختار اینڈ کمپنی دیوبند

۱۴) جامع الترمذی ۲/ ۱۹۱، مکتبہ الاتحاد دیوبند، حدیث السراج رقم الحدیث: ۱۳۱۴، الفاروق الحدیثیہ للطبا والنشر ، سنن ابن ماجہ: ۳۲۷، یاسر ندیم دیوبند ۱۵) جامع الترمذی ۲/ ۱۹۵، مکتبۃ الاتحاد دیوبند

۱۶) جامع الترمذی ۲/ ۳/ ۱۷، مکتبہ الاتحاد دیوبند ۱۷) تحفۃ الاحوذی ۴/ ۲۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

۱۸) تاریخ طب واخلاقیات ۸/ ۱۵۷، غفار منزل، جامعہ نگر نئی دہلی، ۱۱۰۰۲۵

۱۹) صحیح مسلم ۲/ ۲۲۴، یاسر ندیم دیوبند ۲۰) صحیح مسلم ۲/ ۲۳۲، تکملہ فتح الملہم ۴/ ۳۹۲، اشرفیہ دیوبند

۲۱) شرح السنہ للبغوی ۱۲/ ۱۴۶، المکتب الاسلامی بیروت، مرقاۃ المفاتیح ۸/ ۳۴۲، اشرفیہ دیوبند

۲۲) سیرت ابن ہشام ۱/ ۱۲۰، المکتبۃ العصریۃ صیدا بیروت ۲۳) صحیح البخاری ۲/ ۸۴۸، مختار اینڈ کمپنی دیوبند

۲۴) سنن ابی داؤد ۲/ ۵۳۹، یاسر ندیم دیوبند، صحیح مسلم: ۲۲۰۴۔ ترمذی: ۲/ ۲۴

۲۵، بہجۃ قلوب الابرار ۱/ ۱۴۷، مکتبہ الرشد للنشر والتوزیع ۲۶) حوالہ سابق

۲۷) مرقاۃ المفاتیح ۷/ ۲۸۶۰، دار الفکر بیروت۔ ۲۸) زاد المعاد ۴/ ۱۷، موسسۃ الرسالۃ

۲۹) بہجۃ قلوب الابرار ۱/ ۱۴۷، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع ۳۰) جامع الترمذی ۲/ ۲۴، مکتبۃ الاتحاد دیوبند

۳۱) تحفۃ الاحوذی ۳/ ۲۶۸، دار الکتاب العربیہ، بیروت ۳۲) صحیح مسلم ۲/ ۲۲۵، یاسر ندیم دیوبند

۳۳) تفسیر الرازی مفاتیح الغیب ۹/ ۴۱۰، دار احیاء التراث العربی ۳۴) صحیح البخاری رقم الحدیث ۵۱۹۹ ، ۱/ ۳۱، دار طوق النجاۃ ۳۵) فتح الباری ۳/ ۹ ۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ، عمدۃ القاری ۵/ ۵۰۶، زکریا دیوبند ۳۶) جامع الترمذی ۲/ ۱۹۱، مکتبۃ الاتحاد دیوبند

۳۷) سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۷۹۹، شرکۃ مکتبۃ ......مصر ۳۸) المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۵۰۸۷، دار الحرمین القاہرہ ۳۹) صحیح مسلم ۱/ ۱۲۹، یاسر ندیم دیوبند

۴۰) بہجۃ قلوب الابرار ۱/ ۵۹، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع ۴۱) جامع الترمذی ۲/ ۶۳، مکتبہ الاتحاد دیوبند

۴۲) فیض القدیر ۵/۵۰۲، المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر ۴۳) حوالہ سابق
۴۴) الاحادیث الاربعین النوویۃ ۱/ ۸۸، الجامعۃ الاسلامیۃ المدینۃ المنورۃ
۴۵) سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۱۸۹۵، دارالکتب العلمیہ بیروت
۴۶) تحفۃ الاحوذی، رقم الحدیث ۱۸۹۶، ۶/ ۱۷، دارالکتب العلمیہ بیروت
۴۷) صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۱۴، ۲۰۲۵، داراحیاء التراث العربی
۴۸) زادالمعاد ۴/ ۲۲۹، موسسۃ الرسالہ مکتبۃ المنار الاسلامیہ
۴۹) ارشادالساری ۸/ ۲۳۰، المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر
۵۰) منارالقاری ۵/ ۱۹۱ مکتبہ دارالبیان، دمشق ۵۱) صحیح مسلم ۲/ ۱۷۴، یاسر ندیم دیوبند
۵۲) جامع الترمذی ۲/ ۱۰، مکتبۃ الاتحاد دیوبند
۵۳) التیسیر بشرح جامع الصغیر ۱/ ۱۰۹، مکتبۃ الامام الشافعی الریاض
۵۴) زادالمعاد ۴/ ۱۲، موسسۃ الرسالہ مکتبہ المنار الاسلامیہ
۵۵) مسلم شریف ۱/ ۳۰۰، یاسر ندیم دیوبند ۵۶) الادب النبوی ۱/ ۲۵، دارالمعرفۃ بیروت
۵۷) صحیح مسلم ۲/ ۲۲۵، یاسر ندیم دیوبند ۵۸) مرقاۃ المفاتیح ۸/ ۳۴۰، اشرفیہ دیوبند
۵۹) صحیح البخاری ۲/ ۸۴۳، مختار اینڈ کمپنی دیوبند
۶۰) سنن النسائی، رقم الحدیث: ۱۹۸۱، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، حلب
۶۱) صحیح البخاری ۲/ ۸۴۳، مختار اینڈ کمپنی دیوبند
۶۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۳۹ (۲۵۶۸) داراحیاء التراث العربی، بیروت
۶۳) سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۸۷۵، المکتبۃ العصریہ صیدا، بیروت
۶۴) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۶۱، ۲۱۹۹) داراحیاء التراث العربی، بیروت
۶۵) سنن النسائی، رقم الحدیث: ۸۴۳۰، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ حلب
۶۶) بہجۃ قلوب الابرار ۱/ ۱۳۰، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع
۶۷) صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۶۱ (۲۱۹۹) داراحیاء التراث العربی بیروت
۶۸) سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۸۷۵، المکتبۃ العصریہ، صیدا بیروت
۶۹) الطب النبوی لابن قیم: ۶، مکتبۃ الامارات ۷۱) سنن ابی داؤد: ۳۸۵۶، المکتبۃ العصریہ صیدا بیروت
۷۲) سنن ابن ماجہ: ۳۴۴۳، داراحیاء الکتب العربیہ ۷۳) شعب الایمان: ۹۹۶۵، مکتبۃ الرشد، ریاض

طب نبوی میں مفردات سے علاج

مولوی محمد محبوب علی قاسمی

رسول اللہ ﷺ کا فریضۂ منصبی رسالت ونبوت تھا اور آپ ﷺ کی بعثت طیبہ تمام انسانیت کی رشد وہدایت کے لئے تھی، تاکہ گم گشتہ راہ کو منزل کا سراغ مل جائے، اور اقوام عالم کا کوئی فرد ایسا نہ رہے جس کی حیات مستعار کے لئے سیرت پاک میں کوئی نسخہ کیمیاء نہ مل سکے، یہاں تک کہ طبابت کے میدان میں بھی وہ یہ شکایت نہ کر سکے کہ ہمارا دامن زبان رسالت کے گوہر آبدار سے خالی ہے، نیز جس طرح امراض روحانی کے لئے در یتیم کے دربار میں سہل الحصول روحانی علاج موجود ہے، اسی طرح امراض جسمانی کا علاج بھی اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ احادیث کے ذخیروں میں موجود ہے۔

دوا کی اقسام

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ دوائیں دو طرح کی ہوتی ہیں، بعض وہ ہیں جو چند چیزوں سے مل کر بنتی ہیں، آج کل جتنی انگریزی ادویہ ہیں وہ سب مرکب اور چند چیزوں کا مجموعہ ہیں، اور بعض دوائیں وہ ہیں جو کسی آمیزش کے بغیر تنہا ہی دوا کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں، ایسی دوائیں مفردات کہلاتی ہیں، اور فن طب میں مفردات ہی اصل ہیں، چنانچہ علامہ ابن قیم جوزیؒ لکھتے ہیں:

وار باب التجار ب من الاطباء طبهم بالمفردات غالبا (۱)

چنانچہ مختلف احادیث میں تقریبا۹۵/ ادویہ واغذیہ کا تذکرہ ملتا ہے، علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب الطب النبوی میں ایسی ۷۰/ دواؤں کا ذکر کیا ہے، جن کی تجربات کے ذریعہ تصدیق ہوچکی ہے، ان میں کلونجی، شہد اور سرکہ قابل ذکر ہیں، ذیل میں مفردات سے علاج کے متعلق کچھ تفصیلات احادیث کی روشنی میں ذکر کی جاتی ہیں:

کلونجی سے علاج

کلونجی کو فارسی میں شونیز اور عربی میں الحبة السوداء کہتے ہیں، اس کا پودا سونف کے پودے کے مانند ہوتا ہے اور اس کے دانہ کا رنگ سیاہ اور مغز سفید ہوتا ہے، کلونجی کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

بیشک کلونجی ہر بیماری سے شفاء ہے سوائے موت کے (۲)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

کوئی بیماری نہیں ہے، مگر کلونجی میں اس کے لئے شفاء ہے سوائے موت کے (۳)

کلونجی سے متعلق جدید تحقیقات

کلونجی کے بارے میں اطباء کی تحقیق یہ ہے کہ سرد امراض میں بہت نافع ہے، فالج اور رعشہ میں اس کا تیل ملنے سے حیرت انگیز نتائج رونما ہوتے ہیں، باہ، تنگی نفس، سرد کھانسی، درد سینہ اور ریاحی قولنج میں بے حد نفع بخش ہے، اسی طرح زکام، پرانا بخار، مثانے کی پتھری اور یرقان کے لئے لئے بھی نافع ہے (۴)

شہد سے علاج

آپ ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے بھائی

کا پیٹ چل رہا ہے، اور درد بھی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اسقه عسلا ، اس کو شہد پلاؤ، وہ شخص چلا گیا، مگر پھر لوٹ کر آیا اور کہا کہ میں نے اسے پلایا؛ لیکن کچھ افاقہ نہیں ہوا، آپ ﷺ نے دوبارہ شہد پلانے کا حکم فرمایا، وہ چلا گیا، مگر پھر وہی ماجرا، دو تین بار ایسا ہی ہوا، چوتھی بار اس نے آ کر جب حضور ﷺ سے کہا کہ شہد تو پلا رہا ہوں؛ مگر کوئی افاقہ نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

صدق الله وكذب بطن اخيك

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے، تیرے بھائی کا شکم جھوٹا ہے،

اتنا سن کر وہ شخص لوٹا، اور اپنے بھائی کو پھر شہد پلایا، اس بار وہ شفایاب ہو گیا اور اسے صحت مل گئی (۵)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

جو شخص ہر مہینہ تین دن صبح شام شہد چاٹے تو اس کو کوئی بڑی مصیبت نہیں پہنچے گی (٦)

شہد سے متعلق جدید تحقیقات

شہد دافع تعفن ہے، ورموں کو پکاتا ہے اور تحلیل کرتا ہے، بدن کو طاقت بخشتا ہے، اور ہضم میں امداد کرتا ہے، خون میں میٹھے اجزاء کا اضافہ کرتا ہے، اور قبض کو رفع کرتا ہے۔(۷)

مہندی سے علاج

مہندی کو کون نہیں جانتا؛ مگر یہ صرف حسن و زیبائش ہی کے لئے نہیں؛ بلکہ اس میں طبی فائدے بھی ہیں، چنانچہ آپ ﷺ کی خادمہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ کو جب بھی کوئی پھنسی نکلتی یا کانٹا چبھتا تو مجھے حکم فرماتے کہ میں اس پر مہندی لگا دوں (۸)

ایک دوسری حدیث میں ہے:

جب بھی حضور ﷺ کو دردسر ہوتا تو آپ ﷺ اس پر مہندی لگاتے اور فرماتے کہ اللہ کے حکم سے دردسر کے لئے یہ نفع بخش ہے(۹)

مہندی کی جدید تحقیقات

مہندی مسکن الم اور مجفف ہے، ورموں کو تحلیل کرتی ہے، مصفی خون ہے، دردسر کو زائل کرتی ہے، ہاتھ پاؤں کی سوزش کو رفع کرتی ہے، سر کے زخموں کو ختم کرتی ہے، اسی طرح یرقان ، جذام، آتشک اور خارش وغیرہ میں بے حد مفید ہے(۱۰)

سنا سے علاج

سنا کا پودا نصف گز تک بلند ہوتا ہے، اور اس کے پتے مہندی کے پتوں کے مانند ہوتے ہیں، سنا کے بارے میں رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے:

اگر کسی چیز کے ذریعہ موت سے شفا ممکن ہوتی تو وہ سنا سے ہوتی (۱۱)

اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں سنا سے متعلق آپ ﷺ سے روایت کچھ اس طرح نقل کی ہے:

تم لوگ ''سنا'' اور سنوت (شہد) کو لازم پکڑ لو، کیونکہ وہ موت کے سوا ہر مرض کے لئے شفا بخش ہیں(۱۲)

سنا سے متعلق جدید تحقیقات

''سنا''، ملین، مسہل بلغم وسوداء وصفرا، مصفی خون اور قاتل دیدان ہے، آنتوں میں مروڑ پیدا کرتی ہے، نیز محرک قئی ہے، اور وجع مفاصل، دردکمر، وجع الورک، عرق النساء، نقرس اور ضیق النفس میں از حد مفید ہے، اور سدہ قولنج کو کھولتی ہے، اور تنقیۂ دماغ کرتی ہے۔(۱۳)

کھجور سے علاج

کھجور کی قسموں میں اعلی درجہ کی کھجور عجوہ کھجور ہے، جو سحر کا بھی علاج ہے، اور زہر کا تریاق بھی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص صبح کو سات عجوہ کھجوروں کا استعمال کرے گا، اس دن اسے
زہر اور جادو نقصان نہیں پہونچائے گا (١٤)

ایک دوسری حدیث میں ہے:

شاندار اور عمدہ عجوہ کھجوروں میں شفاء ہے، اور صبح کو استعمال کرنا زہر
کا تریاق ہے (١٥)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

العجوة من الجنة وهو شفاء من السم (١٦)

عجوہ جنتی پھل ہے اور زہر سے شفاء کا ذریعہ ہے۔

الغرض عجوہ کے استعمال میں غذائیت کے ساتھ شفاء بھی ہے۔

کھجور کی جدید تحقیقات

عجوہ کھجور کا استعمال زیادہ تر تقویت بدن اور تقویت باہ کے لئے مفید ہے، اور مسخن و مقوی اعصاب ہونے کے باعث بعض بلغمی امراض مثلا درد کمر، درد ورک، وغیرہ میں استعمال کیا جاسکتا ہے، سینہ کو بلغم سے پاک کرتا ہے، اور مسخن ہونے کی وجہ سے سرد مزاجوں کے لئے مفید اور گرم مزاجوں کے لئے مضر ہے، نیز مسمن بدن بھی ہے (١٧)

انجیر سے علاج

انجیر ایک مشہور پھل ہے، مزے میں شیریں اور لذیذ ہوتا ہے، گولر کے پھل سے بہت کچھ مشابہت رکھتا ہے، ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس انجیروں کا ایک تھال بطور تحفہ آیا، تو آپ

ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

کھاؤ! اور آپ نے بھی اس میں سے کھایا، اور کہا: اگر میں کہتا کہ جنت سے ایک میوہ آیا ہے تو کہتا کہ یہی ہے، اس لئے کہ جنت کا میوہ بلا گٹھلی کے ہوتا ہے، اس لئے اس کو کھاؤ، بیشک یہ بواسیر کو دور کرتا ہے، اور نقرس کے لئے نافع ہے (۱۸)

ایک دوسری جگہ ارشاد نبوی ہے:

یہ انجیر ہے، اس کو کھاؤ، اس لئے کہ یہ بواسیر کو ختم کرتا ہے اور نقرس کے لئے نافع ہے۔ (۱۹)

انجیر کی جدید تحقیقات

انجیر کو بطور میوہ بھی کھایا جاتا ہے، اور بطور دواء بھی استعمال کیا جاتا ہے، انجیر ایک کثیر الغذاء میوہ ہے، اسی وجہ سے بدن کو فربہ کرتا ہے اور رنگ بدن کو نکھارتا ہے، اور قبض کو کھولنے اور دمہ کھانسی میں اخراج بلغم کے لئے مفید ہے، معرق ہے، اور فضلات کو ظاہر بدن کی طرف خارج کرتا ہے، اور مواد کو باہر کی طرف رجوع کر کے شدت حرارت میں تخفیف بخشتا ہے، جگر اور طحال کے سدوں کو کھولنے اور ورم طحال کو تحلیل کرنے کے لئے بھی زیادہ مستعمل ہے، نیز اخروٹ کے ہمراہ کھانا تقویت باہ کے لئے بہترین فائدہ مند ہے (۲۰)

قسط سے علاج

قسط کو فارسی میں ''کوستہ'' اور ہندی میں ''گوٹھ'' کہتے ہیں، اس کی دو قسمیں ہیں، ایک قسط بحری ہے، جو سفید ہوتی ہے، اور دوسری قسط ہندی ہے، جو سیاہ ہوتی ہے، اسی کو عود ہندی بھی کہتے ہیں، اس میں تلخ وشیریں دونوں ذائقے پائے جاتے ہیں، قسط کی افادیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

تم اپنے اوپر عود ہندی کو لازم کرلو، کیونکہ اس میں سات امراض سے شفاء ہے، ان میں سے ایک نمونیہ ہے۔(۲۱)

ایک دوسری روایت میں حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں:

ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ ہم نمونیہ کا علاج قسط بحری اور زیتون سے کیا کریں (۲۲)

ایک اور حدیث میں ہے:

رسول اللہ ﷺ نے نمونیہ کے علاج کے لئے ورس قسط اور زیتون کی تعریف کی ہے (۲۳)

قسط کی جدید تحقیقات

قسط بیرونی طور پر جاذب خون، محلل اور مجفف ہے، اندرونی طور پر استعمال کرنے سے مقوی اعضاء رئیسہ اور مقوی اعصاب ہے، اور سینہ کے دردوں کو تسکین دیتا ہے، معدہ اور امعاء کے لئے مقوی اور کاسر ریاح ہے، نیز پیشاب اور حیض کو جاری کرتا ہے اور اوجاع رحم کو تسکین دیتا ہے، کھلانے اور لگانے سے باہ پر اثر کرتا ہے (۲۴)

اثمد سے علاج

یہ ایک مشہور عام نرم پتھر ہے، آج کل اسے آنکھوں کی خوبصورتی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

تم لوگ اثمد کو لازم پکڑو، بیشک یہ نگاہ کو روشنی بخشتا ہے، اور بالوں کو اگاتا ہے (۲۵)

ایک دوسری روایت میں ہے:

تمام سرموں میں بہتر اثمد سرمہ ہے، جو نگاہ کو روشن کرتا اور بالوں

کو اگاتا ہے، (٢٦)

اسی طرح ایک اور حدیث میں سوتے وقت اسے لگانے کا حکم ہے:

علیکم بالإثمد عند النوم فإنه یجلو البصر وینبت الشعر (٢٧)

تم سوتے وقت اثمد لگاؤ، اس لئے کہ وہ آنکھوں کو روشن کرتا ہے، اور بالوں کو اگاتا ہے۔

اثمد کی جدید تحقیقات

سرمہ کو زیادہ تر آنکھوں کو قوت دینے کے لئے تنہا یا مناسب ادویہ کے ہمراہ کھرل کر کے آنکھوں میں لگاتے ہیں، اور باریک پیس کر زخموں پر چھڑکتے ہیں، تازہ زخموں پر چھڑکنے سے خون کے سیلان کو روکتا ہے، حیض کو روکنے کے لئے بطور حمول مستعمل ہے، نکسیر کو بند کرنے کے لئے نفوخ کرتے ہیں، ابتدائے چیچک میں آنکھ، ناک، کان کو چیچک سے محفوظ رکھنے کے لئے ان اعضاء میں لگاتے ہیں (٢٨)

خلاصہ کلام

مذکورہ تفصیل سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ امراض سے شفاء میں طب نبوی کا اہم رول ہے، اور مذکورہ طبی تفصیلات بے حد اہمیت کے حامل ہیں، چنانچہ ان طبی تفصیلات کو دیکھ کر فن طب کے خواص اور حقیقت پسند شہسوار نبی امی کے غلامی میں آنے کو بے چین ہو جاتے ہیں، اسی طرح ہر درد کا درماں اور ہر مرض کی دوا محمد عربی ﷺ کے صندوق حکمت میں اس طرح سجی ہوئی ہے کہ اس کی افادیت کے پیش نظر محمد ﷺ کی غلامی کا قلادہ گردن میں ڈال لینا چاہئے۔

حوالہ جات

(١) زادالمعاد ۴/۱۰
(٢) بخاری حدیث نمبر: ٥٦٨٧

(۳) مسلم حدیث نمبر:۲۲۱۵
(۴) طب نبوی لابن قیم ص:۲۳
(۵) بخاری حدیث نمبر:۵۶۸۴
(۶) ابن ماجہ حدیث نمبر:۳۴۵۰
(۷) خواص الادویہ:۳۸۹
(۸) ترمذی شریف حدیث نمبر:۲۰۵۴
(۹) مسند البزاز حدیث نمبر:۵۸۵۸)
(۱۰) خواص الادویہ:۵۵۲)
(۱۱) مستدرک علی الصحیحین حدیث نمبر:۸۲۳۳
(۱۲) ابن ماجہ: حدیث نمبر:۳۴۵۷
(۱۳) خواص الادویہ:۳۵۵
(۱۴) مسلم شریف حدیث نمبر:۲۰۴۷
(۱۵) مسند ابن ابی شیبہ:۲۳۴۸
(۱۶) السنن الکبری: حدیث نمبر:۶۶۸۲
(۱۷) خواص الادویہ:۲۶۸
(۱۸) الطب النبوی لابن نعیم حدیث نمبر۴۶۷
(۱۹) حوالہ سابق حدیث نمبر:۴۶۸
(۲۰) خواص الادویہ:۹۴
(۲۱) صحیح البخاری حدیث نمبر:۵۷۱۳
(۲۲) ترمذی حدیث نمبر:۲۰۷۰
(۲۳) ابن ماجہ حدیث نمبر:۳۴۶۷
(۲۴) خواص الادویہ:۴۱۹)
(۲۵) ابن ماجہ حدیث نمبر:۳۴۹۵)
(۲۶) ابن ماجہ حدیث نمبر:۳۴۹۷)
(۲۷) ابن ماجہ حدیث نمبر:۳۴۹۶)
(۲۸) خواص الادویہ:۳۴۳

کلونجی طب قدیم اور طب جدید میں

مولوی شیخ ابلاغ الدین قاسمی

اللہ کے رسول ﷺ نے انسانوں کے تمام شعبہائے زندگی میں رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے، صحت و مرض انسانی زندگی کا اہم حصہ ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے متعلق بھی بہت ساری ہدایات دی ہیں، وہ غذائیں اور قدرتی جڑی بوٹیاں جو انسانی صحت کے لئے فائدہ مند ہیں ان کے اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے مختلف امراض کے لئے جو مختلف قسم کی ادویہ تجویز فرمائی ہیں، ان کی تعداد ۹۵/ تک پہونچتی ہے، جب کہ علامہ سیوطیؒ نے اس کی تعداد ۷۰/ شمار کی ہے، جن میں شہد، کلونجی، سنا، قسط (بحری ہو یا ہندی) سفر جل (بہی) عجوہ (خاص قسم کی کھجور) کھمبی، عود ہندی، زمزم، انجیر، زیتون، لبان (خاص درخت کا گوند) تلبینہ (پسے ہوئے جو کا پانی) وغیرہ شامل ہیں۔ (تاریخ الطب :١٦٦، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان) موضوع کی مناسبت سے ذیل میں کلونجی سے متعلق بعض ضروری تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

کلونجی کی اہمیت و افادیت احادیث کی روشنی میں

کلونجی کے بارے میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

خالد بن سعدؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں تھے اور ہمارے

ساتھ غالب بن ابجرؓ بھی تھے ، راستہ میں ابجرؓ بیمار ہوگئے ، جب
قافلہ مدینہ منورہ پہونچا تو ابوعتیقؓ ان کی عیادت کے لئے تشریف
لائے اور کہا تم ان چھوٹے سے کالے دانوں کو اپنے اوپر لازم کرلو
کیونکہ میں نے حضرت عائشہؓ کو بیان فرماتے ہوئے سنا کہ حضورؐ
نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ الحبۃ السوداء (کلونجی) میں سوائے موت کے
ہر مرض سے شفاء ہے(۱)
دوسری روایت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے: کہ انہوں نے حضور ﷺ
کو فرماتے ہوئے سنا:
کلونجی میں ہر مرض سے شفا ہے(۲)

الحبۃ السوداء کا مصداق

الحبۃ السوداء (کلونجی) کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں، اکثر محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد فارسی زبان میں شونیر (کلونجی) ہے، علاوہ ازیں اس کی مختلف تفسیریں یہ ہیں:

(الف) محدث عبداللطیف نے اس کی تفسیر الکمون الہندی (سیاہ زیرہ) سے کی ہے۔

(ب) ابراہیم حربی نے حسن بصری کے حوالے سے اسے رائی کا دانہ قرار دیا ہے۔

(ج) ابوعبیدہ ہروی نے اس کی تفسیر بن کے پھل سے کی ہے، جس کے درخت کا نام ''ضرو'' ہے۔

(د) جوہریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ایک خاص درخت کا گوند ہے جو چھوٹے سائز کا ہوتا ہے اور اکثر یمن میں پایا جاتا ہے۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ الحبۃ السوداء کی تفسیر شونیز سے کرنا دو وجہ سے اولی ہے۔

(الف) شونیز (کلونجی) کے مشہور ہونے کی وجہ سے

(ب) شونیز (کلونجی) کے کثیر المنافع ہونے کی وجہ سے، اسی کو علامہ ابن حجر نے بھی راجح قرار دیا ہے (۳)

کلونجی کی نباتاتی تحقیق

کلونجی کا پودا خودرو اکثر و پیشتر ۴۰/سنٹی میٹر بلند ہوتا ہے، سونف اور زیرہ سے مشابہت رکھتا ہے، اس کا پھول زرد سرخی مائل اور شکل پیاز کے بیجوں سے ملتی ہے، اس پودے کی زراعت زیادہ تر وسط یورپ اور مغربی ایشیاء میں ہوتی ہے اور اس کی فصل برسات میں ہوتی ہے، اس کی چند قسمیں ہیں جو باہم جسامت رنگ اور لمبائی میں متفاوت ہیں، چند حسب ذیل ہیں:

(الف) دمشقی پودا (N.Damascena) اس پودے کی لمبائی ۶۰/سنٹی میٹر اور رنگ زرد و سرخی مائل ہوتا ہے۔

(ب) مشرقی پودا (N.Oraientalis) اس پودے کی لمبائی ۴۰/سنٹی میٹر، پتوں کا رنگ ہرا اور پھولوں کا رنگ زرد ہوتا ہے۔

(ج) ایشیائی پودا (N.Sativa) یہ کثرت سے دستیاب ہے جو تیزی سے بڑھتا ہے، اس کی لمبائی بھی ۶۰/سنٹی میٹر، پتے چھوٹے، پھول زردی مائل اور بیج خوشبودار ہوتے ہیں۔

بخاریٰ اور روس کے محققین نے ایک رپورٹ پیش کی ہے جن میں انہوں نے افریقہ کے بازار میں چھ قسم کے بیج پائے جانے کا تذکرہ کیا ہے، جس کی پوری تفصیل ''الحبة السوداء للحديث النبوی'' نامی تصنیف میں موجود ہے؛ لیکن کلونجی کے کثیر الانواع ہونے کے باوجود اس کی تاثیر شفا ہر قسم کے دانوں میں ہے، صحیح کلونجی کی پہچان یہ ہے کہ جب اس کو سفید کپڑے یا کاغذ میں لپیٹ کر رکھدیا جائے تو ان پر چکنائی کے داغ علانیہ محسوس ہوں،

نیز اس کے بیجوں کی بو تیز اور تاثیری شفاء ۷/ سال تک باقی رہتی ہے۔(۴)

کیا کلونجی میں ہر مرض سے شفا ہے؟

کلونجی کی افادیت کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں، محدثین نے اس کے عموم میں کلام کیا ہے، کہ آیا اس میں ہر قسم کی بیماری کا علاج مراد ہے، یا خاص نوع کی تمام بیماریوں کا علاج مراد ہے؟ اس سلسلے میں محققین کی مختلف آراء حسب ذیل ہیں:

(الف) علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں جنس رطوبت کے قبیل کی تمام بیماریوں سے شفا مراد ہے، کیونکہ کسی بھی واحد جڑی بوٹی میں وہ تمام خواص نہیں ہوا کرتے جو ہر مزاج کی بیماریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے درکار ہیں۔

(ب) بعض محدثین نے کہا کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ ﷺ مریض کا مشاہدہ کر کے اس کے مزاج کے موافق دوا تجویز فرماتے اور الحبۃ السوداء سے ہر بیماری کی شفاء شاید اس صحابی کو بتلائی گئی ہو جس کے مزاج میں برودت وسردی تھی۔

(ج) بعض محدثین نے اس حدیث کے عموم کو اطباء کے قول پر موقوف رکھا کہ اگر وہ بھی ہر بیماری کے لئے اسے مفید بتلائیں تو ان کے عموم کو تسلیم کر لیا جائے گا، لیکن علامہ شیخ ابوحمزہ نے ان قائلین پر شدید تنقید کی ہے اور کہا کہ اطباء کی تحقیق ظنی ہوتی ہے، جب کہ حضور ﷺ کا فرمان وحی الٰہی کی بنیاد پر ہوتا ہے، جو یقین کا اعلیٰ درجہ ہے، لہٰذا زیادہ مناسب ہے کہ ہم اطباء کے ریسرچ کو مدار بنانے کے بجائے حضور ﷺ کے فرمان کو اپنائیں، حافظ ابن حجرؒ نے ان تمام اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے اس توجیہ کو اختیار کیا کہ یہاں ہر مرض سے شفاء طریقہ استعمال کے اعتبار سے ہے، پس درست طریقہ پر اس کا استعمال شرط ہے(۵)

محدثین کے بیانات وتجربات

علامہ نوویؒ حکیم جالینوس کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

کلونجی جسم کے کسی بھی حصے میں واقع ہونے والی رکاوٹ کو دور کرتی ہے، تبخیری گیس کو خارج کرتی ہے، معدہ کو مضبوط کرتی ہے، حیض، دودھ اور پیشاب کے جاری کرنے میں مفید ہے، اگر اسے پیس کر سرکہ میں حل کر کے کھایا جائے تو پیٹ کے کیڑے ختم کرتی ہے، پرانے زکام میں مفید ہے، اس کو گرم کر کے سونگھنا بھی زکام میں مفید ہے، اس کا تیل نکال کر گنجے پر لگایا جائے تو بال اگتے ہیں، اس کا نصف چمچہ پانی کے ساتھ پینا دمہ میں مفید ہے، اسی طرح بھڑ اور زہریلے جانوروں کے کاٹنے میں مفید ہے، اس کا دھواں سانس کی تکلیف کو دور کرتا ہے، روٹی کے ساتھ کھانا گیس کو دور کرتا ہے، زکام، فالج، لقوہ، جوڑوں کے درد، نسیان، چکر اور گھبراہٹ میں مفید ہے(۶)

علامہ ابن قیمؒ الطب النبوی میں رقم طراز ہیں:

کلونجی نفخ کو دور کرتی ہے، پیٹ کے کیڑے نکالنے کے ساتھ ساتھ بخار کو اتارتی ہے، برص کو دور کرتی ہے، رکاوٹیں کھولتی ہیں، معدہ اور لبلبہ کی رطوبتیں اعتدال پر لاتی ہیں، اگر اسے پیس کر گرم پانی میں شہد کے ساتھ ملا کر پیا جائے تو گردوں اور مثانے کی پتھری کو نکالتی ہے، زکام میں اس کا پینا اور سونگھنا بے حد مفید ہے، اس کے بیج پیس کر دودھ میں ملا کر پینے سے یرقان میں فائدہ ہوگا، اگر ٹھنڈے پانی کے ساتھ پیس کر پیا جائے تو بواسیر ختم ہوجاتی ہے، کلونجی کو سرکہ میں پکا کر اس کی کلی کرنے سے مسوڑھوں کی سوزش اور دانتوں کا درد دور ہوجاتا ہے، سرکہ اور کلونجی کا مرکب جلدی امراض میں مفید ہے، زیتون کے تیل میں کلونجی کو ابال کر اس تیل کے چند قطرے کان میں ڈالنے سے کان کی سوزش ٹھیک ہوجاتی ہے، یہ مرکب ناک میں ڈالنے سے پرانا زکام دور ہوجاتا ہے(۷)

اطباءقدیم کے تجربات

اطباءقدیم فرماتے ہیں کہ کلونجی سرد کھانسی، درد سینہاور استسقاء میں مفید ہے، اگر قئ

میں پیپ آتا ہو، تلی کے ساتھ تلی میں ورم ہو، اور سانس لینے میں تکلیف ہو تو فائدہ ہوگا، اسے نہار منہ روغن زیتون کے ساتھ کھایا جائے تو چہرے کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے، اطباء قدیم کے مشاہدے میں یہ پیٹ کی بیماریوں منجملہ بدہضمی، اور ضعف ہضم کا علاج ہے، پھوڑوں کو دور کرتی ہے، سرکہ اور صنوبر کی لکڑی کے پاؤڈر کے ساتھ کلونجی کو ابال کر دانتوں پر لگانے سے درد جاتا رہتا ہے، کھٹے ڈکار جو بلغم یا صفرا کی وجہ سے آتے ہیں، اسے دور کرتا ہے، سرکہ اور کلونجی ملا کر لگانے سے مسّے جھڑ جاتے ہیں، اس کے دھویں سے زہریلے کیڑے مکوڑے بھاگ جاتے ہیں (۸)

اطباء جدید کے تجربات

قدیم اطباء نے ابتدا ہی سے کلونجی کو امراض البطن میں بڑے اہتمام سے استعمال کیا ہے، اطباء جدید نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے، جن میں ڈاکٹر حسان شمسی، بشری ظواہری ہیں، ان کے تجربے میں کلونجی کو شہد کے ساتھ ملا کر دینے میں اس کی تاثیر دوبالا ہو جاتی ہے، یہی نسخہ اطباء قدیم میں حکیم جالینوس کا آزمودہ رہا ہے، اس سے پیٹ کی بیماریوں کے علاوہ سانس کی گھٹن، جگر کی خرابی، پھوڑے، پھنسیوں اور اعصابی تکلیف میں بڑے اعتماد کے ساتھ دیا جا سکتا ہے، ذیابطیس کے مریضوں کو تین حصے کلونجی اور ایک حصہ کاسنی کے بیج ملا کر ناشتہ کے بعد ایک چمچہ دیا جائے، ایک ہفتے میں خون کی مقدار معتدل ہوگی، پیشاب میں شکر ختم ہوگی، اب تک اطباء نے چار ہزار مریضوں پر یہ علاج کیا جو نہایت اچھے نتائج کے ساتھ استعمال کیا جا چکا ہے، یورپ میں حیض درد سے آنے کی یہی دوا مشہور ہے، کلونجی کے ساتھ قسط شیریں ہم وزن ملا کر ناشتہ اور رات کے کھانے کے بعد دیں تو پرانی پیچش کے علاوہ دمہ میں بھی مفید ہے، قسط شیریں جنسی کمزوری کے لئے بھی اچھی دواء ہے، حب الرشاد (رائی کا دانہ) اور کلونجی کو بھی شامل کر لیا جائے تو جلد فائدہ ہوگا، کلونجی اور مہندی کو سرکہ میں حل کر کے اگر سر پر تین دن تک ایک

گھنٹہ لگایا جائے تو سر کا بغا دور ہو جاتا ہے، اور حفاظ کے لئے نہار منہ چند دانے کھانا قوت حافظہ میں اضافہ کا باعث ہے۔(۹)

کلونجی کے بارے میں جدید سائنسی تحقیقات

الحبۃ السوداء فی الحدیث النبوی'' نامی کتاب میں کلونجی کے ریسرچ کے بارے میں مختلف ادوار کا ذکر کیا گیا ہے، اس پودے کی اکثر کاشت وسط یورپ اور مغربی اشیاء میں ہوتی ہے، تاہم مشرق وسطی اور مشرق اقصی کے اکثر باشندوں اور حکماء کے درمیان دو ہزار سال کے عرصے سے زیادہ کلونجی کا استعمال ایک قدرتی طریقۂ علاج کے طور پر کیا گیا، بعضوں کی رائے یہ ہے کہ یہ سیاہ بیج فرعون مصر توتن خامین کے مقبرہ سے برآمد ہوئے، مصر میں بھی اس سے علاج عام طور پر ہوتا تھا، پہلی صدی عیسوی میں یونانی معالج دیسقور مدوس کے مطابق کلونجی دردسر، ناک کی بندش، دانت کے درد اور پیٹ کے کیڑوں کے لئے مفید ہے، پھر کلونجی کو گیارہویں صدی میں غذائی دانہ کا نام اس کے کثیر المنافع ہونے کی وجہ سے دیا گیا۔(۱۰)

چند سائنسی اقتباسات

۱۹٦۷/ میں امریکہ میں ڈاکٹر قاضی اور ان کے رفقاء نے ایک تحقیق پیش کی کہ کلونجی کے دانوں میں ۴۰/ فیصد ثابت تیل، ۴۰/ فیصد اڑنے والا تیل، ۱۵/ فیصد امینو ایسڈ، ۴/ فیصد پروٹین، کیلیشیم، آئرن سوڈیم، اور پوٹاشیم پایا جاتا ہے، اور اس میں کام کرنے والے اہم اجزاء یہ ہیں: تھیموکینوں، دائیتھ موکینون، تھیموہیڈروکینون، تھیمول۔ اسی طرح فطری تحفظ میں کلونجی کا اہم کردار ہے، نیز ڈاکٹر قاضی صاحب نے اپنی ریسرچ میں اس بات کو ثابت کیا کہ قوت مدافعت میں کلونجی کا اہم کردار ہوتا ہے، اس طور پر کہ لمفاوی خلایا جو کنٹرول کرنے والے خلایا کی مدد کرتے ہیں؛ اس میں ۷۳/ فیصد اس کا تناسب ہوتا ہے۔

ان تحقیقات کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ نبی

اکرم ﷺ کی طب قیاس کی بنیاد پر نہیں ہے، بلکہ آپ کا قول وفرمان وحی الٰہی کا ترجمان ہوتا ہے اور جو شخص بھی آپ ﷺ کے فرمان پر پختہ یقین رکھتا ہو اس کے لئے یہ شفا کی ضمانت فراہم کرتی ہے(۱۱)

کلونجی کے استعمال کے متعلق چند احادیث

(الف) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ اکیس کلونجی کے دانے رات میں تھیلی میں بند کر کے بھگولیا جائے، صبح کو اٹھ کر ناک کے دائیں جانب میں ایک قطرہ اور بائیں جانب میں دو قطرے، دوسرے دن دائیں میں دو اور بائیں میں ایک قطرہ، پھر تیسرے دن دائیں میں ایک اور بائیں میں دو قطرے ٹپکائے جائیں، اسی مضمون کی حدیث حضرت قتادہؒ سے بھی موقوفاً مروی ہے، اور یہ اس مریض کی دوا ہے جس کو دائمی زکام کے ساتھ چھینکیں آتی ہوں۔(۱۲)

(ب) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کسی کے پیٹ میں درد ہو تو شونیز (کلونجی) کو پیس کر شہد اور پانی کے ساتھ استعمال کرے، ساتھ ہی ساتھ اہل تجربہ کے بیانات کو تجربہ کار ڈاکٹر یا اطباء کی نگرانی میں استعمال کریں تو انشاء اللہ پوری طرح فائدہ ہوگا (۱۳)

حوالہ جات

(۱) بخاری حدیث نمبر: ۵۶۸۷،
(۲) بخاری حدیث نمبر: ۵۶۸۸
(۳) فتح الباری ۱۰/۱۷۹، بیروت
(۴) الحبۃ السوداء للحدیث النبوی ۱/۱۹ مدینہ منورہ
(۵) فتح الباری ۱۰/۱۷۹، بیروت
(۶) شرح نووی علی مسلم ۱۴/۱۹۶، دار الوطن ریاض
(۷) الطب النبوی: ۲۲۳، زاد المعاد ۴/۲۹۹،
(۸) الجامع لمفردۃ الادویۃ ۴/۳۱۰، بیروت
(۹) مینارہ نور ۲ جون ۲۰۰۶
(۱۰) فکر وصحت ص: ۴۹، ۷، ۲۰۰۷، نومبر
(۱۱) الحبۃ السوداء فی الحدیث النبوی ۱/ ۱۶ تا ۳۸،
(۱۲) فتح الباری ۱۰/۱۷۸، بیروت
(۱۳) فیض القدیر ۵/۱۰۲، ۴/۱۸۳، ۳/۴۰۳، بیروت

اسلامی طب کے ارتقائی مراحل

مولوی محمد شکیب ارشد قاسمی

تاریخ شاہد ہے کہ علم وفن کا کوئی میدان ایسا نہیں ہے جہاں مسلمانوں نے اپنے علم و ہنر کا لوہا نہ منوایا ہو، اور تاریخ اس کی بھی شاہد ہے کہ موجودہ دور میں جدید سائنس نے جتنی بھی ترقی کی ہے وہ تمام مسلمان محققین اور سائنس دانوں کی مرہون منت ہے، میڈیکل سائنس اور جسے آجکل جدید علوم کہا جاتا ہے اس کے حوالے سے مسلمانوں نے وہ کارنامے انجام دئے ہیں کہ انہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

اگر علم طب کی تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں نے شجرۂ علم طب کی آبیاری اپنے خونِ جگر سے کی ہے، اور اس علم کو پروان چڑھایا ہے، چنانچہ اسلام طب کے حوالے سے اپنا ایک مستقل نظریہ رکھتا ہے، اسلامی طب کو سہولت کی خاطر پانچ مراحل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

مرحلہ نمبر (۱)

آپ ﷺ کا منصب اگر چہ تعلیمِ کتاب اور تزکیہ نفوس تھا؛ لیکن آپ ﷺ نے طب پر بھی توجہ دی، اور دنیا کو مختلف علاج ومعالجہ سے روشناس کرایا، احادیث کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے مختلف امراض میں مختلف مفردات سے علاج کا حکم دیا، اور خود بھی علاج کرایا، اس لئے مسلمانوں نے اس فن کو اپنا موضوع بنایا اور بہت سے کارہائے نمایاں

انجام دئے ۔چنانچہ بہت سے مسلمان اطباء کا تذکرہ کتب تاریخ میں ملتاہے، جوطب کی نشر واشاعت میں مشغول تھے، حارث بن کلدہ عرب کے بڑے طبیبوں میں سے تھے، لوگ ان سے علاج ومعالجہ کے لئے رجوع ہوتے تھے، آپ ﷺ روحانی طبیب ہونے کے ساتھ جسمانی طبیب بھی تھے، آپ ﷺ کے طبی ارشادات اصول طب کا درجہ رکھتے ہیں، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشادفرمایا:

بیماری سے پہلے صحت کوغنیمت جانو(۱)

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشادفرمایا کہ

طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے(۲)

بیماری کے علاج اورعلمِ طب کے حصول کی اہمیت کے سلسلہ میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد اصول کا درجہ رکھتا ہے:

اللہ تعالی نے ایسی کوئی بیماری نہیں پیدا کی، جس کا علاج ممکن نہ ہو،
البتہ اس کو کچھ لوگوں نے سیکھا، اور کچھ نے نہیں سیکھا، (۳)

آپ ﷺ کے ان طبی ارشادات کو کتب حدیث میں ''کتاب الطب'' اور ''باب الطب'' کے عنوان سے محدثین نے جمع کر دیا ہے، جن کو بنیاد بنا کر بعد کے محققین اور مصنفین نے اس فن پر مستقل کتابیں تصنیف کیں،

اس حدیث سے ایک طرف علاج ومعالجہ کا جواز معلوم ہوتا ہے تو دوسری طرف میڈیکل تعلیم کے حصول اوراس میدان میں تحقیق وریسرچ کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

مرحلہ نمبر(۲)

۶۳۲ء میں آپ ﷺ کے وصال کے بعد خلافت راشدہ کے عہد کا آغاز ہوتا ہے، مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بحیثیت مجموعی یہ دور فتوحات کا دور رہا، اور خلفاء راشدین کی زیادہ

تر توجہ اسلام کے دائرے کو پھیلانے اور مضبوط کرنے پر مرکوز رہی ،اس کے علاوہ احادیثِ شریفہ اور قرآن کریم کی جامع تعلیمات میں محرمات سے پرہیز اور علاج ومعالجہ کے تعلق سے جو ہدایت تھی اس کے اثرات بھی نمایاں طور پر نظر آتے تھے،البتہ فوجی حملوں کی کثرت کے نتیجہ میں اس دور کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ فوج کے ساتھ اطباء اور جراح باقاعدہ بھیجے جاتے تھے، چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے ایران پر فوج کشی کی ،تو سپاہِ اسلام کے ہمراہ کئی نامور اطباء اور جراح موجود تھے،یہی سلسلہ آگے بڑھ کر سفری شفاخانہ کی بنیاد بنا۔(۴)

مرحلہ نمبر(۳)

خلفائے راشدین کے بعد زمامِ اقتدار امویوں کے ہاتھ میں آ گئی ،اموی حکومت میں کل ملا کر ۱۶ خلفاء ہوئے ،اموی دور بھی فتوحات کا دور کہلاتا ہے،مگر اموی خلفاء علم وفن کے بڑے قدر دان تھے،اور علم وفن کی نشر واشاعت اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے،چنانچہ ان کے دور میں مسلمانوں کے ذریعہ جو علمی وفنی بالخصوص فن طب میں جو خدمات انجام دی گئیں وہ قابلِ ستائش ہیں،اموی دور میں بڑے نامور اطباء وکیمیاء داں پیدا ہوئے ،جو خلفاء بنوامیہ کی علم پروری کا نتیجہ تھا،مسلمانوں میں طب اور علم کیمیاء سے رغبت اسی دور میں پیدا ہوئی ،اموی دور میں طب کو نہ صرف علمی وفنی اعتبار سے فروغ ملا، بلکہ عملی اعتبار سے بھی بہت سی سرگرمیاں عمل میں آئیں،اس دور میں مریضوں کے علاج ومعالجہ کے لئے مستقل طور سے شفاء خانوں کا قیام عمل میں آیا،خلیفہ ولید بن عبدالملک نے ایک شفاء خانہ قائم کرایا،اس کو پہلا اسلامی شفاء خانہ کہا جاسکتا ہے،خلیفہ ولید نے ہی ۷۰۵ء (leprotic patients) جذامیوں کے لئے بھی ایک شفاء خانہ دمشق میں قائم کیا، جہاں ان کے رہنے اور کھانے پینے کا معقول انتظام تھا۔(۵)

مرحلہ نمبر(۴)

عہدِ اموی کے اختتام کے بعد عہدِ عباسی کا آغاز ہوتا ہے ،عباسی خلفاء جہاں

امورِ سلطنت میں کامل تھے، وہیں علوم وفنون کی ترقی اور توسیع کے لئے بھی ہر دم کوشاں رہتے تھے، اس دور میں مسلمانوں نے اپنی تہذیب اور دیگر علوم وفنون کو جس قدر فروغ دیا اس کی مثال نہیں ملتی، یہ وہ دور ہے جب گلستانِ عرب میں علم وفضل کے دریا بہا کرتے تھے، اسلامی تہذیب وتمدن کا تسلط پوری دنیا پر تھا، اس وقت بغداد علم وادب کا مرکز تھا، اور اسلامی طب کے حوالے سے ۳ عباسی خلفاء ابو جعفر منصور، ہارون رشید اور مامون رشید کی طبی خدمات قابل ذکر ہیں، عباسی دور کا سب سے بڑا کارنامہ بغداد میں بیت الحکمت کا قیام ہے، جہاں مختلف علوم وفنون کی ترقی وتوسیع کا کام انجام دیا جاتا تھا، عباسی دور میں اس علمی خدمت کے علاوہ شفاء خانوں کا قیام بھی نمایاں حیثیت کا حامل ہے، اس دور کی سب سے اہم بات یہ رہی ہے کہ فتوحات کی کثرت کی وجہ سے علمی مشغلہ مشرق ومغرب میں پھیل گیا، اور پھر ایسے اطباء پیدا ہوئے جن کی طبی خدمات سے آج جدید محققین فائدہ اٹھانے پر مجبور ہیں، عہد عباسی میں ابو المنصور ساعد نے حکماء یونان کے تجویز کردہ علاج کے برعکس لقوہ کا علاج ادویۂ باردہ سے کیا، حکیم رضی الدین نے کثرت غذا سے بھی علاج کیا، جنون کا علاج افیون سے پہلی بار انجام پایا، نکسیر کو روکنے کے لئے سرد پانی کا ستعمال اسی دور میں رائج ہوا (۶)

طب میں اخلاقیات کو داخل کیا گیا او رطب کو ایک شریف فن کا درجہ عطا کیا گیا، طبابت کو حقوق العباد کا حصہ قرار دیتے ہوئے دردمندوں سے بھلائی اور دواؤں اور غذاؤں میں حرام وحلال کی تمیز پیدا کی گئی، عورتوں کے احترام کو فوقیت دے کر علاج ومعالجہ کے دوران ان کی حرمت کا خیال رکھنا لازم قرار دیا گیا، نتیجۃً طبی اخلاقیات کی وجہ سے اطباء اور فن طب عظمت اور شرافت کی علامت کا ایک پروقار عہدہ بن گیا۔ (۷)

مرحلہ نمبر (۵)

اسلامی طب کا شاندار دور فلسفی اور طبیب ابوبکر محمد بن زکریا رازی (۸۵۴ ۔

۹۳۵ء) سے شروع ہوتا ہے، یہ بغداد میں مطب کیا کرتا تھا اور وہاں طب کا عملی تجربہ بھی کرتا تھا، رازی نے طب کو باقاعدہ مرتب کیا، نئی نئی تحقیقات کر کے طب میں گراں قدر اضافہ کیا، اس نے مختلف موضوعات پر تقریبا دو سو کتابیں تحریر کیں، جن میں سے آدھی کتابیں طب پر ہیں، رازی کی سب سے مشہور کتاب الحاوی ہے، یہ کتاب طب کے تمام پہلوں پر محیط ہے، رازی کی دوسری تصنیف کتاب المنصوری ہے، اس کے علاوہ کتاب الجدری والحصبہ کا بھی کوئی جواب نہیں، یہ پہلا رسالہ ہے جس میں چیچک اور خسرے کی معالجاتی تفصیل بڑی صحت کے ساتھ پیش کی گئی ہے اور اسکے علاوہ امراض کی تحقیق، اسپتال کے نظام کی تحقیق اور عملی مشاہدات کے ذریعہ بڈ سائڈ کلینکل فائنڈنگس رازی ہی کی ایجادات ہیں (۸)

رازی پہلا طبیب ہے جس نے ابتدائی امداد (first aid) کا طریقہ ایجاد کیا اور اسکے راہنما اصول وضع کئے، بالاتفاق رازی مسلمان اطباء میں قرونِ وسطی کے عظیم ترین معالج تھے، الغرض رازی کو عالمِ اسلام کی انسانی تاریخ کا سب سے بڑا طبیب کہا جا سکتا ہے (۹)

رازی کے بعد دوسرا اہم نام علی بن عباس متوفی (۳۸۴ھ) کا ہے، اس نے طبِ اسلامی کو بہت فروغ دیا، اس نے نظام عروقِ شعریہ کا ایک ابتدائی تصور پیش کیا، اس نے ذات الصدور اور علم الجنین کے سلسلہ میں بھی بیش قیمت معلومات فراہم کیں (۱۰)

زہروں کے اثرات اور ان کے تریاق کے سلسلہ میں اس کی تحقیقات بہت کار آمد ثابت ہوئی اس نے علم جراحت علم تشریح الابدان اور عملی طب پر بھی تفصیلی گفتگو کی، علی بن عباس نے طب کے موضوع پر ایک جامع تصنیف ''کتاب المالکی'' مرتب کی اور اس میں کتاب الادویہ اور علم کلام پر گفتگو کی، اس نے بہت سے اطباء پر تنقید کی اور مثبت نظریات پیش کی (۱۱)

علی بن عیسی (۸۶۴ء) نے امراض چشم پر تحقیق کی، اس موضوع پر اسکی مشہور کتاب ''تذکرہ'' ہے، جس میں آنکھوں کے ایک سوتیس امراض اور ایک سو سینتالیس دواؤں کا تذکرہ کیا ہے۔ (۱۲)

ابن الہیثم (۹۵۹۔۱۰۳۱) نے بصریات پر زبردست کام کیا ہے وہ امراض چشم کا سب سے بڑا طبیب مانا گیا ہے، اس کی تحقیق کو بنیاد بنا کر اہل مغرب نے علم بصارت کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا، علم بصارت کے موضوع پر ابن الہیثم کی مشہور کتاب ''کتاب المناظر'' ایک بڑا کارنامہ ہے، سائنسدانوں اور ڈاکٹروں نے آنکھ اور روشنی سے متعلق تمام معلومات اسی کتا ب سے حاصل کی ہیں (۱۳)

اسلامی دنیا کا سب سے مشہور اور نامور طبیب بوعلی سینا (۹۸۰۔۱۰۵۸ء) گذرا ہے اور اب تک کے تمام اطباء پر وہ سبقت لے گیا، اس نے مختلف موضوعات پر دوسو سے زیادہ کتابیں لکھیں، دنیا کے تمام طبی مراکز میں سترہویں صدی تک اسکی کتابوں کی تعلیم ضروری تھی، اسکا رسالہ ''القانون'' طب وجراحی کی واحد مکمل قاموس تھی، بوعلی سینا وہ پہلا فزیشن تھا جس نے نفسیات کو علم طب میں داخل کیا، اس نے قولنج پر ریسرچ کیا اور اپنی تحقیقات کو ''کتاب القولنج '' میں پیش کیا، اس نے بتایا کہ بیماریاں پانی اور ہوا کے ذریعہ پھیلتی ہیں، اسی طرح اس نے بیماریوں کو پھیلانے والے کیڑوں کا پتہ لگایا (۱۴)

اس نے چہرے کے شل ہونے کے اسباب معلوم کئے، یوروپ نے طب پر جو زبردست کام کیا اور آج بھی جو نئے نئے تجربات اور اور انکشافات ہورہے ہیں ان سب کی بنیاد انہیں اصولوں پر ہے جنکو بوعلی سینا نے وضع کیا اور برتا اور لوگوں کے سامنے پیش کیا (۱۵)

تجرباتی طب کی دنیا میں ایک اہم نام ابو مروان عبد الملک بن عبد العلاء زہر (۱۰۹۱۔۱۱۶۲ء) کا ہے، یہ دینی علوم میں مہارت کے ساتھ طب میں بھی ماہر تھا، اس نے اپنے ایک علیحدہ طبی نظام کو فروغ دیا تھا، ابن زہر ہی وہ پہلا طبیب گذرا ہے جس نے اس مسئلے پر بحث کی تھی کہ ہڈیوں میں بھی احساس کی قوت ہوتی ہے، طب کی دنیا میں ابن زہر کے تجربات بڑی اہمیت کے حامل ہیں، اس نے دل کے بیرونی غلاف پر نمودار ہونے والے پھوڑوں ،انتڑیوں کے گھلنے ،کان کے درمیانی حصہ کے ورم، حلق کا فالج، پردہ شکم اور پھیپڑوں کے

درمیان خالی جگہ میں پیدا ہونے والی رسولی، بدن کے مختلف حصوں میں نمودار ہونے والی خارش اور مختلف رسولیوں پر اپنی تجرباتی تحقیقات سے دنیا کو روشناس کیا(۱۶)اس نے بتایا کہ آب وہوااور انسانی مزاج کا علاج ومعالجہ سے کتنا گہرا تعلق ہے(۱۷)

عظیم ہسپانوی فلسفی ابن رشد (۱۱۲۶۔۱۱۹۸ء) نے بھی طبِ اسلامی میں بڑا تحقیقی کام کیا، ابن رشد نے چیچک کے مرض پر بھر پور تحقیق کی، اس نے دنیا کو اس مرض سے نجات دلانے کا طریقہ بتایا(۱۸)

ابوالقاسم زہراوی کا نام فنِ جراحت کے میدان میں سنہرے حروف سے کندہ ہے، یہ دنیا کا پہلا سرجن گذرا ہے جس نے مختلف امراض کا علاج دواؤں کے بجائے آپریشن کے ذریعہ ایجاد کیا، کئی سو سال گذرنے کے بعد بھی آج جدید سرجری میں جو بھی ترقی ہوئی ہے وہ ان ہی کی مرہون منت ہے، سرجری پر انکی سب سے مشہور تصنیف ''التصریف'' ہے، اس کتاب میں زہراوی نے زخم کو ٹانکا لگانے، مثانے سے پتھری نکالنے اور جسم کے مختلف حصوں کی چیر پھاڑ کے متعلق بتایا، آج بہترین ہسپتالوں میں جو نظم موجود ہے، یہ جان کر آپ کو حیرت ہوگی کہ اسکا آغاز بھی زہراری نے کیا ہے، اسکی کتاب ''التیسیر'' کی صدیوں تک یوروپ کی یونیورسٹی میں بطورِ نصاب پڑھائی جاتی رہی، ایک یوروپی مصنف زہراوی کے متعلق لکھتا ہے:

> یوروپ کے ان تمام سرجنوں کا جو چودھویں صدی کے بعد گذرے
> زہراوی کی تصانیف پر دارومدار رکھتے ہیں(۱۹)

ابن خطیب (۱۳۱۳۔۱۳۷۴ء) یہ پہلا طبیب ہے جس نے وضاحت کی کہ طاعون متعدی مرض ہے اور اس پر تحقیق کی اور اسباب طاعون پر بحث کی اور یہ ثابت کیا کہ یہ متعدی مرض ہے، اس نے اس سلسلہ میں ایک کتاب بھی تالیف کی جس میں ثابت کیا تھا کہ متعدی بیماریوں کے جراثیم مریضوں کے کپڑے، کھانے کے برتنوں کے ذریعہ بھی منتقل ہوجاتے ہیں(۲۰)

مسلمان اطباء نے علم طب میں کیمیاء کی بنیاد رکھی، چونکہ علم کیمیاء میں وہ اپنے ہم عصر

قوموں سے بہت آگے بڑھے ہوئے تھے؛ اسلئے انہوں نے نئی نئی دوائیں تیار کیں اور نئے نئے مرکبات دریافت کئے، انہوں نے پہلی مرتبہ ترشیح ،تقطیر، تذویب، تصعید اور تبلور کے طریقے ایجاد کئے اور متعدد کیمیاوی مرکبات تیار کئے،عربوں کے بعض معالجات آج بھی اپنی جگہ قائم ہیں، مسلمان اطباء نے طبی دنیا کو الکحل سے روشناس کرایا، انہوں نے قدیم علم کیمیاء کے نظریات پر تنقید کی، اسکے فرسودہ تصورات کو غلط قرار دیا اور جدید علم کیمیاء کی بنیاد رکھی۔(۲۱)

یہ تمام باتیں اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ مسلمانوں نے تبلیغِ دین کے ساتھ ساتھ علم کے مختلف میدانوں میں فاتحانہ کردار ادا کیا ہے اور علمِ طب کے ارتقاء میں نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے، انہوں نے خالص علمی اور تجرباتی مطالعہ اور تحقیق کی بدولت جدید طب اور اس کے متعلق تمام علوم پر گہری چھاپ چھوڑی ہے، بلاشبہ اس میدان میں انہیں ہادی اور رہبر کا مقام حاصل ہے؛ اسلئے یہ کہنا مبالغہ سے خالی ہے کہ مسلمانوں کے طبی کارنامے نہ ہوتے تو علمِ طب ترقی کے موجودہ منزل تک ہرگز نہ پہنچ پاتا۔

حوالہ جات

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر: ۳۴۳۱۹
(۲) مسلم شریف، حدیث نمبر: ۲۶۶۴
(۳) مسند احمد، حدیث نمبر: ۴۲۳۶
(۴) تاریخ طب ابتداء تا عصر حاضر ص: ۱۷۳
(۵) تاریخ طب و اخلاقیات ص ۱۲۱، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی
(۶) تاریخ طب و اخلاقیات، ۱۲۸، جامعہ ہمدرد
(۷) تاریخ طب و اخلاقیات، ۱۴۸، جامعہ ہمدرد
(۸) تاریخِ طب ابتداء تا عصر حاضر، ص: ۲۶۵، قومی کونسل
(۹) مسلمان اور سائنس ص: ۱۱۸، ۲۸۵، ملت اکیڈمی دہلی
(۱۰) مسلمان اور سائنس ص: ۲۸۶، ملت اکیڈمی، دہلی
(۱۱) مسلمان اور سائنس، ص: ۲۸۶، ملت اکیڈمی، دہلی
(۱۲) مسلمان اور سائنس، ص: ۲۸۶، ملت اکیڈمی، دہلی
(۱۳) مسلمان اور سائنس، ص: ۲۹۱، ملت اکیڈمی، دہلی
(۱۴) مسلمان اور سائنس، ص: ۲۸۹، ملت اکیڈمی، دہلی
(۱۵) ۱۰۰ عظیم سائنسدان: ۱۸۰
(۱۶) مسلمان اور سائنس، ص: ۲۹۳، ملت اکیڈمی، دہلی
(۱۷) ماخوذ تاریخ طب ص: ۳۵۵، قومی کونسل دہلی
(۱۸) مسلمان اور سائنس، ص: ۲۹۳، ملت اکیڈمی، دہلی
(۱۹) تاریخ طب و اخلاقیات ص: ۱۷۵، جامعہ ہمدرد دہلی
(۲۰) مسلمان اور سائنس، ص: ۲۹۸، ملت اکیڈمی، دہلی
(۲۱) مسلمان اور سائنس، ص: ۲۹۴، ملت اکیڈمی، دہلی

قدیم طبی کتابوں کا مختصر تعارف

مولوی رضوان علی خان قاسمی

علم طب میں انسانی بدن سے بیماری وصحت کی حیثیت سے بحث کی جاتی ہے، طبیب صحت کی حفاظت کیلئے ادویہ واغذیہ سے بیماری کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ یہ سراغ لگاتا ہے کہ یہ بیماری اعضائے بدن میں سے کس عضو میں پیدا ہوئی ہے، اوراس کے اسباب کیا ہیں؟ پھر اس بیماری کی دوائیں کیا ہیں؟ پھر طبیب دواؤں کے خواص اور مریض کے قوی پر غور کرتا ہے، اور بقدر بیماری دوا تجویز کرتا ہے، قدیم زمانہ میں طبیب بول وبراز اور نبض سے بیماری کا کھوج لگاتا تھا، پھر دوائیں تجویز کیا کرتا تھا، اوراس کی قوت طبعیہ کو مدد پہونچاتا تھا، کیونکہ اللہ تعالی نے طبیعت کو ہر حالت میں خواہ بیماری کی حالت ہو یا تندرستی کی حالت میں، اسے مدبر بدن بنایا ہے، طبیعت کو کمک پہنچانا طبیب کا فرض ہوتا ہے، کیونکہ وہ بیماری سے جنگ کررہی ہوتی ہے اوراسے مدد پہنچانا ضروری ہے، لہذا وہ دوا کی مقدار، بیمار کی عمر اور موسم کے لحاظ سے دوا تجویز کرتا ہے، پھر جو علم ان تمام مسائل کا جامع ہے، اسے ''علم طب'' کہتے ہیں، چنانچہ قدماء میں علم طب کا امام جس کی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کیا گیا ''جالینوس'' تھا، کہتے ہیں کہ جالینوس حضرت عیسیٰؑ کا ہم عصر تھا، یہ ''شہر سسلی'' میں حالت غربت میں پردیس میں فوت ہوا، علم طب میں اس کی کتابیں معیاری مانی گئی ہیں، جن کو اس کے بعد تمام اطباء نے اپنا دستور العمل بنایا، اس کے علاوہ بھی مسلمانوں میں طب کے ایسے بڑے بڑے امام پیدا ہوئے جنہوں نے طب میں چار چاند لگا دئے، جیسے رازی، مجوسی اور ابن سینا وغیرہ، اندلس میں بڑے

بڑے حاذق طبیب پیدا ہوئے ،جن میں سب سے زیادہ مشہور ابن زہر ہیں ،طب یونانی کی سینکڑوں کتابیں یونانی سے عربی میں ترجمہ ہوئیں ،اور ہزاروں کتابیں عربی میں مستقل طور پر لکھی گئیں ،مسلمانوں نے طب کے سرمائے کو عربی زبان میں منتقل کیا ،اور چونکہ ''بقراط و جالینوس'' نے اس فن کو نہایت کمال تک پہنچایا تھا ،اس لئے ان کی طرف زیادہ توجہ دی گئی ،طبی تصانیف بہم پہنچانے میں مسلمانوں نے بہت کوششیں کیں ،مسلمانوں میں ابن جلجل اندلسی نے ان تصانیف پر کئی اضافے کئے ،ایک یحیی نحوی شخص تھا ،اس نے جالینوس کی ۱۹/ کتابوں کی شرح لکھی ،ابن ابی اصیبعہ نے اس فن کے ماہروں پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے ،اور امام رازی نے اپنی کتاب حاوی میں انہی کتابوں سے مواد لے کر جمع کیا ہے ،ہر فن کی چند بنیادی قدیم کتابیں ہوتی ہیں ،جس سے اس فن کی شناخت ہوتی ہے اور اس فن کی حقیقت معلوم ہوتی ہے ،اسی طرح طب بھی ایک فن ہے؛ اس لئے اطباء نے اپنے اپنے زمانوں میں علم طب پر مختلف کتابیں لکھی ہیں ،ذیل میں ان کا مختصر تعارف لکھا جاتا ہے۔

الفاخر فی الطب

یہ کتاب ابوبکر محمد بن زکریا الرازیؒ متوفی ۳۱۱ھ نے تصنیف فرمائی ہے ،آپ مشہور طبیب ،کیمیا دان اور فلسفی تھے ،آپ مقام ''رے'' میں ۲۵۰ھ کو پیدا ہوئے حاکم ''رے'' کی ملازمت میں داخل ہونے کے بعد جلد ہی شہر کے نئے ہسپتال کے نگران اعلی بن گئے ،بغداد میں بھی اسی منصب پر فائز رہے ،اپنے عہد کے سب سے بڑے طبیب ہونے کی شہرت انہیں ایک دربار سے دوسرے دربار میں پہنچاتی رہی ،چنانچہ امام رازیؒ کا اہم ترین کمال ان کی طبابت ہے ،انہیں اسلامی دنیا کا سب سے بڑا طبیب مانا جاتا ہے ،انہوں نے اپنی اس کتاب کو الحمد للہ سے شروع کیا ہے ،اور اس کتاب میں مصنف نے فلاسفہ کی آراء کو ان چیزوں کے ساتھ ذکر کیا جو دواؤں اور غذاؤں میں سے نفع اور نقصان پہنچاتی ہیں ،نیز محدثین اور متقدمین کی ان آراء کو بھی شامل کیا ہے جو ان کے تصنیفات میں شائع ہوئی ہیں نیز ان عوارضات کے متعلق بھی تفصیلی گفتگو کی ہے جو انسان کو پیدائش سے لے کر وفات تک پیش آتے ہیں ،انہوں نے اس کتاب کو

۲۶/ بابوں پر مرتب فرمایا ہے(۱)

الحاوی فی الطب

اسی طرح آپ کی دوسری کتاب الحاوی فی الطب ہے، آپ نے اس کتاب میں بقراط وجالینوس وغیرہ کی کتابوں سے مواد جمع کیا ہے، صاحب کامل الصناعۃ نے فرمایا کہ اس کتاب میں ان تمام چیزوں کو جمع کر دیا گیا ہے جن کی حفظان صحت اور امراض کے علاج میں ضرورت پڑتی ہے، یہ کتاب ایک بڑا طبی دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) ہے، اس کتاب میں طب کے ہر مسئلے پر یونانی اور عرب کے اطباء کی آراء نقل کی گئی ہیں، اور مختلف امراض کے علاج کی تدبیریں جمع کی گئی ہیں، اس کتاب کو انسان کے سر میں پیدا ہونے والی بیماریوں اور اس کے علاج سے شروع کیا گیا ہے(۲)

المنصوری فی الطب

اسی طرح ان کی تیسری کتاب المنصوری فی الطب ہے، جو دس مقالوں پر مشتمل ہے، اور ہر مقالہ کے لئے چند فصلیں ہیں۔(۳)

القانون فی الطب

اس کتاب کے مصنف کا نام شیخ ابوعلی حسین بن عبداللہ ہے، آپ ابن سینا کے نام سے مشہور ہوئے، آپ دنیائے اسلام کے نامور طبیب، شہرہ آفاق سائنسدان، جامع العلوم فلسفی، ریاضی دان اور ماہر فلکیات تھے، آپ بخارا کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے جو مغرب میں ''افشینا'' کے نام سے مشہور ہے، علم طب میں ابن سینا کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جب یہ علم نہیں تھا، تو بقراط نے اسے جنم دیا اور جب یہ مرگیا تو جالینوس نے حیات نو بخشی، جب یہ بکھر گیا تو رازی نے سمیٹا لیکن یہ ناقص تھا، اور ابن سینا نے اس کی تکمیل کی، چنانچہ آپ کی وفات ۴/ رمضان المبارک ۴۲۸ھ مطابق ۲۱/ جون ۱۰۳۷ء کو ہوئی، آپ کی یہ معروف تصنیف طب یونانی میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے، اسے طب یونانی کا ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا کہنا بے جا نہ ہوگا، اس انتہائی اہمیت کی حامل

تصنیف کے اب تک تقریباً تمام زبانوں میں بے شمار تراجم اور تشریحات شائع ہو چکی ہیں، اس کی تکنیکی اور فنی اہمیت کے پیش نظر یورپ کے یونیورسٹیوں میں بھی اسے صدیوں تک پڑھایا جا تا رہا ہے، مصنف نے اس کتاب کو پانچ کتابوں پر تقسیم کیا ہے، پہلی کتاب علم طب کے امور کلیہ کے بیان میں ہے، دوسری کتاب ادویہ مفردہ کے بیان میں ہے، تیسری کتاب امراض جزئیہ کے بیان میں ہے، جو کسی عضو کے ساتھ خاص نہ ہو، پانچویں کتاب ترکیب ادویہ کے بیان میں ہے، (۴)

ارجوزہ فی الطب

ارجوزہ فی الطب بھی آپ ہی کی تصنیف ہے، اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انسان اپنی صحت کی حفاظت کیسے کرے؟ اور مرض سے کیسے چھٹکارا پائے؟ اس کتاب کی کئی ایک شروحات لکھی گئیں ہیں، ان میں سے ایک شرح ولید محمد ابن احمد بن رشد المالکی متوفی ۵۹۵ھ کی بھی ہے۔ (۵)

کامل الصناعۃ فی الطب

اس کتاب کو ابوالحسن علاء الدین علی بن عباس المجوسی مشہور طبیب نے تالیف فرمائی ہے، آپ مقام ''اہواز'' میں پیدا ہوئے، اور ابو ماہر موسی بن یسار متوفی ۳۸۴ھ سے اکتساب علم کیا، آپ کی وفات ۳۸۴ھ میں ہوئی، یہ کتاب ''الملکی'' کے نام سے مشہور ہے، جسے آپ نے عضد الدولہ کے لئے لکھا تھا، یہ بیس مقالوں پر مشتمل ہے، اس کی دو بڑی جلدیں ہیں، یہ کتاب ہر اس چیز کو جامع وکامل ہے جس کا ایک طبیب محتاج ہوتا ہے، اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، ایک حصہ علمی ہے، جس میں دس مقالے اور ۹۹/ باب ہیں، اور دوسرا حصہ عملی ہے، جس میں دس مقالے ہیں اور ۲۶۴/ باب ہیں، ابن سینا کی کتاب القانون فی الطب سے پہلے یہ کتاب مدارس کے نصاب میں شامل تھی (۶)

غنیۃ اللبیب فی الطب

یہ کتاب ابوالجود محمد بن ابراہیم المعروف بابن الاکفانی السنجاری المصری کی ہے، اس

کتاب کو مصنف نے چار ارکان پر مرتب فرمایا ہے، رکن اول حفظ صحت کے بیان میں ہے، رکن ثانی مرض کی تدبیروں کے بیان میں ہے، رکن ثالث نفع بخش وصیتوں کے بیان میں ہے اور رکن رابع خاص تنبیہاتِ طب کے بیان میں ہے، یہ کتاب علم طب پر بہت ہی مفید اور لطیف ہے۔(۷)

اللمحۃ فی الطب

''اللمحۃ'' طب میں بہت مشہور اور نہایت اہم کتاب ہے، جس کو ملک مصر کے شیخ الاطباء ابوسعد ابن ابوالسرور الساوی العفیف الاسرائیلی نے تالیف کیا ہے، اس کتاب کی شرح مظفر الدین محمود العینتابی المعروف بابن الامشاطی نے لکھی ہے، اور اس کا نام ''تاسیس الصحۃ'' رکھا۔(۸)

منہاج الدکان فی الطب

اس کتاب کی ابتداء اللہ تعالی کی حمد وثناء سے کی گئی ہے، اس کے مصنف شیخ حاذق ابوالمنی ابن ابونصر بن حفاظ المعروف بالکوہین العطار الاسرائیلی الہارونی ہیں، آپ شہر قاہرہ کے رہنے والے تھے، آپ نے اس کتاب کو ۶۵۸ھ میں خود اپنے اور اپنے بیٹوں کے لئے جمع کیا تھا، آپ نے اس میں علم طب سے متعلق تمام ضروری باتوں کے جمع کرنے کا التزام کیا ہے ۔(۹)

اختیارات البدیعی فی الادویۃ المفردۃ والمرکبۃ

یہ کتاب شیخ علی بن حسین الانصاری کی ہے جو حاجی زین العطار کے نام سے مشہور ہیں، آپ نے اس کتاب کو ۷۷۰ھ میں تالیف کیا ہے، یہ کتاب دو مقالوں پر مشتمل ہے، پہلا مقالہ مفردات کے بیان میں ہے، اور دوسرا مرکبات کے بیان میں ہے۔(۱۰)

منہاج البیان فیما یستعملہ الانسان فی الطب

یہ کتاب انسان کے استعمال میں آنے والی مفرد و مرکب دواؤں کے بارے میں لکھی گئی ہے، جو حروف تہجی کی ترتیب پر ہے، اس کی تالیف ابن جزلہ علی ابن عیسی نے کی ہے، آپ

کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ پہلے نصرانی تھے، پھر اسلام قبول کیا، آپ اپنے زمانے کے بہت مشہور طبیب تھے، آپ کی وفات ۴۹۳ھ میں ہوئی، آپ نے اس کتاب میں تمام مفرد و مرکب بسیط اور خلیط دواؤں، غذاؤں اور مشروبات کو جمع فرمایا ہے، اس کتاب پر شیخ فاضل عبداللہ بن احمد مالقی متوفی ۶۴۶ھ جو ابن بیطار کے نام سے مشہور ہیں نے تعلیق لکھی، اور اس کا نام ''الا بانة والا علام بمافی المنهاج من الخلل والا وهام'' رکھا(۱۱)

تقویم الابدان فی تدبیر الانسان

اسی طرح انہوں نے تقویم الابدان فی تدبیر الانسان بھی لکھی، اسکی ابتداء الحمدللہ سے فرمائی ہے، اس کتاب کو مصنف نے مقتدی بامر اللہ عباسی کے لئے تصنیف کیا ہے، اور اجتماع اور استقبال کے مواقع کو امراض کی قسمیں قرار دیا، پھر ہر مرض کے لئے بارہ اشعار مخصوص کیا، پہلے شعر میں امراض کے نام ہیں، اور چار اشعار میں مزاجوں، عمروں، شہروں کی آب و ہوا کے بارے میں بیان کیا گیا، اور چھٹویں شعر میں مرض سے حفاظت اور مرض کے بڑھنے کے خوف کو بیان کیا گیا ہے، اور ساتویں شعر میں یہ بیان ہے کہ مرض کس چیز سے پیدا ہوتا ہے، اور آٹھویں شعر میں یہ بیان کیا ہے کہ مرض سے چھٹکارا حاصل ہوگا یا نہیں، اور نویں شعر میں یہ بیان کیا ہے کہ کون سے مرض میں ''ادویہ باردہ'' استعمال کئے جائیں، اور کون سے مرض میں ''ادویہ حارہ'' کا استعمال ہو اور کب ''معتدل دواؤں'' کو استعمال کیا جائے، اور دسویں شعر میں تدبیر ملکی کے ذریعے علاج کرنے کو بیان کیا ہے اور گیارہویں شعر میں مسہل دواؤں کے استعمال کے بارے میں بیان کیا ہے، اور بارہویں شعر میں علاج کرنے کی عام تدبیریں بیان کی گئیں(۱۲)

مائۃ فی الطب

یہ کتاب ابوسہیل عیسی بن یحیی المسیحی نے تصنیف کی ہے، پہلی کتاب طب کے مقدمہ اور مدخل کے بیان میں ہے، علی بن عباس المجوسی نے کامل الصناعۃ میں یہ بات ذکر کی ہے کہ اس کتاب میں ترتیب کا بالکل خیال نہیں کیا گیا ہے، کیونکہ مصنف کو طب کی کتابوں کی معرفت

کم ہے، البتہ ترکیب ادویہ کے لئے قوانین علل وامراض کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔(۱۳)

کتاب الادویۃ فی الطب

یہ کتاب دیسیقوریدس کی ہے، اور یہ پانچ مقالوں پر مشتمل ہے، ابن بیطار نے اپنی جامع میں اس کی تصریح کی ہے، چنانچہ پہلے مقالہ میں معطر اور خوشبودار دواؤں کو بیان کیا ہے، اور دوسرے مقالہ میں حیوانات اوران کی رطوبات اور غلہ کے اقسام کو بیان کیا ہے، اور تیسرے مقالہ میں نباتات بزور (بیجوں) اور صموغ (گوندوں) کے اصول کو بیان کیا ہے، اور چوتھے مقالہ میں حشائش بار دہ اور حار ہ کو بیان کیا ہے، اور دو مقالوں کے اضافے کے ساتھ سموم الحیوان (جاندار کو زہر دینے) کو بیان کیا ہے۔(۱۴)

عمدۃ الجراحین

یہ کتاب امین الدولہ ابوالفرج یعقوب ابن القف المسیحی کی تصنیف شدہ ہے، بیس مقالوں پر مشتمل ہے، آپ کی پیدائش ۶۳۰ھ میں اور وفات ۶۸۵ھ میں ہوئی، اس میں علم طب اور عمل طب کو بیان کیا گیا ہے، اوران تمام چیزوں کا احاطہ کیا گیا ہے جس کا ایک جراح محتاج ہوتا ہے۔(۱۵)

تذکرۃ فی الطب

یہ کتاب شیخ داؤد بن عمر الانطاکی طبیب کی ہے، آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ۱۰۰۸ھ میں ہوئی، یہ ایک عظیم تالیف ہے، جس کا پورا نام ''تذکرہ اولی الالباب فی الجامع للعجب العجاب'' ہے، اس کتاب کو ایک مقدمہ چار ابواب اور ایک خاتمہ پر مرتب فرمایا ہے، مقدمہ علوم کی تعداد میں ہے، پہلا باب اس علم کی کلیات میں ہے، دوسرا باب افراد اور ترکیب کے قوانین کے سلسلے میں ہے، تیسرا باب مفردات اور مرکبات کے بیان میں ہے، چوتھا باب امراض، خاتمہ اور نادر ولطیف باتوں پر مشتمل ہے۔(۱۶)

النہج الواضح فی الطب

یہ کتاب ابوالحسن بن غزال امین الدولہ متوفی ۶۴۷ھ نے تصنیف فرمائی ہے، آپ

پہلے سامری تھے، پھر دمشق میں اسلام قبول کیا، آپ وہاں کے بادشاہ امجد کے وزیر مقرر ہوگئے، آپ برابر وزیر بنے رہے، یہاں تک کہ امجد کی وفات ہوگئی، پھر آپ بادشاہ صالح اسماعیل کے وزیر بن گئے، یہ کتاب طب کے اندر تصنیف کی گئی کتابوں میں سب سے اہم اور جامع ہے، جو پانچ کتابوں پر مشتمل ہے، پہلی کتاب میں امور طبعیہ اور ابدان کی حالتوں کا ذکر ہے، دوسری کتاب میں ادویہ مفردہ کا بیان ہے، تیسری کتاب میں ادویہ مرکبہ کا بیان ہے، چوتھی کتاب میں صحت کی تدبیریں اور علاجات ظاہرہ کا بیان ہے، اور پانچویں کتاب میں امراض باطنہ اور ان کے علاجات کا بیان ہے۔(۱۷)

الرحمۃ والحکمۃ فی الطب

یہ کتاب شیخ مہدی بن علی ابن ابراہیم الصبیری الیمنی المقری متوفی ۸۱۵ھ نے تصنیف کی ہے، اس کتاب کو امام سیوطی کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے، یہ کتاب مختصر لطیف اور مفید ہے، یہ بات ابن الجزری نے طبقات القراء میں ذکر کیا ہے، یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے، پہلا باب علم طبعیہ کے بیان میں ہے، دوسرا باب غذاؤں اور دواؤں کے بیان میں ہے، تیسرا باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جو صحت کی حالت میں بدن کا خیال رکھا جائے، چوتھا باب امراض خاص کے علاج کے بیان میں ہے۔(۱۸)

الطب النبوی لابی نعیم

یہ کتاب ابونعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی المتوفی ۴۳۲ھ نے تالیف فرمائی ہے، مصنف نے کتاب کی ابتداء الحمد للہ سے فرمائی ہے، یہ کتاب تین فنون پر مشتمل ہے، پہلا فن قواعد طب کے بیان میں ہے، دوسرا ادویہ واغذیہ کے بیان میں ہے، تیسرا امراض کے علاج کے بیان میں ہے، نیز اس نام سے ابوالعباس جعفر ابن محمد المستغفری متوفی ۴۳۲ھ اور جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے بھی تالیف کی ہے۔(۱۹)

طب کی بہت سی کتابیں ہیں جن کے تعارف کا پیش کرنا اس مختصر سے مقالہ میں ممکن

نہیں تھا، لیکن جو کچھ بھی پیش کیا گیا ہے اس میں اختصار پیش نظر تھا، ورنہ اس فن میں مسلمان مصنفین نے بے شمار کتابیں لکھی ہیں، تفصیل کے لئے کشف الظنون، معجم المؤلفین اور الاعلام للزرکلی کی طرف مراجعت کی جا سکتی ہے۔

حوالہ جات

(١) کشف الظنون ٢/ ١٢١٥، داراحیاء التراث العربی، اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص: ٨٩١، حاجی بلڈنگ حسن علی، کراچی پاکستان
(٢) کشف الظنون ١/ ٦٢٨، داراحیاء التراث العربی، مقدمۃ الحاوی ١/ ٢٣، داراحیاء التراث العربی، اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص: ٨٩١، حاجی بلڈنگ کراچی)
(٣) کشف الظنون ٢/ ١٨٦٢، داراحیاء التراث العربی)
(٤) القانون فی الطب ١/ ١٠/ مکتبہ شاملہ، کشف الظنون ٢/ ١٣١١، داراحیاء التراث العربی، انسائیکلو پیڈیا ص: ٦٥، حاجی بلڈنگ کراچی
(٥) کشف الظنون ١/ ٦٣، داراحیاء التراث العربی
(٦) کشف الظنون، ٢/ ١٣٨٠، داراحیاء التراث العربی
(٧) کشف الظنون ٢/ ١٢١١، داراحیاء التراث العربی
(٨) کشف الظنون ٢/ ١٥٦١، داراحیاء التراث العربی
(٩) کشف الظنون ٢/ ١٨٧١، داراحیاء التراث العربی
(١٠) کشف الظنون ١/ ٣٤، داراحیاء التراث)
(١١) کشف الظنون ٢/ ١٨٧٠، داراحیاء التراث العربی
(١٢) کشف الظنون ١/ ٤٦٧، داراحیاء التراث العربی
(١٣) کشف الظنون ٢/ ١٥٧٦، داراحیاء التراث العربی
(١٤) کشف الظنون ٢/ ١٣٨٨، داراحیاء التراث
(١٥) کشف الظنون ٢/ ١١٦٦، داراحیاء التراث العربی
(١٦) کشف الظنون ١/ ٣٨٦، داراحیاء التراث العربی
(١٧) کشف الظنون ٢/ ١٩٩٣، داراحیاء التراث العربی، الاعلام للزرکلی ٢/ ١٧، دارالعلم للملایین بیروت
(١٨) کشف الظنون ١/ ٨٣٦، داراحیاء التراث (١٩) کشف الظنون ٢/ ١٠٩٥ داراحیاء التراث العربی

مشہور مسلم اطباء کے مختصر حالات

مولوی محمد جلال الدین قاسمی

طب ایک مستقل فن ہے اور علم کا ایک مخصوص شعبہ، علم الادیان کے ساتھ علم الابدان بھی اہمیت کا حامل اور اپنی مستقل حیثیت رکھتا ہے، جب انسان کو بیماری لاحق ہوئی تو اس نے علاج بھی دریافت کرلیا، یونان میں یہ فن ترقی کے منازل طے کرتا ہوا عرب کی سرزمین پر پہنچا، پھر یونانی علوم وفنون عربی میں منتقل ہوئے اور آخر کار مسلمانوں نے اس فن کو بام عروج پر پہونچایا۔

جس طرح نسل انسانی کے ساتھ پیش آنے والے حالات وواقعات فن تاریخ میں محفوظ اثاثے کی شکل میں سینہ بسینہ اور کتاب درکتاب امت کے سامنے موجود ہیں، اسی طرح فن طب کی تاریخ بھی از ابتداء تا حال محفوظ ہے۔ ویسے تو بہت سے اطباء اور حکماء نے فن طب کی راہ میں تحقیق وتدقیق کا حق ادا کیا ہے، لیکن مسلمانوں نے اس فن کو حاصل کرنے کے بعد اسے بام عروج تک پہونچایا ہے، اور آفاقی شہرت سے نوازا ہے، اس لئے ہم یہاں پر سب کا احاطہ کئے بغیر صرف چند مشہور مسلم اطباء کے مختصر حالات پیش کررہے ہیں۔

ربن طبری

پورا نام ابوالحسن علی بن سہل ربن طبری ہے، پیدائش طبرستان (ایران) کے ایک

علاقہ مرو میں ۷۷۰ء و ۸۰۷ء کے درمیان ہوئی، تقریبا ۷۰/ سال کی عمر پا کر ۸۵۰ء کے بعد انتقال ہوا۔

تعلیم وتربیت

ابوالحسن علی ایک نہایت تعلیم یافتہ خاندان کے فرزند تھے، ان کے چچا ابوذکریحییٰ بن نعمان عراق میں اپنی اعلیٰ ترین صلاحیتوں کی وجہ سے بڑی قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے، آپ کے باپ سہل بھی زبردست عالم تھے، خود اپنی کتاب کے تعارف میں علی نے لکھا ہے:

> میرا باپ شہر مرو کے خاندان کا چشم و چراغ تھا اور بڑا راست باز تھا، اس نے طب وفلسفہ کی کتابوں سے استفادہ کیا اور اپنے اجداد کی روش پر فن طب کو ترجیح دی (۱)

ابوالحسن علی نے ابتدائی تعلیم اپنے باپ سے حاصل کی، بعد میں دوسرے اساتذہ سے علم نجوم، فلسفہ، ریاضی اور طب سیکھی، ساتھ ساتھ یونانی، سریانی، عربی اور عبرانی زبانوں میں بھی مہارت حاصل کی، لیکن بحیثیت طبیب اس کی شہرت کمال کو پہنچی۔

اپنی قابلیت کی بنیاد پر وہ طبرستان کے گورنر کے دربار میں سکریٹری کے منصب پر فائز ہوئے اور جب بغداد پہونچے تو وہاں بھی عباسی خلیفہ کے دربار میں منشی کی حیثیت سے کام کیا، ربن طبری نے علم کے ساتھ ساتھ عملی طور سے بھی طب کی خدمت کی، اور اپنا ذاتی مطب قائم کیا، اپنی علمی قابلیت اور مہارت فن کی وجہ سے بہت کم عرصے میں ایک طبیب حاذق کے طور پر مشہور ہوئے۔ (۲)

تصانیف

بحیثیت مصنف طبری کی شخصیت بہت ممتاز ہے، اس کی تصانیف کی تعداد ۱۴/ ہے:

۱) تحفۃ الملوک	۲) فردوس الحکمت
۳) کناش الحضرۃ	۴) کتاب منافع الادویہ والاطعمۃ
۵) کتاب فی الامثال والادب	۶) کتاب ارفاق الحیاۃ
۷) کتاب حفظ الصحۃ	۸) کتاب فی الحجامۃ
۹) کتاب فی ترتیب الادویہ	۱۰) بحر الفوائد
۱۱) کتاب الدین والدولۃ	۱۲) کتاب العدۃ
۱۳) کتاب فی الرد علی اصناف النصاری	۱۴) کتاب اللؤلوہ فی تدبیر الصحۃ (۳)

ابوالحسن علی بن سہل طبری کا شمار طب یونانی کے مشہور ومعروف اور ممتاز اطباء میں ہوتا ہے، اس کی شہرت کا اصل سبب اس کی تصانیف میں سے ''فردوس الحکمت'' ہے جو کہ عربی زبان میں لکھی جانے والی طب کی پہلی کتاب ہے، یہ اس قدر مشہور ہوئی کہ طبری کی عظمت کی علامت اور اس کی پہچان بن گئی (۴)

زکریا رازی

ابوبکر محمد بن زکریا رازی ایک جلیل القدر طبیب گذرا ہے، جو اپنی غیر معمولی طبی خدمات کی وجہ سے ''امام طب'' اور ''جالینوس العرب'' جیسے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

رازی ۸۵۰ء میں ایران کے ایک شہر ''رے'' میں پیدا ہوا، وہ اپنے زمانہ کا طبیب وقت ثابت ہوا، طب کو فروغ دے کر پروان چڑھانے والے اہم اطباء میں رازی کا شمار ہوتا ہے، رازی نے ۷۳/ سال کی عمر پا کر ۹۲۳ء میں وفات پائی۔

تعلیم وتربیت

رازی کی ابتدائی تعلیم اس کی جائے پیدائش ''رے'' میں ہوئی، اس کو بچپن سے لکھائی پڑھائی کا شوق تھا اور جلد ہی رازی نے ادب، منطق، فلسفہ اور موسیقی میں مہارت

حاصل کرلی، وہ علم کیمیاء اور طبعیات میں بھی کامل ہو گیا تھا (۵)

رازی کی سوانح حیات علمی فضائل اور فنی کمالات کا مجموعہ ہے، طب کے تعلق سے رازی کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱)طبیب حاذق ۲)محقق ۳)موجد ۴)مصنف

خدمات

رازی تحقیقی ذہن کا مالک تھا، رازی نے چیچک اور خسرہ کا صحیح تصور پیش کیا اور بتایا کہ یہ متعدی امراض ہیں، جن کا تعدیہ ہوا کے ذریعہ ہوتا ہے، نیز چیچک اور خسرہ کے فرق کو واضح کیا، جراثیم کے فلسفہ کا عملی مشاہدہ رازی کی حکمت عملی میں پنہاں نظر آتا ہے، موجودہ اسپتالوں میں معالجین کی تربیت اور علاج ومعالجہ کا جو طریقہ رائج ہے، وہ رازی کی ایجاد ہے۔

تصانیف

تصنیفی میدان میں بھی رازی کی خدمات غیر معمولی اور نا قابل فراموش ہیں، تصانیف رازی کی فہرست بہت طویل ہے، اس کی تصانیف کی تعداد چھوٹی بڑی تقریبا ۲۰۰/ ہے، رازی کی قابل قدر کتابوں میں تین کتابیں اہم ہیں:

۱) کتاب الحاوی، ۲) کتاب المنصوری، ۳) رسالہ الجدری والحصبہ (۶)

ابن سینا

ابوعلی الحسین ابن عبداللہ ابن سینا کو طبی دنیا کا آفتاب کہا جاتا ہے، فنی اعتبار سے ابن سینا کی ذات طب کے اساطین میں شمار ہوتی ہے، یہ مایہ ناز طبیب ایران کے مشہور شہر بخارا کے قریب افشنہ نام کی جگہ پر ۹۸۰ء میں پیدا ہوا، علم طب کو علمی اور فنی اعتبار سے مکمل اور مرتب کرنے کا سہرا اسی کے سر ہے، اپنی غیر معمولی طبی خدمات کے باعث یہ طبیب مشرق میں شیخ الرئیس کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، صرف ۵۸/ سال کی عمر پاکر ۱۰۳۷ء میں بمقام ہمدان

وفات پائی۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم بخارا میں ہوئی وہ بچپن سے ہی ذہین تھا، ۱۰/ سال کی عمر میں قرآن مجید کا حفظ کر لیا اور عربی کی ابتدائی کتابیں بھی پڑھ ڈالیں، اس کے بعد فقہ، فلسفہ اور طبعیات کی تعلیم حاصل کی، ۱۶/ سال کی عمر میں طب کی طرف توجہ کی اور صرف ۱۸/ سال کی عمر میں اس فن میں کمال حاصل کر لیا اور بیک وقت ابن سینا کئی علوم کا عالم اور ماہر تھا، غرض کہ علوم وفنون میں شیخ عبقری شخصیت کا مالک تھا۔

طبی خدمات

ابن سینا نے کم عمری میں ہی فن طب میں مہارت حاصل کر لی تھی اور مریضوں کا علاج شروع کر دیا تھا، ابھی شیخ کی عمر صرف ۱۸/ سال کی ہی تھی کہ طبیب حاذق کے طور پر اس کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی، شیخ کی مہارت دیکھکر امیر بخارا نوح بن منصور نے شاہی طبیب مقرر کر دیا، پھر جہاں بھی گیا، اپنی طبی لیاقت وحذاقت کی بنیاد پر دربار شاہی کا طبیب خاص مقرر کیا گیا۔(۷)

تصنیفات

بحیثیت مصنف طبی دنیا میں شیخ نے جو عزت وعظمت پائی وہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی، شیخ کی لکھی ہوئی جملہ تصانیف ۲۰۰/ سے زائد ہیں، ان میں طبی کتابیں ۴۸/ ہیں، شیخ کی جو طبی تصانیف ہیں، ان میں مشہور یہ ہیں:

القانون فی الطب، کتاب الشفا، کتاب النجاۃ، کتاب القولنج، کتاب الادویۃ القلبیہ

اس آخر الذکر کتاب میں ادویہ قلبیہ کے متعلق شیخ کی منفرد تحقیق نے اس کو محقق کا درجہ عطا کیا ہے۔(۸)

ابوالقاسم زہراوی

طبی تاریخ میں جلیل القدر اطباء کی ایک لمبی فہرست ہے ،مگر بطور جراح (Surgeon) کے ابوالقاسم زہراوی کا نام نمایاں نظر آتا ہے ،ابوالقاسم خلف بن عباس زہراوی قرطبہ کے قریب زہرانامی مقام پر ۹۳۶ء میں پیدا ہوا ،زہراوی عمدہ طبیب بھی تھا،لیکن جراحت (Operation) کے میدان میں غیر معمولی کارنامے انجام دینے کی وجہ سے بابائے جراحت کہلاتا ہے ،زہراوی مشرق ومغرب میں یکساں طور پر مشہور ہوا ،زہراوی نے ۱۰۳۶ء میں وفات پائی۔(۹)

تعلیم وتربیت

زہراوی نے ابتدائی تعلیم سے لے کر اعلی تعلیم تک اپنے شہر علم ودانش کے مرکز قرطبہ میں حاصل کی ،قرطبہ کی وجہ سے زہراوی کو تعلیم کے لئے دور دراز کا سفر نہیں کرنا پڑا۔(۱۰)

فضل وکمال

زہراوی فضل وکمال میں تین صفات کا مالک تھا، ۱) عمدہ طبیب ، ۲) غیر معمولی سرجن ۳) مصنف ،زہراوی زبردست معالج تھا اور ادویہ مفردہ سے خاص واقفیت تھی ،حابس الدم دواؤں کے بارے میں گہرے معلومات تھے ،ساتھ ہی ساتھ مرکبات کا بھی اچھا مطالعہ تھا اور دواؤں کی ترکیب وتیاری میں مہارت تھی ،زہراوی کو امراض نسواں اور علم القابلہ ،نیز تشخیص وتجویز کے متعلق خوب تجربہ تھا،زہراوی نے سرجری کے تعلق سے جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں ،اس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی ، وہ مختلف طریقہ ہائے جراحت :عملِ کیّ ،فصد،تعلیق اور حجامت میں یدطولی رکھتا تھا ،سرجری میں مہارت کی بناء پر زہراوی کو قرطبہ کے شاہی اسپتالوں کے شعبہ جراحت کا صدر مقرر کیا گیا تھا۔ بڑے اور چھوٹے آپریشن آسانی سے کر لیتا تھا۔(۱۱)

تصانیف

مصنف کی حیثیت اس کی واحد تصنیف ''کتاب التصریف لمن عجز عن التالیف'' کا نام کتابوں میں ملتا ہے، اس کتاب کا خاص طور سے سرجری والا حصہ ہی زہراوی کی شہرت کا سبب بنا اور مشرق و مغرب میں زبردست شہرت کتاب کے آخری مقالہ (علم الجراحت) کی وجہ سے حاصل ہوئی (۱۲)

ابن زہر

پورا نام ابو مروان عبدالملک بن محمد بن مروان بن زہر ہے، ابن زہر کا شمار اندلس (Spain) کے نامور اطباء میں ہوتا ہے اور مغرب میں لاطینی نام (Avenzoar) سے معروف ہے، ابن زہر کی پیدائش ۱۰۹۱ء میں اشبیلیہ میں ہوئی اور ۱۱۶۲ء میں اشبیلیہ ہی میں انتقال ہوا (۱۳)

تعلیم و تربیت

ابن زہر کا تعلق ایسے علمی خاندان سے ہے کہ جس کی سابقہ ۷ پشتوں نے علم و حکمت ہی کو اپنا مشغلہ بنا رکھا تھا، حد یہ کہ عورتیں بھی طبابت کے فرائض انجام دیتی تھیں، چنانچہ اس کی تعلیم اسکے گھر میں ہی ہوئی۔ (۱۴)

فضل و کمال

ابن زہر اعلی درجہ کا طبیب اور جراح تھا، وہ فن جراحت میں غیر معمولی مہارت رکھتا تھا، گردے کی پتھری، ناسور، قصبۃ الریہ کا انسداد اور نزول الماء کو بذریعہ جراحت درست کر دیا کرتا تھا، تمام عمر اپنی حذاقت اور طبابت کی بدولت خلفاء کے دربار میں نہایت اعزاز و اکرام کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا، مغرب میں جالینوس کے بعد دوسرا بڑا طبیب ابن زہر ہی کو شمار کیا جاتا ہے۔ (۱۵)

تصانیف

تصنیفی میدان میں بھی اس کی قابل قدر خدمات ہیں، اس کے نام کے آگے تقریبا ۷/ کتابیں درج ہیں جس میں ''کتاب التیسیر'' کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے(۱۶)

ابن رشد

پورا نام ابوالولید محمد بن احمد بن رشد ہے، پیدائش ۵۲۰ھ مطابق ۱۱۲۱ء میں بمقام قرطبہ ہوئی، اور وفات ۱۱۹۸ء میں مراقش میں ہوئی۔

تعلیم

گھر کا ماحول خالص دینی اور علمی ہونے کی وجہ سے ابتدائی تعلیم گھر میں ہی ہوئی، بعد میں لائق ترین اساتذہ سے بھی درس لیا، ذہین تو تھا ہی، جلد ہی حدیث وفقہ پر عبور حاصل کرلیا، طب، فلسفہ، حکمت وریاضت اور علم توحید کی تعلیم ابوجعفر ہارون سے حاصل کیا۔(۱۷)

فضل وکمال

ابن رشد بارہویں صدی کا مشہور طبیب گذرا ہے، ابن رشد کو اہل مغرب ارسطو سے بھی زیادہ مقام دیتے ہیں، فلسفہ الہیات، فقہ اور طب تینوں میدانوں میں ابن رشد کی خدمات قابل قدر ہیں، علمی اعتبار سے وہ اعلی درجہ کا طبیب تھا، طب کی بنیاد وہ ارسطور کے فلسفہ پر رکھتا تھا۔(۱۸)

تصانیف

تصنیف وتالیف کی دنیا میں ابن رشد کی علم طب پر ۲۰/ سے زائد کتابیں ہیں، طب پر اس کی کتاب ''کتاب الکلیات'' غیر معمولی شہرت رکھتی ہے(۱۹)

ابن نفیس

پورا نام ابوالحسن علاء الدین علی بن ابی الحزم قرشی شافعی دمشقی ہے، طبی دنیا میں ابن نفیس یا صرف قرشی سے مشہور ہے، تین اسباب کی بناء پر قدر ومنزلت کا حامل ہے۔

(۱) دوران خون ریوی کی تحقیق

(۲) قانون کی شرح

(۳) قانون کی تلخیص

ان تین کمالات نے قرشی کے نام کو طبی دنیا میں زندہ جاوید کر دیا، ابن نفیس دمشق کے قریب ایک مقام قرشیہ میں ۱۲۱۰ء میں پیدا ہوا اور ۷۸/ سال کی عمر پا کر ۱۲۸۸ء میں قاہرہ میں وفات پائی۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم قرشیہ میں ہوئی، طب کی تعلیم نورالدین کے شفا خانے سے حاصل کی، قرشی کے اساتذہ میں مہذب الدین دخوار اور عمران اسرائیلی کے نام شامل ہیں (۲۰)

فضل وکمال

دوران ریوی کا موجد اول، جالینوس ثانی کہے جانے والے ابن نفیس نے تعلیم کے بعد قاہرہ کے شفاء خانہ ناصری میں رئیس الاطباء کے عہدہ پر فائز ہوا، اس کے علاوہ سلطان مصر کا طبیب خاص بھی رہا۔ ابن نفیس بیک وقت عربی زبان کا ماہر، جید عالم، فائق استاد، عظیم محقق، شارح وتلخیص نگار، اور اعلی درجہ کا طبیب فاضل تھا۔ (۲۱)

تصانیف

ابن نفیس زندگی بھر تصنیف وتالیف میں مشغول رہا اور اس میدان میں بلند مرتبہ پایا، اس کے تذکرہ کے دوران تقریبا دو درجن (۲۴) کتابیں درج ہیں، ان میں سے چند مشہور کتابیں درج ذیل ہیں:

۱) موجز القانون

۲) کتاب المہذب فی الکحل (امراضِ چشم سے متعلق ہے)

۳) کتاب الشافی

۴) جامع الدقائق فی الطب

۵) شرح تقدمۃ المعرفۃ (۲۲)

حوالہ جات

(۱) تاریخ طب: ۲۵۲، محمد حسان نگرامی (۲) حوالہ سابق (۳) حوالہ سابق ص: ۲۵۴

(۴) تاریخ طب و اخلاقیات: ۱۵۰، اشہر قدیر

(۵) تاریخ طب: ۲۶۳، حسان نگرامی، عیون الانباء ۱/ ۳۰۹، ابن ابی اصیبعہ

(۶) تاریخ طب و اخلاقیات: ۱۵۴، اشہر قدیر (۷) حوالہ سابق ص: ۲۶۳

(۸) تاریخ طب و اخلاقیات: ۱۶۹، اشہر قدیر (۹) حوالہ سابق ص: ۱۷۳

(۱۰) تاریخ طب: ۳۴۶، محمد حسان نگرامی (۱۱) تاریخ طب و اخلاقیات: ۱۷۴، اشہر قدیر

(۱۲) عیون الانباء فی طبقات الاطباء: ۵۰۱، (۱۳) کشف الظنون: ۳۸۶، حاجی خلیفہ

(۱۴) حوالہ سابق ص: ۱۸۴ (۹) حوالہ سابق ص: ۱۸۵

(۱۶) عیون الانباء فی طبقات الاطباء: ۶۶، ابن ابی اصیبعہ

(۱۷) حوالہ سابق ص: ۱۸۷ (۱۸) حوالہ سابق ص: ۱۸۸

(۱۹) تاریخ الاطباء: ۱۲۹، غلام جیلانی (۲۰) الاعلام ۵/ ۸۷، خیر الدین زرکلی

(۲۱) تاریخ طب: ۳۲۸، محمد حسان نگرامی (۲۲) معجم المولفین ۴/ ۳۰۷، عمر رضا کحالہ

مریض اور احتیاطی تدابیر

مولوی محمد اعظم قاسمی

اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کیا، اور بے شمار نعمتوں سے نوازا، ان نعمتوں میں سے ایک اہم ترین نعمت انسان کی زندگی اور صحت بھی ہے، انسان جب صحتمند ہوتا ہے تو طوفان سے کھیلنا بھی اس کے لئے آسان ہوجاتا ہے اور جب صحت چھن جاتی ہے، تو زندگی خود اس کے لئے بوجھ بن جاتی ہے، تندرستی کی وجہ سے جو شخص کل تک متلاطم لہروں سے پنجہ آزمائی کا حوصلہ رکھتا تھا، بیماری کی وجہ سے آج وہی شخص ایک گھونٹ پانی کے لئے دوسروں کا محتاج ہوجاتا ہے۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے، وہ انسانی فطرت کے جملہ تقاضوں کی نہ صرف رعایت کرتا ہے؛ بلکہ فطری امور کے اپنانے کی تعلیم بھی دیتا ہے، ان ہی فطری تقاضوں میں ایک تقاضہ بیماری کا علاج ومعالجہ اور دوادارو کرنا ہے اور بیماری میں مضر چیزوں سے پرہیز بھی کرنا ہے، اسی لئے معلم فطرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حالت مرض میں علاج کرایا اور پرہیز بھی کیا ہے اس لئے ہمیں چاہئے کہ اپنی زندگی اور صحت کی قدر دانی کرتے ہوئے حفظان صحت کے تعلق سے جملہ احتیاطی تدابیر اختیار کریں، جو مریض اور صحت مند دونوں کے لئے مفید ثابت ہوتی ہیں، اور مرض کے بڑھنے اور اس کے پیدا ہونے سے روکنے کا سبب ہیں، یہی وجہ ہے کہ حکماء واطباء کے پاس غذا اور پرہیز کو زبردست اہمیت حاصل ہے۔

غذا اور پرہیز کی اہمیت

اگر مریض نے علاج کے زمانہ میں پرہیز کا لحاظ نہ کیا، تو وہ بڑا نقصان اٹھائے گا، ہوسکتا ہے کہ بد پرہیزی اس کے مرض میں اضافہ کردے یا پھر مریض ایک مرض سے دوسرے مرض میں مبتلا ہو جائے؛ اس لئے مریض کو چاہئے کہ اپنی غذا میں احتیاط سے کام لے؛ کیونکہ بہت سی بیماریاں کھانے پینے میں بے احتیاطی برتنے کی وجہ سے جنم لیتی ہیں، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

الـذی هو یطعمنی ویسقین واذا مرضت فهو یشفین

(الشعراء:۷۹،۸۰)

میرا پروردگار وہی ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی شفاء دیتا ہے۔

ارشاد ابراہیمی میں کھانے پینے کے بعد بیماری کا ذکر اس بات کو بتلاتا ہے کہ اگر پرہیز نہ ہو تو آدمی بیمار ہو جاتا ہے؛ اس لئے غذا انتہائی معتدل و متوازن ہونی چاہئے؛ کیونکہ کھانے کی بہت سے اشیاء ایسی ہوتی ہیں کہ اگر ان سے پرہیز نہیں کیا گیا تو مریض کا مرض اور بڑھ جاتا ہے، بلکہ ایک توانا و صحت مند بھی بیماری کا شکار ہوسکتا ہے؛ اس لئے مریض کو چاہئے کہ ایسی غذاؤں سے بچے جو مرض میں اضافہ کا ذریعہ ہو، غذاؤں کی بے اعتدالی اور بد پرہیزی سے انسان کا معدہ خراب ہو جاتا ہے اور معدہ کا خراب ہونا مریض اور صحتمند دونوں کے لئے نقصاندہ ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

معدہ بدن کا حوض ہے، جس سے بدن کی رگیں لگی رہتی ہیں، جب معدہ صحیح ہوتا ہے تو رگیں صحت کے ساتھ رطوبت لے کر چلتی ہیں، اور جب معدہ خراب ہو تو رگیں رطوبت مرضیہ کو لیکر چلتی ہیں۔(۱)

اور طبیب العرب حارث بن کلدہ کا قول ہے:

سب سے بڑا علاج پرہیز ہے اور معدہ بیماری کا گھر ہے، جو جسم بیماری کا خوگر ہو اس کی عادت کی رعایت کرو۔(۲)

ان نقول میں غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مریض کے لئے پرہیز کی رعایت کرنا کتنا ضروری ہے اور نبی کریم ﷺ کی پوری حیات مبارکہ کا جائزہ لیا جائے تو جہاں آپ ﷺ کی ذات ہمارے لئے دنیا وآخرت میں فوز وفلاح کیلئے آئیڈیل اور نمونہ ہے اور آپ ﷺ کی اتباع ہمارے لئے ضروری ہے وہیں ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہیکہ ہم آپ ﷺ کی زندگی کے اس پہلو کو بھی دیکھیں کہ جسم اور صحت جیسی عظیم نعمت کی حفاظت کے لئے آپ ﷺ نے کیا تدابیر اختیار کیں؟ اور کن چیزوں سے پرہیز کیا؟ چنانچہ اگر ہم ذخیرۂ احادیث میں غور کریں گے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ نہ صرف آپ ﷺ نے حفظان صحت کے لئے تدابیر اختیار کیں؛ بلکہ اپنے اصحاب رض کو بھی اس کی تاکید فرمائی اور علاج ومعالجہ کیلئے کئی نسخوں کو اپنانے کی ہدایت فرمائی۔

نص قرآنی واحادیث مبارکہ سے احتیاطی تدابیر کا حکم

مذکورہ وضاحت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو چیزیں انسان کے لئے مضر ہوں اسلام دفع مضرت کی تعلیم دیتا ہے، اس لئے اللہ تعالی نے بھی اسباب کے تحت بندوں کو اسباب مضرت سے روکا ہے، چنانچہ شریعت مطہرہ نے جب مریض کو پانی استعمال کرنے سے مرض بڑھ جاتا ہو یا صحت میں تاخیر کا اندیشہ ہو تو وضو کے بجائے تیمّم کا حکم دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے واپس ہو یا تم نے عورتوں سے جماع کیا ہو اور تمہارے پاس پانی

موجود نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمّم کر لیا کرو (المائد:٦)

اس آیت کریمہ میں مریض کو جب پانی سے ضرر لاحق ہو تو پانی سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا ہے، گویا یہ آیت مبارکہ پرہیز کے سلسلہ میں اصل کی حیثیت رکھتی ہے، اور اسی طرح کئی احادیث مبارکہ ہیں جس میں آپ ﷺ نے کھانے پینے میں پرہیز اور احتیاط کی تاکید فرمائی، چنانچہ ام المنذر بنت قیس انصاریہؓ فرماتی ہیں:

> اللہ کے رسول ﷺ میرے یہاں تشریف لائے، آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت علیؓ بھی تھے، جو بیماری سے کمزور و ناتواں تھے، ہمارے یہاں کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے، جناب نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر اس کے کھانے میں مشغول ہو گئے، اور حضرت علیؓ بھی اس سے چن کر کھانے لگے، آپ ﷺ حضرت علیؓ سے فرمایا: اے علی! ابھی تم بہت کمزور و ناتواں ہو، حتی کہ حضرت علیؓ نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا، راویہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے جو اور شلجم پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: اسے کھاؤ تمہارے لئے زیادہ نفع بخش ہے، (۳)

اور سنن ابن ماجہ میں حضرت صہیبؓ سے روایت ہے:

> میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ کے سامنے روٹی اور کھجور رکھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ قریب آ جاؤ اور کھاؤ، میں نے ایک کھجور اٹھایا تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کہ تم کھجور کھا رہے ہو، حالانکہ تم کو آشوب چشم ہے، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں دوسری جانب سے چباؤں گا، یہ سن کر آپ ﷺ مسکرا پڑے، (۴)

اور زید بن اسلمؒ کا قول ہے:

حضرت عمرؓ نے اپنے ایک مریض کو پرہیز میں رکھا، یہاں تک کہ وہ مریض شدت پرہیز کی وجہ سے گٹھلی چوسنے لگا، (۵)

مذکورہ بالا نصوص سے مریض کے لئے احتیاطی تدابیر کا ثبوت ملتا ہے، کہ پہلی روایت میں آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو کھجور کھانے سے روکا، کیونکہ آپؓ ناقہ تھے، ناقہ ایسے شخص کو کہتے ہیں جو ابھی مرض سے اٹھا ہو، کہ اسے کامل طور پر نہ صحت ہوا اور نہ طاقت ہوئی ہو۔

اسی طرح حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو آشوب چشم کی وجہ سے منع فرمانا بھی اعلی درجہ کی تدبیر تھی، اسی طرح زید ابن اسلمؒ کا قول بھی پرہیز کی اہمیت پر واضح ثبوت ہے، ان کے علاوہ اور بھی روایات سے پرہیز کا ثبوت ملتا ہے؛ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوپ سے گرم ہوئے پانی سے وضو اور غسل کرنے سے منع فرمایا، کیونکہ وہ برص کو پیدا کرتا ہے، (۶)

آپ ﷺ کے واضح ارشادات سے پتہ چلتا ہے کہ، بیماری سے حفاظت کے لئے تدابیر کرنا، اور مضر چیزوں سے احتیاط و پرہیز کرنا ایک شرعی حکم ہے، یہ ہرگز ایمان کے منافی نہیں ہے؛ مگر تدبیر کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ پر بھروسہ کرنا لازم وضروری ہے؛ اللہ تعالی امت مسلمہ کو ارشادات نبوی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

نبی ﷺ اور احتیاطی تدابیر

چنانچہ آپ ﷺ کے خورد و نوش کی طرف دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے دو گرم غذاؤں اور دو سرد غذاؤں کو ایک ساتھ نہیں کھایا اور دو لیسدار غذاؤں اور دو قابض چیزوں کو ایک ساتھ تناول نہیں فرمایا اور نہ دو مسہل غذا اور دو غلیظ غذا کو یکجا کیا اور نہ دو نرم غذاؤں کو لیا اور نہ دو ایسی غذاؤں کو ہمراہ لیا جو کسی ایک خلط میں تبدیل ہو جائے اور دو متضاد اشیاء کو جیسے ایک

قابض اور دوسری مسہل کو یکجا استعمال نہیں کیا اور نہ بھنی ہوئی اور پکائی ہوئی چیزوں کو اور نہ تازہ اور خشک غذا کو ساتھ ساتھ استعمال فرمایا، اسی طرح نہ آپ ﷺ نے دودھ انڈا اور گوشت دودھ ایک ساتھ تناول فرمایا اور نہ دودھ مچھلی، اور نہ دودھ کیساتھ ترشی استعمال کی، اور یہ بھی آپ ﷺ کا معمول تھا کہ بہت زیادہ گرم کھانا نہیں کھاتے تھے اور نہ کوئی باسی چیز دوسرے دن گرم کر کے کھاتے تھے اسی طرح آپ ﷺ ایسا کھانا بھی نہ کھاتے جس میں سڑانڈ آ گئی ہو یا وہ نمکین ہو گیا ہو(۷)

پرہیز کرنے کی حکمت

یہ بات بالکل عیاں ہے کہ آپ ﷺ کا کوئی قول وفعل حکمت وفائدہ سے عاری نہیں ہوتا، ان اشیاء سے پرہیز واحتیاط کی معقول وجہ یہ ہے کہ یہ غذائیں انسان کیلئے ضرررساں ہیں اور صحت کو تباہ کرنے والی اور طبیعت میں بے اعتدالی پیدا کرنے والی ہیں، اگر ان اشیاء سے پرہیز نہیں کیا گیا تو انسان کئی امراض کا شکار ہو سکتا ہے۔

دو گرم غذا جمع نہ کرنا

چنانچہ حکیم محمد طارق محمود چغتائی اپنی کتاب ''سنت نبوی اور جدید سائنس'' میں دو گرم غذا کے نہ جمع کرنے کی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

> گرم غذا سے گرم غذا مل جائے تو گرما گرم بن جاتا ہے اور جب ایک غذا میں کیلوریز زیادہ ہوں اور پھر ساتھ ہی ایک اور ایسی غذا مل جائے جس میں بھی (calaries) زیادہ ہوں تو اس کا نقصان خون اور چربی پر پڑتا ہے، حتی کہ بعض دفعہ بلڈ پریشر (blood pressure) ہائی ہو جاتا ہے، اس لئے کہ مختلف گرم (تاثیر کے لحاظ سے) اغذیہ متواتر اور ایک وقت میں استعمال نہ کی جائے، اسی

لئے آپ علیہ السلام کی عادت تھی کہ کھجور اور ککڑی کو ایک ساتھ تناول فرماتے تھے،

چنانچہ صحیحین میں روایت موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ﷺ کھجور ککڑی کے ساتھ تناول فرماتے تھے (۸)

آپ ﷺ کا یہ عمل اس لئے تھا کہ کھجور کی حرارت ککڑی کی برودت سے مل کر ایک معتدل غذا بن جائے۔

اور ایک روایت میں ہیکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں:

نبی کریم ﷺ تربوز اور کھجور ایک ساتھ تناول فرماتے تھے (۹)

تاکہ کھجور کی گرمی تربوز کی ٹھنڈک سے ملکر ایک متوازن غذا بن جائے (۱۰)

دوسرد غذاؤں کا جمع نہ کرنا

ایسی چیزیں جن میں حرارت کیلوریز کم ہوں، ان کا متواتر اور زیادہ استعمال جسم کو نقصان پہنچاتا ہے اور دوسرد غذاؤں کا اکٹھے استعمال لو بلڈ پریشر، فالج، لقوہ، ہاتھ پاؤں کا سن ہوجانا اور عضلاتی کھچاؤ کا باعث بنتی ہیں۔ (۱۱)

دو چپکنے والی غذائیں جمع نہ کرنا

ایسی غذائیں جن میں چپکنے کی صلاحیت ہوتی ہے وہ معدے کی دیواروں اور جھلیوں (Edithilium) سے چپک جاتی ہیں اور ان کے چپکنے سے وہ سوراخ بند ہوجاتا ہے جس سے معدے کے جوس تیزاب اور ہاضم رطوبات نکل کر غذا میں شامل ہوتی ہیں اور غذا ہضم ہوتی ہے جیسے اروی اور بھینڈی وغیرہ۔ (۱۲)

دو قابض غذائیں جمع نہ کرنا

قابض اغذیہ آنتوں اور شریانوں میں (thrombus) رکاوٹ پیدا کر دیتی ہیں، دو قابض اغذیہ کو اکٹھا استعمال کیا جائے تو قوت قابض بڑھ جائے گی اور قوت قابض کے بڑھنے سے قوت عمل بڑھ جاتی ہے اور قوت عمل کے بڑھنے کی وجہ سے جسم تکالیف ومصائب کا شکار ہو جاتا ہے مثلا کچے امرود اور بھینڈی وغیرہ۔ (۱۳)

دو جلاب آور غذائیں جمع نہ کرنا

آنتوں کی حرکت اگر مستقل تیز رہی تو آنتوں کا زخم السر اور آنتوں کی سوزش شروع ہو جاتی ہے، اور جلاب آور غذائیں آنتوں کی حرکات کو تیز کرتی ہیں، جس سے معدے اور آنتوں کی اندرونی تہہ کمزور ہو کر سوزش کا باعث بنتی ہے، مثلا پالک اور کریلے کا امتزاج گرم طبائع کے لئے مضر ہے۔ (۱۴)

دو غلیظ غذائیں جمع نہ کرنا

چونکہ نظامِ ہضم معدے میں غلاظت کی وجہ سے متاثر ہوتا ہے، اس کی وجہ سے معدہ تیزابیت ختم ہو کر اس کی (Alkali) زیادہ ہو جاتی ہے، مستقل تبخیر معدہ کی وجہ سے گیس پیدا ہو جاتی ہے، اور پھر آدمی دل کا مریض بن جاتا ہے، اس لئے دو غلیظ غذائیں جمع نہ کریں، جیسے پالک، اروی، بھینڈی، دال ماش، دال، چنا وغیرہ (۱۵)

دو رقیق غذائیں جمع نہ کرنا

ایسی غذاؤں کا جمع کرنا جن سے معدے میں کمزوری اور نرمی پیدا کرتا ہو، ہمیشہ مندرجہ ذیل امراض کا باعث بنے گی، مثلا: اسہال، مروڑ، قئے، ابکائی، بدن کی سستی اور کسل مندی وغیرہ

ایک بھنی ہوئی دوسری پکی ہوئی غذا جمع نہ کرنا

مثلا بھنا ہوا گوشت استعمال کیا جائے، اور پھر اس کے ساتھ ہی ایسی غذا استعمال کی

جائے جس میں پانی ہوتو ایسی پانی دار غذا معدے میں رطوبات زیادہ کر دے گی ،اور بھنا ہوا گوشت مجفف ہے، وہ خشکی پیدا کر دے گا، اس سے مزاج مختلف ہو جائے گا۔(۱۶)

ایک تازہ دوسری باسی غذا جمع نہ کرنا

کنیڈا کے ماہر غذا راجسٹ بورن کا کہنا ہے کہ تازہ غذا چاہے وہ جھیل کا گھانس ہی کیوں نہ پکا ہو اس باسی گوشت سے بہتر ہے، جس میں الیویا کا زیتون ملا ہوا ہو؛ کیونکہ میں نے باسی کھانے سے بہت سے لوگوں کو بیمار اور مرتے ہوئے دیکھا ہے، میری ساری زندگی حوادث اور تجربات میں گذرتی ہوئی ایک سائنسداں کے مرتبے تک پہنچی ہے۔(۱۷)

دودھ اور مچھلی جمع نہ کرنا

کیونکہ ان دونوں کا جمع کرنا برص کو پیدا کرتا ہے ،اور یہ ہر دودھ اور مچھلی کے جمع کرنے سے نہیں ہوتا، بلکہ صرف مچھلی کھا کر بکری کے دودھ کو استعمال کرنے سے ہوتا ہے(۱۴) جناب رسول اللہ ﷺ کی اغذیہ کی طرف نظر کی جائے تو آپ ﷺ نے ان دونوں کو ایک ساتھ تناول نہیں فرمایا، چنانچہ علامہ ابن القیم متوفی ۷۵۱ھ نے اپنی کتاب زاد المعاد میں آپ ﷺ کی اغذیہ کی تفصیل بتاتے ہوئے لکھا ہے:

ومن تدبر اغذيته ومان كان ياكله وجده لم يجمع
بين لبن وسمك ولا بين لبن وحامض (۱۸)

تیز گرم کھانے سے منع کرنا

تیز گرم کھانا منہ کے چھالے معدے میں ورم اور سوزش کا ذریعہ بنتا ہے، اور بہت زیادہ گرم کھانے سے گلے میں نقص آجاتا ہے، جیسے گلے آنا(۱۹) اور رسول اللہ ﷺ نے تیز گرم کھانے سے متعلق فرمایا کہ اس میں بڑی بے برکتی ہوتی ہے(۲۰) اور آپ ﷺ کی عادت بھی یہی تھی کہ آپ ﷺ گرم کھانے سے احتیاط کرتے تھے(۲۱) چنانچہ آپ ﷺ کا ان اشیاء سے

احتیاط کرنا محض اس لئے تھا کہ یہ چیزیں صحت انسانی کے لئے ضرر رساں ہیں، اگر ان سے بے احتیاطی برتی گئی، تو بیماری جڑ پکڑ سکتی ہے۔

بہر حال ان تمام تفصیلات کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مریض کے لئے علاج و معالجہ ہی کافی نہیں ہے، بلکہ انسداد مرض اور مکمل صحت یابی کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا بھی بیحد ضروری ہے۔

حوالہ جات

(۱) الطب النبوی لابن قیم ۱/ ۷۸، دار الہلال بیروت
(۲) زاد المعاد ۴/ ۱۰۴، المنار الاسلامیہ
(۳) زاد المعاد ۴/ ۲۲۳، مکتبہ المنار الاسلامیہ
(۴) ترمذی رقم الحدیث: ۱۸۴۴
(۵) حوالہ سابق
(۶) الطب النبوی لابن قیم: ۲۵۷
(۷) سنت نبوی اور جدید سائنس ۱/ ۲۱۹
(۸) سنت نبوی اور جدید سائنس ۱/ ۲۱۹
(۹) حوالہ سابق)
(۱۰) حوالہ سابق
(۱۱) سنت نبوی اور جدید سائنس ۱/ ۲۲۱
(۱۲) سنت نبوی اور جدید سائنس ۱/ ۲۲۲
(۱۳) سنت نبوی اور جدید سائنس ۱/ ۲۱۸
(۱۴) زاد المعاد ۴/ ۲۲۳،
(۱۵) سنت نبوی اور جدید سائنس
(۱۶) المستدرک حدیث نمبر: ۷۱۲۵
(۱۷) زاد المعاد ۴/ ۳/ ۲۲
(۱۸) ترمذی حدیث نمبر: ۲۰۳۷)
(۱۹) ابن ماجہ حدیث نمبر: ۳۴۴۳
(۲۰) زاد المعاد ۴/ ۱۰۵، مکتبہ المنار الاسلامیہ
(۲۱) سنن دار قطنی حدیث نمبر: ۸۷

ڈاکٹر کی دینی ذمہ داری

مولوی محمد خواجہ نصیر الدین قاسمی

طب وڈاکٹری کا شمار باوقار اور معزز پیشوں میں ہوتا ہے ،ڈاکٹر لوگ اپنے فن اور صلاحیتوں کے ذریعہ ان لوگوں کے کام آتے ہیں، جو پریشانی اور امراض میں مبتلا ہیں، ان کی تکلیفوں اور دکھ درد کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ طب وعلاج کو اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے، اور ڈاکٹر حضرات خدمتِ خلق کے اعتبار سے بہت ہی اہم ذمہ داری انجام دیتے ہیں، خلق خدا کو نفع پہنچانے کا کام انجام دیتے ہیں، نبی ﷺ نے اس قسم کے خوش نصیب حضرات کے حق میں فرمایا ہے:

خیر الناس انفعهم للناس (۱)

بہترین لوگ وہ ہیں جو لوگوں کو زیادہ نفع پہونچانے والے ہوں،

ڈاکٹر اپنی خدمات میں اجرت کے ساتھ ساتھ اجر وثواب اور دنیوی زندگی کے نفع کے ساتھ ساتھ آخرت کے نفع کو بھی پاسکتے ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ لوگ اس پیشہ کو محض تجارت کا ذریعہ نہ بنالیں، بلکہ اس میں خدمتِ خلق کے پہلو کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں، ڈاکٹر حضرات کا فرض ہے کہ وہ اپنے مقام ومنصب اور اپنے پیشہ کے وقار کو ہر حال میں برقرار رکھیں، اور سماج کی بھی ذمہ داری ہے کہ ان لوگوں کی توقیر واکرام کریں، کیوں کہ انسانوں کے لئے جسمانی وطبی نفع پہونچانے کے لحاظ سے ڈاکٹر اور معالج سے بڑھ کر کوئی اور نہیں۔

باب العلم حضرت علی کرم اللہ وجہ نے علمِ طب اور اس کے حاملین کی عظمت و اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے، علم درحقیقت دو ہیں: علم فقہ وشریعت جس سے دین و مذہب کے تقاضوں سے آگہی ہوتی ہے اور علم طب جس سے جسم انسانی کی اصلاح پر قدرت حاصل ہوتی ہے:

العلم علمان ، علم الفقه للا ديان وعلم الطب للأبدان (۲)

علم طب یا خاصیاتِ اشیاء

سرور دو عالم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا یہ ایک اہم حصہ رہا ہے، چنانچہ تقریباً تمام ہی کتبِ احادیث میں ابواب الطب والرقی کے عنوان سے ایک مستقل باب موجود ہے، محدثین نے جہاں آپ ﷺ کی زندگی کے دوسرے گوشوں پر بہت ہی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے، آپ ﷺ کے اخلاق و اسوۂ حسنہ، آپ ﷺ کے دعوتی اسفار، اشاعت دین، سیر و مغازی اور آپ ﷺ کے عبادت و بندگی میں شغف کو نمایاں کیا ہے، وہیں طبِ نبوی کو بھی ایک مستقل موضوع کی حیثیت دی ہے، اس لحاظ سے اسلامی ہدایات کا پیشۂ طب سے بڑا گہرا تعلق ہے، اور ڈاکٹر حضرات پر اس حوالے سے بھاری دینی ذمہ داریاں ہیں، یہاں ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ڈرائیور، پائلٹ وغیرہ کے عیوب کا افشاء کرنا

بس اور ٹرین کا ڈرائیور اسی طرح ہوائی جہاز کا پائلٹ وغیرہ اگر شراب افیم، چرس اور دوسری نشیلی چیزوں کی عادی ہوں یا ان کی آنکھوں کی روشنی حد درجہ کمزور ہوگئی ہو، جس کے سبب یہ لوگ اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح انجام نہیں دے سکتے تو ایسی صورت میں مسلمان ڈاکٹر پر فرض ہے کہ متعلقہ محکمہ کو، جب کہ اس محکمہ والوں نے ڈاکٹر سے اس معاملہ میں رجوع کیا ہو، خبر کر

دے کہ ان لوگوں کے اندر ذمہ داریوں کو انجام دینے کی صلاحیت واہلیت نہیں ہے، ایسے مرض میں مبتلا لوگوں کے عیوب کو لوگوں پر بھی آشکارا کر دینا شرعاً ضروری ہے، کیوں کہ ان لوگوں کے عیوب مخفی رکھنے کی صورت میں بہت سے لوگوں کو ضرر ونقصان ہوگا اور ان کے ہلاک ہونے کا قوی امکان بھی ہے، جو واقعتاً ضرر ہے اور بہت ہی بڑا ضرر ہے اور اس کا دفع کرنا شرعاً ضروری ہے، فقہ کا قاعدہ ہے: ضرر خاص ضرر عام کی خاطر برداشت کرلیا جاتا ہے:

یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام (۳)

نیز یہ بھی ہے:

الضرر الاشد یزال بالضرر الاخف (٤)

بری عادتوں کے شکار مریضوں کی دینی رہنمائی

بری عادتوں میں مبتلا مریض جب اپنی متعلقہ بیماریوں کیلئے ڈاکٹر سے رجوع ہو تو ڈاکٹر کو چاہئے کہ مریض کو رجوع الی اللہ کرائے، اور ان گناہوں کو ترک کرنے کی تلقین ونصیحت کرے، اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری پوری کرے، ویسے عمومی طور پر ہر مریض کو پابندِ نماز وشریعت کی ہدایت کرنا ثوابِ جاریہ ہے۔(۵)

ڈاکٹر کا دینی تشخص کو قائم رکھنا

خود مسلمان ڈاکٹر کو ایسا ہونا چاہئے کہ شریعت ونماز کا پابند ہو، اللہ کے حق کو قائم رکھتا ہو، اس کے اوامر کو بجالاتا ہو اور ممنوعات سے کلی طور پر اجتناب کرتا ہو، خوش طبع، بردبار، ہنس مکھ چہرہ والا ہو، مریضوں کیلئے اس کے دل میں ہمیشہ ہمدردی وخیر خواہی کا جذبہ ہو، نرم لب ولہجہ میں اور عمدہ انداز میں گفتگو کرے، مالدار، فقیر، بڑے، چھوٹے سب کے ساتھ خوش اخلاقی کے ساتھ مرض کی تشخیص کرے، خدا کی نعمتوں کا ہمیشہ شکر بجالائے، خود پسندی، تکبر اور تفاخر میں مبتلا نہ ہو، نیز ڈاکٹر کو چاہئے کہ فقراء کے علاج کرنے میں زیادہ رغبت وتوجہ کرے، ایمان داری اور

حسن وخوبی کے ساتھ کام کرے، خیانت سے کلی طور پر اجتناب کرے، نظر پاک ہو، بدنظری میں مبتلا نہ ہو، نیز اپنے دل میں عورتوں کے متعلق کچھ بھی برے خیالات نہ لائے؛ کیوں کہ یہ بری عادت مروت کو ساقط کر دیتی ہے اور حیاء کو بھی ختم کر دیتی ہے، بہرحال مسلمان ڈاکٹر کو یہ بات ہمیشہ ذہن میں مستحضر رہنی چاہئے کہ میں اپنے علاج ودواء کے ذریعہ مریضوں کو شفاء وصحت اور زندگی عطا نہیں کرتا؛ بلکہ زندگی تو اللہ رب العزت کی جانب سے ہے، اور اللہ ہی زندگی عطا کرتا ہے، اور وہی زندگی کو سلب کر لیتا ہے، ان صفات کا حامل ڈاکٹر اپنی ذات میں ایک عظیم داعی اور مبلغِ اسلام ہوگا اور ایسے ڈاکٹر سے نہ صرف انسانوں کے جسمانی امراض کا روگ ختم ہوگا؛ بلکہ روحانی واخروی ثمرات بھی ان کو نصیب ہوں گے(۶)

مرد ڈاکٹر کا کسی عورت کا علاج کرنے یا اس کے برعکس صورت کا حکم

شریعت کا حکم اصلی تو یہی ہے کہ عورت عورت کا علاج کرے، اور مرد مرد کا علاج کرے؛ لیکن اگر ایسی صورت حال ہو کہ کوئی ڈاکٹر نہ ہو، اور تمام لیڈی ڈاکٹر ہی ہوں تو شریعت نے حرج کو دور کرتے ہوئے ضرورۃً اس کی اجازت دی ہے کہ لیڈی ڈاکٹر مرد مریض کا علاج کر سکتی ہے، جیسا کہ حضورﷺ کے زمانہ میں عورتیں غزوات میں زخمی مجاہدین کو مرہم لگاتی تھیں اور جھاڑ پھونک کیا کرتی تھیں۔(۷)

اس سے ضرورت کے مواقع پر جواز ثابت ہوتا ہے، ایسے ہی مرد ڈاکٹر بضرورت خواتین کا علاج کر سکتے ہیں، ویسے مزاج شریعت ان مواقع پر یہ ہے کہ معاشرہ کی بعض خواتین کو طب کی تعلیم سے حدودِ شریعت میں رہ کر آراستہ کیا جائے؛ تاکہ وہ خواتین کا علاج کر سکیں؛ تاہم اگر فرج کے علاوہ مریضہ کا تمام بدن مرض سے متاثر ہو تو معالجہ کے وقت مرض کی جگہ دیکھنا جائز ہے، ہاں اگر فرج ہی مرض سے متاثر ہو تو کسی عورت کو اس مرض کا علاج سکھا کر اس سے علاج کروایا جائے، اگر یہ میسر نہ ہو، اور اس مرض کی وجہ سے مریضہ کی ہلاکت کا قوی اندیشہ ہو

،یا وہ اس مرض کے درد کو برداشت کرنے کی متحمل نہ ہو تو مرض کی جگہ کے علاوہ تمام بدن کو چھپا کر شہوت سے اپنی نگاہوں کو محفوظ کرتے ہوئے اس کا علاج کرے۔

ویجوز للطبيبة ان تنظر وتلمس من المريض ما تدعو الحاجة الملجئة إلى نظره إن لم يوجد طبيب يقوم بمداواة المريض (۸)

إذا كان المرض فى سائر بدنها غير الفرج يجوز النظر إليه عند الدواء لأنه موضع ضرورة وإن كان فى موضع الفرج فينبغى أن يعلم إمرأة تداويها فإن لم تو جد وخافوا عليها أن تهلك او يصيبها وجع لا تحتمله يستر منها كل شئى إلا موضغ العلة ثم يداويها الرجل ويغض بصره ما استطاع إلا عن موضع الجرح (۹)

اپنے مریض کو دوسرے کے پاس بھیجنے پر کمیشن لینا

ڈاکٹر کا اپنے مریض کو دوسرے کے پاس بھیج کر کمیشن حاصل کرنا رشوت میں داخل ہے، جس کی حدیث میں بھی سخت ممانعت آئی ہے، اللہ کے نبی نے رشوت لینے والے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے، علاوہ ازیں اس میں بجائے خدمتِ خلق کے اپنے پیشہ کو بڑھانا مقصود ہے جو انتہائی گھٹیا کام ہے (۱۰)

مریض کی تشخیص کرنے پر ڈاکٹروں کی فیس کا حکم

پرائیوٹ دواخانوں میں یہ نظام ہے کہ ڈاکٹر حضرات صرف مریض کے مرض کی تشخیص کر کے دواؤں کا نسخہ لکھ کر دیتے ہیں، دواء نہیں دیتے پھر اس کی فیس وصول کر لیتے ہیں،

تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، کیوں کہ یہ حضرات اپنے دماغ اور علم طب کا استعمال کرتے ہیں، یہ بھی ایک خدمت اور عمل ہے، لہٰذا ان لوگوں کا فیس مقرر کرنا جائز ہوگا۔

یستحق الأجر بتسلیم نفسه فی المدة وإن لم یعمل (١١)

مریض پر بوجھ ڈالنا

بعض ڈاکٹر حضرات آمدنی کے بالواسطہ ذرائع پیدا کر لئے ہیں، دوائیں لکھتے ہیں اور مخصوص ومتعین دوکانوں پر خریدنے کو کہتے ہیں، تاکہ ان سے کمیشن مل سکے، مریض پر بوجھ ڈالنے اور اپنی جیب بھرنے کی یہ ایک مخفی اسکیم ہے، بعض ڈاکٹر یہ بھی کرتے ہیں کہ جتنی دوا مریض کیلئے مطلوب ہوتی ہے اس سے زیادہ لکھ دیتے ہیں پھر چند دنوں میں نسخہ بدل دیتے ہیں، جس کی وجہ سے زائد دوائیں بیکار ہو جاتی ہیں، کبھی یہ لوگ نقلی دوائیں دیتے ہیں اور معیاری دواؤں کی قیمت وصول کرتے ہیں، نیز جن امراض کا علاج دواؤں کے ذریعہ ممکن ہو اس میں بھی آپریشن کا مشورہ دیتے ہیں، بیشتر اوقات غیر ضروری ٹسٹ کروانے کو کہتے ہیں؛ تاکہ علاج گراں بار ہو اور مریض کی یہ گرانی معالج کیلئے آمدنی ونفع کا باعث بنے، یہ چیزیں شرعاناجائز گناہ اور دھوکہ ہیں اور ارشاد باری تعالیٰ:

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل(١٢)

اور اپنے مال کو آپس میں باطل طریقے سے مت کھاؤ،

کے تحت داخل ہے، اس سے ہر ڈاکٹر کو بچنا لازم ہے۔

حوالہ جات

(۱) المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۵۷۸۷، دارالحرمین
(۲) ابجد العلوم ۱/۴۳۲، دارابن حزم
(۳) قواعد الفقہ: ۱۳۹، ۱۸۸ اشرفی بکڈپو
(۴) قواعد الفقہ: ۱۳۹، ۱۸۸ اشرفی بکڈپو

(۵) حجامہ ص:۹ مون اسلامک لائبریری (٦) نفع الطبیب فی آداب واحکام الطبیب ص:۳۹ دار الصحابہ للتراث
(۷) فیض الباری ۴/ ۱۸۵، دار الکتب العلمیہ ، (۸) الموسوعۃ الفقہیۃ :۳۱/ ۱۵٦ الکویت
(۱۰) کتاب الفتاوی ٦/ ۲۴۸ نعیمیہ (۹) ہندیہ ۵/ ۳۳۰ دار الکتاب
(۱۱) الدر المختار ٦/ ٦۹ دار الفکر بیروت (۱۲) البقرۃ:۱۸۸

ڈاکٹر کی اخلاقی ذمہ داریاں

مولوی شیخ عبدالسمیع قاسمی

اسلام اپنی جامعیت کے لحاظ سے لاثانی ہے، جو زندگی کے ہر شعبوں میں پیش آنے والے ہر مسئلہ کا حل رکھتا ہے، خصوصا اخلاقیات کا باب تو بہت ہی اہمیت وافادیت کا حامل ہے ، کیوں کہ مذہب اسلام عقائد وعبادات سے شروع ہوکر اخلاقیات پر ختم ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

نماز قائم کرتے رہو اور اپنے ماتحتوں کی رعایت کرو(۱)

اخلاقیات، کتاب زندگی کا ایسا اہم باب ہے، جس کا پڑھنا اور روبہ عمل لانا نہ صرف یہ کہ شریعت کو مطلوب ہے، بلکہ انسانیت کا بھی تقاضا ہے؛ ایک انسان کو جس طرح دینی ودنیوی ضروریات کے پیش نظر دوسرے انسان سے واسطہ پڑتا ہے، اسی طرح ہر فرد کو امراض وحوادث کی وجہ سے ڈاکٹر سے سابقہ پڑتا ہے۔

علاج وطب کی اپنی ایک دنیا ہے، طبیب ومریض کی ملاقات، امراض کی تشخیص دواؤں کی تجویز ہر چیز ایک مستقل عنوان ہے، اوراس شعبہ کا تعلق بلا تفریق مذہب وملت، انسان کی بیش قیمت زندگی سے ہے۔

اسلامی تصور کے مطابق انسان کی زندگی اللہ کی ایک امانت ہے، اس لئے انسان اپنے جسم کے حوالے سے خود مختار نہیں ہے، انسانی زندگی کی حفاظت انسانی تقاضا ہونے کے

ساتھ ساتھ ایک شرعی تقاضا بھی ہے، اور فن طب اس مقصد کو پورا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، بیمار جسم کو یوں ہی چھوڑ دینا، منشأ شریعت کے خلاف ہے؛ اس لئے فن طب کو دنیائے علم وفن نے بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ چنانچہ فقہاء کا قول ہے:

والشرع للأ دیان کالطب للأ بدان (۲)

دین میں شریعت کا جو مقام ہے، طب کا ابدان میں ویسا ہی مقام ہے۔

اور امام شافعیؒ کا مشہور مقولہ ہے:

العلم علمان: علم الأ دیان وعلم ا لأ بدان (۳)

علم تو دو ہی ہیں: ایک علم ادیان یعنی فقہ اور دوسرا ابدان یعنی طب۔

فن طب کا ایک گوشہ اخلاقیات پر مبنی ہے، اور بات اگر مسلم معاشرے کی کی جائے تو طبی اخلاقیات کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔

ایک مسلمان طبیب کے لئے کچھ لازمی صفات ہیں، جن کا برتنا دنیوی اور اخروی ہر اعتبار سے مفید ہے۔ مثلا:

۱) اللہ کا خوف ۲) اخلاص ۳) متعلقہ مسائل سے واقفیت ۴) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا جذبہ ۵) امانت ۶) حسن اخلاق یعنی مریض سے تواضع، شگفتہ مزاجی اور انکساری سے پیش آنا۔

معالج کی اخلاقیات

اطباء کی تعلیم حکومت کے جس ماحول میں ہوتی ہے، وہاں اسلامی اخلاقیات عموما نظروں سے اوجھل رہتا ہے، جو مسلم معاشرے کے لئے نقصان دہ ہے، اور یہ کمی اطباء کی ذمہ داریوں میں نقص پیدا کر دیتی ہے۔

طبیب کا ہمدرد اس کا صبر اور حلم وبردباری جیسی صفات کا حامل ہونا ایک انسانی اور شرعی چیز ہے، کیونکہ بیمار شخص تلخ دواؤں سے زیادہ محبت، شفقت اور نرمی کا متمنی ہوتا ہے، اسی طرح مریض کے لئے طبیب کا بااخلاق ہونا ضروری ہے، کیوں کہ یہ چیز تقدیر میں تبدیلی اگر چہ نہیں لاسکتی، لیکن مریض کا دل ضرور خوش کرسکتی ہے۔

چنانچہ اللہ کے نبی ﷺ دوران عیادت کبھی مریض کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے، کبھی سینہ پر ہاتھ رکھ کر دعا کرتے اور کبھی اپنے وضو کا پانی مریض پر چھڑکتے، یہ اطباء کے لئے بہترین اسوہ ہے(۴)

مذکورہ چیزیں مریض کی تسکین خاطر اور تخفیف مرض کا سبب ہونے کے ساتھ ساتھ غیر مسلم مریضوں کو اسلام کی جانب راغب کرنے کا بہترین ذریعہ بھی ہے، اخلاق سے تو دشمن کو بھی زیر کیا جاسکتا ہے، اس سے کون انکار کرسکتا ہے۔

فن سے واقف ہی علاج کرے

طب کسی زمانہ میں مکمل خدمت کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا، آج بزنس بن کر رہ گئی اور اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ بلا کسی تجربہ اور تعلیم کے لوگ اسے ذریعہ معاش بنانے لگے، حالانکہ طب ایک ایسا نازک پیشہ ہے، جس کے لئے تجربہ، مشق اور ماہرین اطباء کی خدمت میں وقت گذارنا ایک ناگزیر امر ہے، اس کے لئے اہلیت وصلاحیت بہت ضروری ہے، ورنہ کتنی زندگیاں برباد ہوسکتی ہیں، اور کتنے ہی مریض لاعلاج ہوسکتے ہیں۔

علاج ومعالجہ کی روز افزوں ضرورت کی وجہ سے فن طب سے بے بہرہ لوگ بھی اس میدان میں آپڑے، چنانچہ اب اس سے بچنے کے لئے مخصوص تعلیم حاصل کر کے سند حاصل کرنے والے ہی علاج ومعالجہ کے مجاز قرار دیئے جاتے ہیں۔

کسی ماہرین فن سے علاج کی تعلیم حاصل کئے بغیر علاج کا پیشہ اختیار کرنا جائز نہیں،

نیز اس میں حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کا گناہ بھی ہوگا۔(۵)

جاہل طبیب پر پابندی

علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

> بل یمنع مفت ماجن یعلم الحیل الباطلة کتعلیم الردة لتبین زوجها اوتسقط عنها الزکاة وطبیب جاهل (٦)

غیر مجاز طبیب پر تاوان

فقہ اکیڈمی انڈیا جو علماء و مفتیان کرام کا ایک باوقار ادارہ ہے، اس نے علماء کے اتفاق رائے سے یہ تجویز پاس کیا ہے:

> جس شخص کو علاج و معالجہ کی شرعا اجازت نہیں ہے، اگر اس کے علاج کی وجہ سے مریض کو غیر معمولی ضرر لاحق ہو جائے تو ضمان عائد ہوگا (۷)

> اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: جو آدمی فن طب کو جانے بغیر علاج کرے وہ ضامن ہوگا۔(۸)

> ایسا طبیب جو علاج کو صحیح نہ جانتا ہو اور وہ اپنے علاج میں غلطی کر بیٹھے، جس سے مریض کا کوئی عضو تلف ہو گیا تو ضامن قرار دیا جائے گا، کیونکہ یہ تعدی ہے۔(۹)

علاج بلا اجازت

جسم انسانی کی بسا اوقات چیڑ پھاڑ کی نوبت آتی ہے، تو کیا اس کے لئے مریض کے سرپرست سے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟ فقہاء نے اس کے لئے چند اصول طے کئے

ہیں، جو درج ذیل ہیں:

اگر مریض یا اس کے اولیاء وغیرہ سے آپریشن کی اجازت لینا ممکن نہ ہو اور انتظار کی گنجائش بھی نہ ہو تو اس کے لئے بلا اجازت آپریشن کرنا جائز ہے، گو انسان کی طرف ماذون نہیں ،لیکن شریعت کی طرف سے ماذون ہے، کیونکہ ممکن حد تک نفس انسانی کو بچانا واجب ہے۔ (۱۰) اور اگر قدرت کے باوجو بلا اجازت آپریشن کر دیا اور وہ مہلک یا مضر ثابت ہوا تو ضمان لازم آئے گا۔ (۱۱)

مخفی امراض کا افشاء

ایک شریف انسان اپنے عیوب کا افشا قدرۃ ناپسند کرتا ہے، اور کچھ بیماریاں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ مریض کو یہ بات پسند نہیں ہوتی کہ اس مرض سے دوسرے لوگ واقف ہو جائیں۔ اس لئے ایک ڈاکٹر کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ مریضوں کے مرض کا افشا نہ کرے، بعض دفعہ یہ اظہار رسوائی کا سبب بنتی ہے، اس لئے ڈاکٹر کو مریضوں سے تنہائی میں ملنا چاہئے۔

ہاں اگر قانونی یا شرعی یا پھر سماجی تقاضا ایسا ہو کہ اس مرض کا اظہار ناگزیر ہے تو سلیقے سے اس سچ کا اظہار کیا جا سکتا ہے، مثلا: لڑکی والے لڑکے کے متعلق ڈاکٹر سے پوچھیں تو بیان ضروری ہوگا، تا کہ وہ ایک طرف دھوکہ سے محفوظ رہیں اور دوسری طرف مرد بھی آئندہ زندگی کی ناخوش گواری سے محفوظ رہے (۱۲)

اسی طرح مجرمین کے جرم یا بے گناہی کو اگر ڈاکٹر جانتا ہو تو اس کی اطلاع کر دے، جیسے ڈرائیور کی بینائی کمزور ہو، یا وہ نشہ کا عادی ہو تو اظہار ضروری ہوگا، راز داری سے کام لینا جائز نہ ہوگا (۱۳)

اسی طرح اگر ناجائز بچہ کی ماں کی شناخت اور اظہار کئے بغیر بچہ کے متعلق اطلاع دینا اور اسکی جان بچانا ممکن ہو، تب تو ایسا ہی کرے، اور سرکاری یا کسی غیر سرکاری ادارہ کو اس سے

مطلع کر دے، جو ایسے بچوں کی ذمہ داری کو قبول کرتا ہو، اور اگر اس بچہ کی پرورش اور بقاء اس کے بغیر ممکن نہ ہو کہ اس عورت کا راز فاش کیا جائے تو پھر اسکے بارے میں اظہار جائز ہے کہ انسان کی زندگی کا تحفظ بہر حال زیادہ اہم ہے۔(۱۴)

ڈاکٹر کی فیس

ڈاکٹر چونکہ قوم اور سماج کا خدمت گار ہوتا ہے، اور ان کی بھی طبعی، شرعی اور سماجی تقاضے ہوتے ہیں، جس کی تکمیل مال و دولت کے بغیر ناممکن ہے، چنانچہ ڈاکٹروں میں مریض سے حق خدمت وصول کرنے کا رواج ہے، لیکن فیس کتنی ہو، اس کے جواز اور عدم جواز کا کیا معیار ہوگا، فقہاء نے اس پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ حق خدمت کے طور پر اجرت لینا حلال ہے۔ حدیث میں ہے:

اللہ کے نبیؐ نے حجامت کرایا اور اس کی اجرت دی (۱۵)

ڈاکٹر بعض اوقات دوا نہیں دیتے، صرف تشخیص کر کے دواؤں کی تجویز کرتے ہیں، اور اس کی فیس لیتے ہیں، اسمیں شرعا کوئی قباحت نہیں، بشرطیکہ فیس جواز کی حد میں ہو، اسی طرح مشورے اور ہدایات دینا ایک خدمت ہے، اس پر بھی فیس لینا جائز ہے۔(۱۶)

ڈاکٹر کا مشورہ

سماج میں انسان کو اپنے سے زیادہ تجربہ کار شخصوں کے مشوروں کی ضرورت پڑتی ہے، اور یہ ایک مفید بات ہے، اور انسان کو ہمیشہ صحیح مشورہ دینا چاہئے۔

چنانچہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے۔(۱۷)

اور امانت میں خیانت ناجائز ہے، لہذا غلط مشورہ دینا ایک بہت بڑی اخلاقی خیانت ہے۔ اسی طرح مریض اگر کسی بری عادت میں مشغول ہو اور مسلمان ڈاکٹر کو یقین ہو جائے کہ مریض کی عادت چھوٹ جائے گی، تو مشورہ دے سکتا ہے، کیوں کہ اگر مشورہ نہ دے تو اس کی

عادت رہے گی، مشورہ دینے سے بہر حال بری عادت دور ہونے کے امکانات ہیں(۱۸)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اخلاقیات سے ہر ڈاکٹر کا آشنا ہونا بالخصوص مسلم اطباء کا اس سے واقف ہونا ایک ناگزیر ضرورت ہے ،اوپر کی سطروں میں چند اخلاقیات کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے، تفصیل کے لئے طبی اخلاقیات کے عنوان سے لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔اللہ تعالی توفیق دے۔آمین۔

حوالہ جات

(۱)ابوداؤد حدیث نمبر:۵۱۵۶
(۲)التقریر والتحبیر :۳
(۳)مفتاح السعادۃ ۱/ ۲۶۷
(۴)طب نبوی لابن قیم:۱۰۸
(۵)احسن الفتاوی ۸/ ۹۵
(۶)الدر مع الرد ۹/ ۲۱۴
(۷)نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے
(۸)مرقاۃ ۷/ ۸۶
(۹)مرقات ۷/ ۸۶
(۱۰)طبی اخلاقیات:۱۱۸
(۱۱)نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے :۱۷۳
(۱۲)جدید فقہی مسائل:۵/ ۶۰
(۱۳)ایضا
(۱۴)جدید فقہی مسائل ۵/ ۶۲
(۱۵)بخاری کتاب الاجرۃ
(۱۶)فتاوی دار العلوم ۱۶/ ۳۴۴
(۱۷)ترمذی، حدیث نمبر:۲۸۲۲
(۱۸)طبی اخلاقیات:۱۰۱

تشخیص کے احکام

مولوی محمد سلطان قاسمی

صحت اللہ تعالی کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، اور حتی المقدور اس کی حفاظت انسان کا فریضہ اور اس کی ذمہ داری بھی ہے، یہ بھی حقیقت ہے کہ موجودہ دور میں صنعتی انقلاب اور ماحولیاتی عدم توازن اور غذائی اجناس میں اضافہ کے لئے جو نئے نئے تجربات ہو رہے ہیں اس کی وجہ سے بیماریاں بڑھ رہی ہیں، اور امراض پیچیدہ تر ہوتے جا رہے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ امراض کی تشخیص وعلاج کے لئے نت نئے اور زود اثر طریقے بھی دریافت ہو رہے ہیں، لیکن جدید طریقہ علاج اتنا گراں ہو چکا ہے کہ معاشی لحاظ سے متوسط لوگوں کے لئے بھی اس کے اخراجات نا قابل برداشت ہو جاتے ہیں، اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ طب وعلاج اور تشخیص وتجویز جو خدمت خلق کا ذریعہ اور ایک باعزت پیشہ تھا، اب اس نے تجارت کی صورت اختیار کر لی ہے، اور ہر کوئی تشخیص وتجویز کے میدان میں اترنا چاہتا ہے، دراں حالیکہ وہ تشخیص و تجویز کے احکام سے بالکل ناواقف ہوتا ہے، جس کی وجہ سے مریض کو مزید تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے، حالاں کہ فقہاء کرام نے اس کے سیکھنے کو فرض کفایہ قرار دیا ہے، تاکہ مرض کی صحیح تشخیص ہو سکے۔

تشخیص کی تعریف

تشخیص وہ فن یا وہ راستہ ہے، جس سے مرض کی نوعیت کا جاننا آسان ہو جاتا ہے،

تشخیص کی یہ تعریف دو باتوں پر مشتمل ہے:

۱) تشخیص طب کا فن ہے۔

۲) تشخیص کا مقصد مرض کو پہچاننا ہے۔

اور دونوں چیزیں بڑی اہم ہیں، اس فن کو حاصل کرنے کے لئے ماہر ڈاکٹروں کی صحبت اختیار کرنا ضروری ہے، اور اسے سیکھے بغیر مرض کی تشخیص کرنا جائز نہیں ہے۔

عر فت بعض المصا د رالطبية المختصة التشخيص بـمـايـلـى ،هوالفن او السبيل الذى يتسنى به تعر ف نوع المر ض (۱)

تشخیص مرض کے ذرائع

تشخیص مرض کی کئی صورتیں اور کئی ذرائع ہیں، جیسے نبض کے ذریعہ مرض کی تشخیص کرنا، خون کے ذریعہ، یا تھوک اور بلغم کے ذریعہ، یا پیشاب اور پائخانہ کے ذریعہ، یا تھرمامیٹر کے ذریعہ وغیرہ، لیکن اس ترقی یافتہ دور میں مرض کی تشخیص کے لئے جدید الکٹرانک آلات، اور طرح طرح کے مشین آ گئے ہیں، آج پوری دنیا میں انہیں آلات اور مشینوں کے ذریعہ مرض کی تشخیص کی جارہی ہے۔

تشخیص کا مقصد

مہلک ترین مرض کی نوعیت وحقیقت سے واقف ہونا؛ تاکہ اس مرض کو آگے بڑھنے سے روکا جائے، یا اس مرض کو سرے سے ختم کیا جائے۔

الـمقصو د من اجراء الفحص الطبى هومعر فة نوعية الـمـر ض الـجـرا حـى وتـحـديد الطورالذى بلغه من درجات خطورته (۲)

تشخیص کی اہمیت

فقہائے کرام نے اس کے سیکھنے کو فرض کفایہ قرار دیا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ایک جماعت مسلمانوں کے شہر میں ایسی ہو جو پیشہ طب سے واقف ہو اور اس کی باریکیوں کو مدنظر رکھتی ہو۔

التطبيب تعلما من فروض الكفاية فيجب ان يتوفر فى
بلا د المسلمين من يعر ف اصول حرفة الطب (٣)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو بھی اپنے بھائی کو نفع پہنچانے کی استطاعت رکھتا ہو، اس کو چاہئے کہ وہ نفع پہنچائے۔

من استطاع منكم ان ينفع اخاه فلينفع (٤)

تشخیص مرض میں ڈاکٹر کی ذمہ داری

اولاً تشخیص کے اصولوں اور مرض پر دلالت کرنے والی چیزوں سے واقفیت رکھے، اور ان تمام ہدایات کو جان لے جو اس کے متعلق ہیں، یعنی ماہرین اطباء نے جن کو درج کیا ہے، یہ ایسا فن ہے جس میں نہایت غور وفکر کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، اس لئے کہ متعدد بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ اس کے ظاہری علامات ونشانیاں ایک جیسی ہوتی ہیں جن کا پہچاننا نہایت مشکل ہوتا ہے، اسی طرح علامات امراض کے مابین جو قدرے فرق پایا جاتا ہے، اس کا جاننا بھی بے حد ضروری ہے، اور طب کی ان باریکیوں سے واقف ہونا کثرت تجربہ ہی سے حاصل ہوتا ہے، اس لئے ماہرین فن کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے اس میں مہارت حاصل کرنا بے حد ضروری ہے، اور شریعت مطہرہ کسی کو طب کے عظیم ترین پیشہ کو اختیار کرنے کی اجازت اس وقت تک نہیں دیتی جب تک کہ اس کو طبی اصول سے گہری واقفیت حاصل نہ ہو جائے۔

ومن ثم فانه لا يحكم لا حد بجواز القيام بهذه المهمة الا بعد ا ن يكون ملما بهذه الا صول كا لحال فی الا طباء (٥)

تشخیص میں مہارت تامہ ضروری ہے

ایک ڈاکٹر کے لئے شرعا ضروری ہے کہ وہ فن طب میں مہارت تامہ رکھنے والے اطباء کے وضع کردہ اصول و قیودات کوانہی سے سیکھے، کیونکہ اگر ڈاکٹر تشخیص کرنے کے بعد مرض کی صحیح کیفیت کو نہ پہچان سکے، تو وہ شرعا اجرت کا مستحق نہیں ہوگا۔

فـا ذا كـان الهدف هو معرفة نوعية المر ض واستا جره الـمـريـض للو صول اليه ولم يتمكن من معر فته فانه حينئذ لا يستحق شيئا (٦)

تشخیص امراض میں غلطی

طبیب کو معمولی غلطی ونقصان کی بناء پر ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا، البتہ طبیب سے ایسی غلطی سرزد ہوجائے، جس کا ارتکاب عموماً دیگر اطباء سے نہ ہوتا ہو تو ایسی غلطی کا ڈاکٹر ذمہ دار ہوگا۔

لا يسـئل الطبيب الا ا ذا ارتكب خطأ فا حشافی عمله وهـو الـخـطـأ الـذی لا يـمكنه ان يقع فيه طبيب آخر (٧)

آج کل کئی واقعات ایسے پیش آرہے ہیں کہ ڈاکٹر مرض کی تشخیص کر کے آپریشن کو ضروری قرار دیتے ہیں، لیکن آپریشن کے مقام کو کھولنے کے بعد اور اعضاء کو چیرنے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جس مرض کے لئے آپریشن کیا جارہا ہے وہ بیماری ہے ہی نہیں، جس کی

بناء پر خواہ مخواہ مریض کو آپریشن کی تکلیف سے دوچار ہونا پڑتا ہے، لہذا مریض آپریشن اور سابقہ مرض دو دو تکلیفیں برداشت کرنے پر مجبور ہوتا ہے، اس طرح کی غلطی پر ڈاکٹر ضامن ہوگا (۸)۔

تشخیص سے ہونے والے علم کی چار حالتیں ہیں

۱) مرض کا پایا جانا یقینی ہوگا۔

۲) مرض کے پائے جانے کا غالب گمان ہوگا۔

۳) مرض کے پائے جانے میں شک ہوگا۔

۴) مرض کے پائے جانے کا وہم ہوگا۔

پہلی حالت میں چونکہ ڈاکٹر کو مرض کے پائے جانے میں کسی بھی قسم کا شک نہیں ہوتا، اس لئے اگر کوئی اس پر اعتماد کر کے آگے کے مراحل کا فیصلہ کرلے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ قسم علم کے اعلی مرتبہ تک یعنی علم یقین تک پہونچی ہوئی ہے۔

دوسری حالت میں ڈاکٹر اس راجح احتمال پر بھروسہ کرے جو مرض کے پائے جانے پر مشتمل ہو، اور مرجوح احتمال پر غور نہ کرے، اور بیماریوں کو دور کرنے اور صحت کو بحال رکھنے میں راجح گمان پر عمل واعتماد، اور مرجوح گمان کے ترک کرنے میں شریعت اسلامیہ نے جو اصول طے کئے ہیں، اس کو مدنظر رکھنا چاہئے، امام عز بن عبدالسلامؒ لکھتے ہیں:

الا عتما د فی جلب معظم مصالح الدارین و در ء
مفاسد هما علی مایظهر فی الظنون ...... الی ان قال
...... فلا یجوز تعطیل هذه المصالح (۹)

اس سے صاف واضح ہو گیا کہ اعتماد غالب گمان پر ہوگا، اور مرجوح گمان سے صرف نظر کر لیا جائے گا، لہذا اس سے مرض کے احوال میں سے ایک حالت کی اصل ثابت ہوتی

ہے، کہ ظن غالب سے تشخیص کے درست ہونے پر اعتماد کرتے ہوئے مریض کی جانب سے اجازت حاصل کرکے آگے بڑھانے کی شریعت نے اجازت دی ہے، نیز فقہاء کرام نے غالب گمان کو یقین کے درجہ میں رکھا ہے، اس لئے دوسری حالت پہلی حالت کی طرح یقینی ہی ہے۔

تیسری حالت میں اطباء کو توقف کرنا ہی زیادہ بہتر ہے، اس لئے کہ تشخیص میں جو کئی احتمالات پیدا ہورہے ہیں، اس میں غور وفکر کرکے کسی ایک احتمال پر یقین کرنا ضروری ہے، اس سلسلہ میں ڈاکٹروں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مرض کی صحیح تشخیص کرکے کسی ایک احتمال کو راجح قرار دینے میں انتھک کوشش کریں، پھر آگے مزید کارروائی کریں، جس طرح دینی مسائل وامور میں راجح قول کے ظاہر ہونے تک کوئی حکم لگانا جائز نہیں ہے، ایسے ہی طبی امور ومسائل میں راجح امر کے ظاہر ہونے تک توقف کرتے ہوئے کسی قسم کی کارروائی کی اجازت نہیں ہوگی، چنانچہ امام عز بن عبدالسلام نے لکھا ہے :

> وكما لايحل الإ قدام للمتو قف فى الرجحان فى المصالح الدينية حتى يظهر له الراجح ، فكذالك لا يحل للطيب الإ قدام مع التوقف فى الرجحان الى أن يظهر له الراجح (۱۰)

نیز تشخیص میں کسی بھی مرض کے تعیین ہونے سے قبل محض گمان اور خیال کی وجہ سے کسی ایک قسم کی بیماری کی دوا تجویز کرنا بھی درست نہیں ہے۔(۱۱)

چوتھی حالت میں مرض کے پائے جانے پر جو مرجوح احتمال کا وہم ہے، اس سے صرف نظر کرلینا چاہئے؛ بلکہ ڈاکٹر کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ مرض کے نہ پائے جانے والے رجحان ہی کو درست سمجھے، جیسا کہ دوسری حالت یعنی غالب گمان میں ضروری قرار دیا کہ مرجوح نسبت سے صرف نظر کرتے ہوئے اس راجح نسبت کو درست سمجھے، جس میں مرض کے

نہ پائے جانے کا زیادہ رجحان ہے، ایسے ہی یہاں بھی مرض کے نہ پائے جانے والے رجحان ہی کو اختیار کرے، اسی بناء پر وہم کی صورت میں اطباء کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ اس مریض کی کاروائیوں کو آگے ہرگز نہ بڑھائیں، بلکہ کسی ایک رخ کو متعین کرنے کے بعد ہی آگے کی کاروائی کریں۔(۱۲)

لہذا ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ وہ تشخیص کے میدان میں اترنے سے پہلے تشخیص کے احکام کو جان لے، اور بوقت تشخیص ان احکام کو مدنظر رکھے پھر مرض کی تشخیص کرے۔

حوالہ جات

(۱) الموسوعۃ الطبیۃ الحدیثۃ ۳/ ۳۱۱
(۲) احکام الجراحۃ الطبیۃ: ۲۳۱
(۳) الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۱۲/ ۱۳۵
(۴) مسلم شریف رقم الحدیث: ۲۱۹۹،
(۵) الاحکام الجراحۃ الطبیۃ: ۲۳۲
(۶) الاحکام الجراحۃ الطبیۃ: ۲۳۳
(۷) حاشیۃ الطحطاوی ۴/ ۱۷۶
(۸) ایضا
(۹) قواعد الاحکام ۱/ ۴
(۱۰) قواعد الاحکام ۱/ ۶
(۱۱) قواعد الاحکام ۱/ ۶
(۱۲) الاحکام الجراحۃ الطبیۃ: ۲۳۸

اطباء پر ضمان کا شرعی حکم

مولوی اظہر الحسن بیگ قاسمی

اسلام نے جہاں بیع وشراء، طلاق وعتاق، نکاح وخلع اور حقوق واخلاق میں انصاف ومساوات کی تعلیم دی ہے، وہیں انسانی حقوق میں ظلم وزیادتی پر سزا کی تعیین بھی کی ہے، انہی احکام کا ایک حصہ علاج وما بعد العلاج پیدا ہونے والے نقصان کا ضمان ہے، کہ جب مریض اپنے جسم کو بغرض علاج طبیب کے سپرد کرتا ہے، لیکن طبیب بالقصد اس میں خیانت کردے، جس سے مریض ہلاک، یا اس کا کوئی عضو تلف ہو جائے، تو اسلامی قانون نے اس پر ضمان مقرر کیا ہے، تاکہ علاج ومعالجہ میں بے احتیاطی سے احتراز کیا جائے۔

ضمان کی تعریف

کسی کا مال ہلاک کردینے، منافع ضائع کردینے یا کسی عضو حیوانی کو نقصان پہنچانے پر معاوضہ ادا کرنے کا نام ضمان ہے(۱)

ضمان قرآن کی نظر میں

شریعت نے دنیوی زندگی میں ایک دوسرے سے پہنچنے والے نقصان کا بدلہ حاصل کرنے کو درست قرار دیا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:

فمن اعتدى عليكم فاعتدوا عليه بمثل مااعتدى

عليكم (البقره : ١٩٤)

جو تم پر زیادتی کرے، تو تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کرو، جتنی اس نے کی ہے۔

حدیث سے وجوب ضمان

ابوداؤد شریف میں نااہل طبیب کو اس کی نااہلی کی بناء پر ضامن قرار دینے کا ذکر خود حضور ﷺ نے کیا ہے:

أيما طبيب تطبب على قوم لا يعرف له تطبب قبل ذالك فأعنت فهو ضامن (٢)

جو طبیب کسی کا علاج کرے اور وہ علاج سے واقف نہ ہو، اور اس نے مریض کو نقصان پہونچا دیا تو ضامن ہوگا۔

وجوب ضمان کے شرائط

طبیب پر ضمان عائد کرنے کے لئے فقہاء کرام نے چند شرطیں مقرر کی ہیں:

۱) طبیب کی جانب سے زیادتی، لاپرواہی یا تساہل برتا گیا ہو۔

۲) آپریشن کے بعد کا ضرر پہلے کے ضرر سے بڑھا ہوا ہو۔

۳) مریض یا اولیائے مریض کی اجازت کے بغیر آپریشن سے نقصان ہوا ہو۔

۴) طبیب کی جانب سے ہونے والا ضرر دائمی ہو، وقتی نہ ہو (۳)

اجازت کی اہمیت

اجازت کا مسئلہ ضمانت کے لئے نہایت اہمیت کا حامل ہے، اس لئے کہ شریعت میں نقصان پہنچانے کی بالکل اجازت نہیں، جب طبیب آپریشن کے لئے مریض کے جسم

کو چیرتا ہے، خواہ مہذب طریقہ سے ہو، لیکن اس میں کچھ کمی زیادتی ہوجاتی ہے، اس لئے اجازت لینا ضروری ہے، بغیر اجازت کی صورت میں سوء اتفاق کچھ نقصان ہوجائے تو اس کا ذمہ دار طبیب ہی ہوگا، اگرچہ اس نے مریض کی ہمدردی ہی میں کیا ہو۔

شرعی اجازت

ایسا شخص جو رسمی تعلیم، ڈگری وغیرہ کے بغیر ماہر طبیب کی صحبت میں رہ کر علاج کا تجربہ حاصل کرلے، بعض امراض کے علاج وادویہ کے خواص پر عبور حاصل کرلے تو ان میں اس کو اجازت شرعی حاصل ہوگی (۴)

قانونی اجازت

حکام وقت کے مقرر کردہ قوانین پر عمل کے متعلق حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بڑا محققانہ تجزیہ کیا ہے؛

> اگر حکومت کے کسی قانون کی خلاف ورزی عام ضرر کا باعث ہو، تو حاکم کی اطاعت وحکم پر عمل واجب ہے، اگر عام ضرر نہ ہو، تو ظاہرا حاکم کی اطاعت واجب ہے، تاکہ فتنہ نہ ہو، اور خفیہ طور پر خلاف ورزی گناہ کا سبب نہ ہوگی (۵)

لہذا ایسا شخص جو اہلیت کی بناء پر شرعا تو علاج کا مجاز ہے، لیکن قانونی اجازت نہ ہو لیکن اس کے باوجود اس کا نفع عام ہو تو وہ شرعا اجازت کا مستحق ہوگا۔(۶)

شخصی اجازت

شرعی وقانونی اجازت کے ساتھ شخصی یعنی مریض کی اجازت بھی ضروری ہے، کہ مریض اپنی رضامندی وہوش میں ہر مرض یا کسی مرض کے علاج وآپریشن کی اجازت دے، یا اس کے اولیاء اجازت دیں۔(۷)

بغیر اجازت آپریشن

مریض بسا اوقات بے ہوش اور سخت زخمی ہوتا ہے، جو اجازت دینے کے قابل نہیں ہوتا، اسکے متعارف اولیاء سے رابطہ بھی کبھی ناممکن ہوتا ہے، ایسے موقعہ پر طبیب تمام طبی تدابیر ملحوظ رکھتے ہوئے آپریشن وعلاج کا شرعا مجاز ہوگا، اگر سوء اتفاق مریض ہلاک ہوگیا تو طبیب ضامن نہ ہوگا۔

ما لا يمكن الاحتراز عنه لا ضمان فيه ومعناها ان كل
ما يشق البعد عنه لايكون سببا موجبا للضمان لأنه
من الضرورات (۸)

تشخیص موجب ضمان نہیں

اگر ڈاکٹر نے مریض کی تشخیص کی، اور مریض نے از خود علاج کیا، یا دوسرے ڈاکٹر نے سابقہ تشخیص پر علاج کیا، اور اس سے کوئی نقصان ہوا تو تشخیص کرنے والا ڈاکٹر ضامن نہ ہوگا، بلکہ جس نے چیڑ پھاڑ کیا ہے وہ ضامن ہوگا۔

أما أنه ليس بالنعت انما هوقطع العروق ،والبط ،
والكى (۹)

ضمان کا ترتب صرف مرض کے بتلانے سے نہیں، وہ تو ناحق کسی کی
رگ کاٹنے، چیرنے اور داغنے سے ہے۔

موجب ضمان شکلیں

۱) ایسی غلطی ہوئی ہو جو عام اطباء سے نہیں ہوا کرتی۔

۲) انتہائی لاغر و کمزور مریض ہونے کے باوجود آپریشن کر دیا، اور مریض تکلیف کی تاب نہ لاکر ہلاک ہوگیا۔

۳)　　ایسی زیادتی ہو جس کی تلافی ناممکن ہو جیسے بینائی چلی گئی۔

۴)　　مریض کی طویل بیماری کی بناء پر علاج سے عاجز وتنگ آ کر بطور رحم کے مریض کو زہریلے انجکشن سے ہلاک کیا۔

۵)　　دوران علاج طبیب کی فنی کوتاہی و بے احتیاطی سے غیر معمولی نقصان ہوا ہو(۱۰)

غیر ضمان کی صورتیں

پیشہ طب میں ہر کوئی طبیب یہی چاہتا ہے کہ اس کے ذریعہ مرض دفعہ ہو کر مریض تندرست ہو جائے ،اس کے باوجود ماہر،حاذق طبیب سے چھوٹی موٹی غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں،جن کی وجہ سے طبیب سے مواخذہ نہ ہوگا۔امام طحاویؒ فرماتے ہیں:

لایسأل الطبیب الا اذا رتکب خطا فاحشا فی عمله ،وهوالخطأالذی لایمکنه ان یقع فیه طبیب آخر (۱۱)

لیکن شرط یہ ہے کہ وہ معمولی غلطی بھی اجازت معتبرہ کے بعد ہو،اس سلسلہ میں تین باتیں قابل لحاظ ہیں:

۱)غلطی ماہر ڈاکٹر سے ہو۔　۲) قابل اصلاح غلطی ہو۔　۳)اجازت یافتہ مقام میں ہو۔

امام موفق فرماتے ہیں:

حاذق طبیب کے ختنہ و پچھنا لگانے کی معمولی غلطی پر ضمان عائد نہیں کیا جائیگا(۱۲)

ضمان کی صورتیں

نقصان کا ضمان شریعت میں نقصان کے بقدر متعین ہے،ڈاکٹر کی جانب سے ہونے

والانقصان اور اس کا ضمان بھی کئی طرح کا ہے۔

جان کی ہلاکت کا ضمان

ڈاکٹر کی زیادتی سے مریض مرگیا، تو وہ ایک جان کی آدھی دیت کا ضامن ہوگا، اس لئے کہ مریض کی ہلاکت اجازت دئے ہوئے مقام اور اس کے علاوہ میں زیادتی سے ہوئی ہے، گویا اجازت دینے کی وجہ سے ہلاکت میں مریض کا بھی دخل ہے، اس لئے نصف دیت ہی لازم ہوگی۔ محمد بن محمد المختار لکھتے ہیں:

وإن هلك المريض به ضمن الطبيب نصف دية النفس
،لأ ن المريض هلك بما ذون فيه فيضمن بحسابه
(۱۳)

نیز ڈاکٹر کی غلطی سے مریض فوت ہوجائے تو ڈاکٹر پر قصاص نہیں ہوگا، بلکہ صرف دیت ہی لازم ہوگی، اس لئے کہ اس میں مریض کی اجازت ملی ہوئی ہے۔ ملاعلی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں:

طبیب کی حرکت سے مریض مرجائے تو وہ ضامن ہوگا، کیوں کہ وہ
مریض کی اجازت کے بغیر علاج کی جرأت نہیں کرسکتا۔(۱۴)

ایک جان کی دیت سو اونٹ ہے، اگر اونٹ نہ دے سکے تو اس کی قیمت لازم ہوگی، جو دس ہزار درہم قرار دی گئی ہے:

ان عمرؓ جعل الدية الف دينار ومن الدراهم عشرة
آلاف ومن الابل مأة(۱۵)

گہرے زخم کا ضمان

اتنا گہرا زخم ہوگیا، جس سے ہڈی وغیرہ ظاہر ہوگئی اور وہ بالکل خطرناک زخم کی شکل

اختیار کر گیا تو اس کی دیت کے متعلق آپؐ نے فرمایا: فی المواضح خمس خمس کہ ہر گہرے زخم پر پانچ پانچ اونٹ ہیں، پوری دیت سو اونٹ ہے، اور یہ دیت کا پانچواں حصہ ہے، لہذا یا تو دیت میں پانچ اونٹ دے یا تو دس ہزار درہم کا پانچواں حصہ ۵۰۰ درہم دے۔

انگلیوں کی دیت

ہاتھوں کی انگلیاں جسم میں نہایت اہمیت کی حامل ہیں، اگر ایک انگلی بھی ضائع ہو جائے تو ہاتھ سے منفعت ہی دشوار ہو جاتی ہے، اس لئے شریعت نے ایک انگلی کی دیت دس اونٹ یا ایک ہزار درہم قرار دی ہے، جو کل دیت کا دسواں حصہ ہے،

عن ابن عباسؓ قال : قال رسول الله ﷺ : دية أصابع اليدين والرجلين سواء عشرة من الإ بل لكل إصبع (١٦)

اہم وضاحت

مذکورہ بالا احادیث میں کوئی شخص کسی کو نقصان پہنچا دے تو اس کی دیت کا ذکر مطلق ہے، مگر طبیب کے متعلق تنصیف کا قاعدہ ہے کہ طبیب مریض کو ہلاک کر دے تو آدھی دیت لازم ہوگی، ایسے ہی پانچ اونٹ کے مقابلے میں ڈھائی اونٹ کی قیمت لازم ہوگی، دس اونٹ کے مقابلہ میں پانچ اونٹ کی قیمت لازم ہوگی، سو اونٹ کے مقابلہ میں دس ہزار درہم بطور ضمان ہے، مگر طبیب کے لئے صرف پچاس اونٹ اور درہم کے اعتبار سے پانچ ہزار درہم لازم ہوں گے۔ موجودہ دور میں اس کا تناسب بطور تسہیل یہ ہے:

جان کی ہلاکت کا ضمان

دراہم : ۵۰۰۰

بقدر چاندی قیمت : اٹھارہ کلو چار سو پچاس گرام

اونٹ: ۵۰

انگلی یا کسی اہم عضو کے تلف کا ضمان

دراہم: ۵۰۰

چاندی کی مقدار : ڈیڑھ کلو تین سو پینتالیس گرام

اونٹ: ۵

گہرے زخم کی شکل میں ہونے والے نقصان کا ضمان

دراہم: ۲۵۰

چاندی کی مقدار : ساڑھے ستہتر گرام (۱۷)

ضمان کی ادائیگی میں شرکت

حنفیہ کے یہاں حکم یہ ہے کہ جو قتل کا سبب بنا ہو یعنی بالواسطہ قتل یا ہلاک کا باعث بنا ہو، تو خون بہا اس کے عاقلہ پر واجب ہوتی ہے۔

اما القتل بسبب كحافر البئر وواضع الحجر فی غير ملكه ومو جبه ،ا ذا تلف فيه آدمی الدية على العاقلة (۱۸)

قتل بالسبب کی مثال دوسرے کی ملک میں پتھر رکھنے ، اور کنواں کھودنے والے کی ہے ،اگر کوئی اس کی وجہ سے ہلاک ہوجائے تو عاقلہ پر دیت واجب ہوگی۔

طبیب سے سرزد ہونے والا نقصان اسی زمرہ میں شامل ہوگا ،اسی اصول کے تحت تاوان واجب ہوگا۔علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

دیت کی ایک تہائی سے کم کی مقدار ضمان عائد ہوتو اسے خود طبیب ادا

کرے گا، ایک تہائی سے زائد ہو تو عاقلہ ادا کریں گے۔(۱۹)

حکومت کی جانب سے تعزیر

عامۃ الناس کے حقوق کا لحاظ کرتے ہوئے اطباء کو متنبہ رکھنے کے لئے حکومت اپنے آئین کے مطابق غلطی کرنے والے اطباء کی مناسب تعزیر و سرزنش کرسکتی ہے:

وإن لم يكن من اهل المعرفة فعليه الضرب والسجن والدية (۲۰)

اگر معالج فن طب سے واقف نہ ہو تو سرزنش، دیت اور قید کی سزا ہوگی۔

ضمان عائد کرنے کی حکمت

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

ولكم فى القصاص حياة يأولى الألباب (البقرة:۱۷۹)

اور قصاص میں درحقیقت تمہارے لئے زندگی ہے،

یعنی قتل کے بدلے میں قتل کی سزا جب عائد کی جائے گی تو قتل کا دور ختم ہو جائے گا، کوئی کسی کو قتل نہیں کرے گا، ایسے ہی ضمان عائد کردیں تو ہر ایک غلطی ولا پروائی سے ممکنہ حد تک بچنے کی کوشش کرے گا، ڈاکٹروں کے نقصان و غلطی پر جو نہایت گراں ضمان شریعت عائد کرتی ہے، وہ بھی اسی حکمت و مصلحت کے پیش نظر ہے۔

حوالہ جات

(۱) بدائع الصنائع ۱۶۵/۶ (۲) ابوداؤد شریف حدیث نمبر:۴۵۸۷
(۳) الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۶۲/۲۸، وزارۃ الشئون الاسلامیہ

(۴) التشریع الاسلامی الجنائی ۱/ ۵۲۰، دار الکتاب العربیہ بیروت
(۵) امداد الفتاوی ۳/ ۴۳۹، ادارہ تالیفات (۶) التشریع الجنائی الاسلامی ۱/ ۵۲۰
(۷) احکام الجراحۃ الطبیۃ: ۲۵۲، مکتبۃ الصحابہ، جدہ (۸) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۵۷۸۱، بیروت
(۹) بذل المجہود ۵/ ۱۸۷ (۱۰) الشرح الصغیر ۴/ ۴۷
(۱۱) طحطاوی علی المراقی ۴/ ۱۷۶، دار المعرفہ بیروت (۱۲) اوجز المسالک ۵/ ۴۵۱، مکتب یحیویہ، سہارنپور
(۱۳) احکام الجراحۃ الطبیۃ: ۲۵۴، مکتبۃ الصحابہ، جدہ (۱۴) مرقاۃ المفاتیح ۷/ ۸۶، مکتبہ اشرفیہ دیوبند
(۱۵) تاریخ المدینۃ لابن ابی شیبۃ ۲/ ۵۸۷ (۱۶) سنن ترمذی حدیث نمبر: ۱۳۹۱
(۱۷) الاوزان المحمودۃ ص: ۱۰۰، مسلم ٹمل ناڈو (۱۸) ہدایۃ مع الفتح القدیر ۱۰/ ۲۹۹، مکتبہ زکریا دیوبند
(۱۹) زاد المعاد ۴/ ۱۴۰، مکتبہ المنار الاسلامیہ (۲۰) بدایۃ المجتہد ۴/ ۱۸، دار الکتب العلمیہ

مریض اور طہارت کے مسائل

مولوی محمد زاہد علی قاسمی

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ طہارت و پاکیزگی اور صفائی وستھرائی پر مذہب اسلام نے جتنا زور دیا ہے، کسی اور مذہب نے نہیں دیا ہے، جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے، کہ احادیث نبویہ اور فقہ اسلامی کی بے شمار کتابیں کتاب الطہارۃ سے ہی شروع ہوتی ہیں، اور خود خالق کائنات نے قرآن جیسی لاریب کتاب میں:

ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین (البقرہ : ۲۲۲)

یقیناً اللہ تعالی محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں صاف وپاک رہنے والوں سے۔

کے ذریعہ طہارت وپاکیزگی کی طرف تمام مسلمانوں کی توجہ مبذول فرمائی ہے، اور اللہ کے حبیب ﷺ نے بھی اپنے جامع کلمات کے ذریعہ طہارت کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے: ارشاد نبوی ہے:

الطھور شطر الا یمان (۱)

طہارت ایمان کا حصہ ہے

اس لئے ہر ایمان والے کا فریضہ ہے کہ طہارت کے مسائل سے خوب اچھی طرح

واقف ہو، خواہ وہ صحت مند ہو یا مریض ؛اس لئے پیش نظر مقالہ میں مریض کے طہارت سے متعلق چند اہم مسائل کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

معذور شرعی کون؟

شرعا معذور اس شخص کو کہا جاتا ہے جس میں نقض وضو کا سبب اس تسلسل سے پایا جائے کہ اسے کسی ایک نماز کے پورے وقت میں طہارت کے ساتھ فرض نماز ادا کرنے کا موقع نہ مل سکے، مثلا ہر وقت پیشاب کا قطرہ آتا رہتا ہو، یا ناسور سے خون جاری رہتا ہو، وغیرہ وغیرہ اگر ایک نماز کے پورے وقت میں یہ کیفیت پائی گئی تو اسے معذور قرار دیں گے، اگر معذور قرار دیے جانے کے بعد ایک نماز کا پورا وقت اس عذر سے خالی پایا گیا تو وہ شخص معذور شرعی کے حکم سے خارج ہوجائے گا۔(۲)

معذور کا حکم

معذور کا حکم یہ ہے کہ وہ ہر فرض نماز کے وقت وضو کرے گا، پھر اس وضو سے وقت کے اندر اندر جتنی بھی چاہے نمازیں پڑھ سکتا ہے، البتہ اگر اس عذر کے علاوہ کوئی دوسرا ناقض پیش آئے تو دوبارہ وضو کرنا ضروری ہوگا۔

یتوضئون لوقت کل فرض لا لکل فرض ولا نفل (۳)

معذور کے کپڑوں کا حکم

جس شخص کے کپڑے پیشاب یا خون کے قطرات سے مسلسل ناپاک ہوتے رہتے ہیں اور اسے اتنا وقت نہیں مل پاتا کہ ایک نماز بھی پاک کپڑوں میں پڑھ سکے، مثلا: ہر دو تین

منٹ پر ناپاکی خارج ہوتی رہتی ہے، تو ایسے شخص کے لئے کپڑے کا بدلنا ضروری نہیں، انہی ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھ سکتا ہے، ہاں اگر اسے اتنا وقت ہو کہ پوری نماز بلانجاست کے پڑھ سکے تو اس کے لئے کپڑوں کا بدلنا یا دھونا ضروری ہوگا اور اگر مریض کے پہنے ہوئے کپڑے یا نیچے بچھی ہوئی چادر ناپاک ہو اور بیماری اور مشقت کی بناء پر کپڑوں کا اتارنا یا چادر بدلنا مشکل ہو تو ایسے مریض کے لئے اسی حال میں نماز پڑھنا جائز ہے(۴)

قطرہ کے مریض کے لئے طہارت کا آسان طریقہ

جس شخص کو پیشاب کے بعد دیر تک قطرہ آتا رہتا ہو اسے چاہئے کہ پیشاب سے فراغت پر سوراخ کے اندر کوئی چیز مثلا روئی وغیرہ رکھ لے؛ تا کہ اس کے اندرونی حصہ سے پیشاب باہر نہ آنے پائے؛ اس لئے کہ جب تک پیشاب کا قطرہ باہر نہ آئے گا اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، لیکن روزے کی حالت میں اس کو نہ کرنا اولی ہے:

ومن كان بطی الا ستبراء فليفتل نحو ورقة (٥)

معذور کا امام بننا

جو شخص شرعا معذور ہو اس کے لئے غیر معذورین کی امامت کرنا جائز نہیں، البتہ اگر مقتدی حضرات بھی اسی طرح کے عذر میں مبتلا ہوں تو اس کے لئے امامت درست ہے:

ان اقتداء المعذور بالمعذور صحیح ان ا تحد عذرهما
(٦)

ہاتھ کٹا شخص وضو اور استنجاء کیسے کرے؟

جس شخص کے دونوں ہاتھ کہنیوں تک کٹے ہوئے ہوں اور وہ شخص بول و براز کے بعد مخرج کو اپنے ہاتھ سے پاک کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ شخص کسی دوسرے سے طہارت حاصل کرانے کا شرعا مکلّف نہیں ہے، بلکہ بغیر طہارت بھی اس کی نماز درست ہو جائے گی، ہاں

اس کی منکوحہ بیوی یا باندی یہ خدمت انجام دے کر مستحق اجر وثواب ہوسکتی ہے، تاہم وہ بیوی کو مجبور نہیں کرسکتا، ایسی مجبوری کی حالت میں اگر ممکن ہوتو چہرہ کو پاک دیوار وغیرہ پر لگا کر مسح کر کے تیمّم کرلے، اگر اس پر بھی قدرت نہ ہوتو ویسے ہی نماز پڑھ لے۔(۷)

زخم پر مسح

اگر کسی شخص کے بدن کا کوئی حصہ زخمی ہوگیا اور اس کے لئے پانی نقصان دہ ہو، تو اس پر تر ہاتھ سے مسح کرلے، اگر یہ بھی نقصان دہ ہوتو معاف ہے، مسح کی بھی ضرورت نہیں، اگر زخم کے منہ پر دوا لگا کر پٹی باندھ دی گئی ہو یا پھایہ رکھ دیا گیا ہو، اب اگر وضو کرتے وقت پٹی کے کھولنے اور پھایہ کے ہٹانے میں تکلیف ہو اور پانی زخم کے لئے مضر ہوتو پٹی اور پھایہ پر وضو کے وقت مسح کرنا جائز ہے، چاہے پٹی باوضو باندھی گئی ہو، یا بلا وضو، ہڈی ٹوٹنے پر جو پلاسٹر چڑھایا جاتا ہے وہ بھی پٹی کے حکم میں ہے، اس کے اوپر مسح کرنا جائز ہے، اگر زخم ایسی جگہ واقع ہے کہ اس پر پٹی باندھنے میں زخم کے اصل حصہ کے علاوہ بدن کا کچھ اور حصہ بھی چھپ جاتا ہے، تو اس پورے حصہ پر مسح ضرورۃ جائز ہے:

فی اعضاءہ شقاق غسله ان قدر والا مسحه والا ترکه (۸)

مریض کا غسل فرض میں سر پر پانی ڈالنے کا حکم

غسل میں سر کا دھونا فرض ہے، اگر ٹھنڈا پانی نقصان دہ ہوتو گرم پانی سر پر ڈالیں، عورت کے لئے تمام بالوں کا دھونا ضروری نہیں، بلکہ بالوں کی جڑوں کو تر کرلینا کافی ہے، اگر مسلم ماہر طبیب نے سر پر پانی ڈالنے کو منع کیا ہے یا بار بار کا تجربہ ہو کہ سر پر پانی ڈالنے سے نقصان ہوتا ہے اور دردسر کا مرض پیدا ہوجاتا ہے، تو ایسی حالت میں سر پر پانی ڈالنا ضروری نہیں ہے، مسح کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

ولو ضرها غسل را سها ترکته وقیل :تمسحه (۹)

خروج ریاح کے مریض کا سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا

جو شخص ریاح کے بے قابو ہونے کی وجہ سے معذور ہوگیا ہو اس کے حق میں نوم ناقض وضو نہیں، اس لئے کہ خروج ریاح کے غلبۂ ظن کی بناء پر نوم کو ناقض قرار دیا گیا ہے، نوم بذات خود موجب نقض وضو نہیں، اور جب یہ شخص نفس خروج ریاح ہی میں معذور ہے تو اس کے حق میں خروج ریاح کے اندیشہ کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

سئلت عن شخص به انفلات ریح هل ینقض وضو ء

ه بالنوم ؟ فاجبت بعد م النقض (۱۰)

پیشاب کی نلکی (PIPE) سے پیشاب

کسی شخص کا آپریشن کیا جائے اور پیشاب کے باہر نکلنے کے لئے خصوصی نلکی لگا دی جائے جس سے پیشاب آتا رہتا ہے، تو اس نلکی سے بھی پیشاب کا آنا ناقض وضو ہے؛ کیوں کہ نجاست متعینہ مقام سے نکلے یا کسی اور جگہ سے وہ بہر حال ناقض ہے، البتہ اگر مسلسل اس سے پیشاب آتا رہے اور روکنے کی قوت ختم ہو جائے تو وہ معذور کے حکم میں ہوگا۔(۱۱)

پائپ (Pipe) کے ذریعہ اندرون جسم دوا

اگر کوئی شخص بواسیر کا مریض ہو اور پائپ کے ذریعہ جسم کے اندرونی حصہ میں دوا پہنچائی جائے تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا، بعض دفعہ میڈیکل تحقیق کے لئے حلق کے ذریعہ معدہ تک نلکی پہنچائی جاتی ہے اور پھر وہ نلکی کھینچ لی جاتی ہے، اور وہ گوشت کا کوئی ٹکڑا کاٹ کر اپنے ساتھ لاتی ہے، ایسی صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا، کیوں کہ اس کو مقام نجاست سے نکالا گیا ہے، اس لئے بعید نہیں کہ اس میں کچھ نجاست لگی ہوئی ہو، اسی طرح بچہ کی پیدائش، کیڑا، کنکری اور گوشت نیز حقنہ کی لکڑی کا اندر چھپ جانے کے بعد نکلنا ناقض وضو ہے۔(۱۲)

اگر کمر سے نیچے کا حصہ بے حس کر دیا جائے

آج کل علاج کی بعض صورتوں میں ریڑھ یا کمر میں ایسے انجکشن لگائے جاتے ہیں جس سے کمر سے نیچے کا حصہ بے حس ہو جاتا ہے، اور اس کی وجہ سے ناقض وضو پیش آنے کا ادراک نہیں ہو پاتا، لہذا یہ صورت بھی ناقض وضو ہے، اس کی نظیر وہ حضرات ہیں جن کو اپنے اعضاء پر گرفت نہیں ہوتی اور ان کے بارے میں فقہاء نے وضو کے ٹوٹنے کا حکم لگایا ہے، مثلا جنون، بے ہوشی اور غشی کو فقہاء نے ناقض وضو قرار دیا ہے؛ اس لئے کہ ان صورتوں میں بھی ناقض وضو کے پیش آنے کا ادراک نہیں ہوتا

و الا غماء ینقض ا لو ضوء وان قلوکذالك الجنون
والغشی ا ذا افا ق علیه الوضوء (١٣)

مصنوعی دانتوں اور اعضاء کی صورت میں وضو وغسل کے احکام

مصنوعی دانت دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو مستقل طور پر لگا دئے جائیں اور پھر ان کو آسانی سے نکالا نہ جاسکے، دوسرے وہ جو بنائے ہی اس طرح جاتے ہیں کہ حسب ضرورت ان کا استعمال کیا جائے اور حسب ضرورت نکال لیا جائے، پہلی صورت میں یہ مصنوعی دانت اصل دانت کا درجہ رکھتے ہیں، اس لئے ان کا حکم اصل دانتوں ہی کا ہوگا، وضو میں ان دانتوں تک پانی پہنچانا مسنون ہوگا اور غسل میں فرض، دانت نکالنے اور تہہ تک پانی پہنچانے کی ضرورت نہیں، دوسری صورت میں اس کی حیثیت ایک زائد چیز کی ہوگی، یعنی غسل اسی وقت درست ہو سکے گا جب اس کو نکال کر اصل جسم تک پانی پہنچایا جائے اگر ایسا نہ کیا گیا تو غسل درست نہ ہوگا، اور چوں کہ وضو میں کلی کرنا سنت ہے اور فقہاء کے نزدیک کلی سے مقصود پورے منہ میں پانی پہنچانا ہے، اس لئے اسکو نکالے بغیر کلی کرنے کی سنت ادا نہیں ہو پائے گی، مصنوعی اعضاء کے احکام بھی اسی طرح ہوں گے۔ اس کی نظیر چھٹی انگلی ہے کہ اس کو بھی اعضائے وضو

میں سے مانا گیا ہے، اگر کسی کو پیدائشی طور پر زائد انگلی ہو یا محل فرض میں زائد ہاتھ ہو تو اصل عضو کے ساتھ زائد عضو کو بھی دھونا واجب ہوگا:

وان خلق له اصبع زائدة او يد زائدة فی محل الفرض وجب عليه غسلها مع الا صلية (١٤)

انجکشن سے نقض وضو کا حکم

باہر سے غذا یا دوا کی صورت میں کسی چیز کا اندر جانا ناقض وضو نہیں ہے، انجکشن پر جسم کا تھوڑا سا خون لگا رہتا ہے، اتنی مقدار میں خون کا باہر آنا بھی ناقض وضو نہیں ہے، ہاں اگر انجکشن کا منشاء ہی خون نکالنا اور کھینچنا ہو تو اس کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۱۵)

حوالہ جات

(۱) مسلم شریف حدیث نمبر: ۲۲۳
(۲) الدر المختار ۱/ ۵۳، دار الکتاب دیوبند
(۳) مراقی الفلاح ۱/ ۱۴۹،
(۴) الدر المختار: ۵۳، دار الکتاب دیوبند
(۵) فتاوی شامی ۱/ ۵۸۸، زکریا دیوبند
(۶) فتاوی شامی ۱/ ۵۰۹، زکریا دیوبند
(۷) فتاوی عالمگیری ۱/ ۳۱، زکریا دیوبند
(۸) الدر المختار ۱/ ۲۰، دار الکتاب دیوبند
(۹) الدر المختار ۱/ ۲۹، دار الکتاب دیوبند
(۱۰) فتاوی شامی ۱/ ۲۷۰، زکریا دیوبند
(۱۱) بدائع الصنائع ۱/ ۴۷، بیروت
(۱۲) فتاوی ہندیہ ۱/ ۱۰، زکریا دیوبند
(۱۳) تاتارخانیہ ۱/ ۲۵۸، زکریا دیوبند
(۱۴) البنایہ شرح الہدایہ ۱/ ۱۵۰، بیروت
(۱۵) فتاوی ہندیہ ۱/ ۱۱، زکریا دیوبند

مریض اور نماز کے مسائل

مولوی عبدالسلام قاسمی

اسلام ایک مکمل اور ہمہ گیر نظام حیات ہے جو افراط وتفریط سے مبرا اور سراسر اعتدال اور حکم ومصالح پر مبنی ہے، اس میں انسانی فطرت سے مکمل ہم آہنگی اور مصالح ومضرتوں کا مکمل لحاظ موجود ہے اور کیوں نہ ہو؟ جبکہ یہ اس خلاّق عالم کا تشکیل کردہ مذہب ہے جو ہمہ بین، علیم وحکیم اور سمیع وبصیر ہے، اسلئے یہ بات تو متیقن ہے کہ اس میں انسان کو اسی بات کا مکلّف بنایا گیا ہے جو اس کی طاقت وبساط میں ہو، ارشاد سبحانی ہے:

لا یکلف الله نفسا الا وسعها (۱)

اللہ تعالی کسی شخص کو مکلّف نہیں بناتا مگر اسی چیز کا جو اس کی طاقت میں ہو۔

اسلام میں نماز کا مقام

اوامر خداوندی میں سے ایک مہتم بالشان امر نماز ہے، جو دین اسلام کی روح ہے، قرآن وحدیث میں جا بجا اس کی تاکید آئی ہے اور خود رسول اللہ ﷺ نے سفر وحضر، صحت و مرض، ہر حال میں اس کا اہتمام فرمایا ہے؛ بریں بنا شریعت مطہرہ نے سفر اور بیماری جیسے اعذار کی وجہ سے نماز میں تخفیف تو کی ہے؛ لیکن سرے سے معاف نہیں فرمایا، چنانچہ حضرت عمران

بن حصینؓ اپنی بواسیر کی شکایت لے کر دربار نبوی میں حاضر ہوئے اور اس حال میں نماز کا حکم معلوم کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

کھڑے ہوکر نماز پڑھو، اگر نہ ہو سکے تو بیٹھ کر پڑھو، یہ بھی نہ ہو سکے تو لیٹ کر پڑھو۔(۲)

زیرِنظر مقالہ، مریض کی نماز اور اس کے مسائل پر مشتمل ہے، جسمیں بیمار کے لئے شرعاً نماز کے تعلق سے ملنے والی رخصتوں کو مع قیود و شرائط، مدلل و مفصل بیان کیا گیا ہے، نیز مریض کی نماز کا طریقہ عبارات فقہاء کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے، اخیر میں کرسی پر نماز کی تحقیق بھی پیش کی گئی ہے، جو وقت کی اہم ضرورت ہے۔

نماز میں قابل اعتبار عذر

مریض کو اپنے سابقہ تجربہ یا طبیب حاذق کے بتلانے سے ظن غالب ہو گیا ہو کہ نماز میں قیام یا رکوع سجدے سے بیماری بڑھ جائے گی یا طول پکڑ جائیگی تو ایسی حالت میں کھڑے بیٹھے جیسے میسر ہو نماز ادا کرنا جائز ہے، لیکن محض مشقت کے اندیشہ سے قیام وغیرہ کا ترک جائز نہیں، علامہ طحطاوی متوفی ۱۲۳۳ھ فرماتے ہیں:

حد المرض المسقط للقیام...... زیادة العلة او امتدادها الخ(۳)

طاعت بقدر طاقت

فرض اور واجب نمازوں میں قیام(کھڑا ہونا) فرض ہے اور مریض بھی اس کا مکلّف ہے، لہذا اگر وہ دیوار یا عصا وغیرہ کے سہارے قیام کر سکتا ہو تو اسی طرح قیام کر لے، اگر کوئی مریض پورا قیام نہیں کر سکتا تو جس قدر قیام پر وہ قادر ہو اس قدر اس پر قیام لازم ہے۔ علامہ عالم بن العلاء متوفی ۷۸۶ھ فرماتے ہیں:

يؤمر بان يقوم مقدار ما يقدر...... حتى اذا كان قادرا

على ان يكبر قائما ......فانه يؤمر بان يكبر قائما(٤)

قیام کے احکام

ایک شخص کبڑا ہے یا پیرانہ سالی کی وجہ سے کمر اتنی جھک گئی ہے کہ رکوع کی سی کیفیت ہوگئی ہے تو ایسے آدمی کو نماز میں قیام کے لئے سر کو اپنی طاقت کے بقدر اونچا کر لینا کافی ہے (۵)

اسی طرح ایک مریض کو آنکھ کا آپریشن ہوا ہے اور ڈاکٹر نے اس کو ہدایت دی ہے کہ چند دن چت لیٹا رہنا ہوگا اٹھنے بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوگی تو ایسا شخص قیام وغیرہ ترک کر کے اشارے سے نماز پڑھ سکتا ہے۔(٦)

ایک مریض گھر میں قیام کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے؛ لیکن اگر مسجد جائے تو مسجد تک جانے کی وجہ سے یا امام کی قراءت کے طویل ہونے کی وجہ سے وہ با جماعت کھڑے ہوکر نماز ادا نہیں کرسکتا ؛ بلکہ وہاں جا کر اسکو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی نوبت آجاتی ہے تو ایسے شخص کے لئے گھر ہی میں قیام کے ساتھ نماز پڑھنا ضروری ہوگا۔ کیونکہ نماز میں قیام کا حکم جماعت کے حکم سے زیادہ مؤکد ہے؛ علامہ ظفر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۹۴ھ فرماتے ہیں:

ولو اضعفه عن القيام الخروج لجماعة يصلى فى بيته منفردا(٧)

اسی طرح ایک مریض کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہا تھا، دوران نماز ایسا عذر پیش آ گیا کہ قیام مشکل ہوگیا تو وہ بیٹھ کر نماز کی تکمیل کرسکتا ہے، اسی طرح کوئی مریض بیٹھ کر رکوع سجدے کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا کہ درمیان نماز کھڑے ہونے کی طاقت حاصل ہوگئی تو وہ کھڑے ہوکر نماز کو مکمل کرے گا، (۸) دونوں صورتوں میں از سر نو نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ؛ علامہ

شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ فرماتے ہیں:

وان افتتح صلاته صحيحا وعرض له مرض فيها يتمها بما قدر (۹)

لیکن اگر کوئی مریض لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھ رہا تھا اور دوران نماز بیٹھنے یا کھڑے ہونے پر قدرت حاصل ہو جائے تو از سر نو نماز پڑھے، بنا کرنا کافی نہیں ہے۔

ولو كان قدادى بعضها موميا فقدر على الركوع ......لا يبنى (۱۰)

بیٹھ کر نماز ادا کرنے کے احکام

اگر بیمار کسی بھی طرح قیام پر قادر نہ ہو تو حسب سہولت دوزانو یا چارزانو، رکوع سجدے کے ساتھ نماز ادا کرے؛ عالمگیری میں ہے:

اذا صلى المريض قاعدا ......يقعد كيف يتيسر عليه (۱۱)

کوئی مریض رکوع سجدہ پر تو قادر ہے، لیکن رکوع سجدہ میں جانے سے اسکو ریح خارج ہو جاتی ہے یا پیشاب کے قطرے یا زخم سے خون کے قطرے نکل جاتے ہیں تو ایسے مریض کیلئے اشارے سے رکوع سجدہ کرتے ہوئے بیٹھ کر نماز ادا کرنا جائز ہے۔

نیز کوئی مریض قیام کی وجہ سے قراءت سے عاجز ہو جاتا ہو تو اس کے لئے بیٹھ کر قراءت کے ساتھ نماز پڑھنا ضروری ہے، علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ فرماتے ہیں:

فلو قدر عليه (القيام) دون السجود ندب ايمائه قاعدا وكذا من يسيل جرحه لوسجدوقد يتحتم القعود كمن يسيل جرحه اذا قام...... (۱۲)

بیٹھ کر رکوع سجدے کے اشارے کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو چاہئے کہ سجدہ کا اشارہ رکوع کے بنسبت زیادہ پست کرے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

یصلی قاعدا بایماء ویجعل السجود اخفض من الرکوع (١٣)

بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے لئے صف میں کنارے ہی بیٹھنا ضروری نہیں، درمیان صف بھی بیٹھنے کی اجازت ہے؛ بلکہ بسا اوقات کنارے بیٹھنے سے انقطاع صف بھی ہوسکتا ہے جو ممنوع ہے؛ حدیث میں ہے:

من وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله (١٤)

لیٹ کر نماز ادا کرنے کے احکام

اگر مریض کسی بھی طرح کھڑے ہونے یا بیٹھنے پر قادر نہ ہو تو اس کیلئے لیٹ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور اس کے دو طریقے فقہاء نے بیان فرمائے ہیں: ایک دائیں کروٹ لیٹ کر دوسرے چت لیٹ کر اس طور پر کہ سر مشرق کی طرف اور پیر مغرب کی طرف کرلے اور سر کے نیچے کوئی اونچی چیز رکھ لے؛ تاکہ قبلہ رو ہوجائے؛ البتہ آخر الذکر اولی ہے: (۱۵)

مریض کے لئے سجدہ کے احکام

مریض عذر کی بنا پر زمین کے بجائے تکیہ وغیرہ پر سجدہ کرلے تو جائز ہے؛ لیکن اس کا زمین پر رہنا ضروری ہے، اس کو بلند کر کے پیشانی سے لگانا سجدہ کیلئے کافی نہ ہوگا۔

وان سجد علی مخدة اجزاه ...... بلا رفع (١٦)

سجدہ میں پیشانی اور ناک دونوں کو رکھنا ضروری ہے، لیکن اگر پیشانی پر زخم وغیرہ کی وجہ سے صرف ناک پر سجدہ کرے یا ناک پر زخم ہونے کی بنا پر صرف پیشانی پر سجدہ کرے تو جائز

ہے اور اگر دونوں پر زخم ہو تو اشارے سے سجدہ کرنا جائز ہے۔

اذا کان بجبهته وانفه عذر یصلی بالایماء (۱۷)

مریض کو اگر گھٹنے کے نیچے کوئی نرم چیز تکیہ وغیرہ کے بغیر سجدہ کرنا ممکن نہ ہو تو اس طرح تکلف کے ساتھ ہی صحیح، اس پر سجدہ کرنا لازم ہے۔

اذا لم یقدر علی السجود الا بجعل الوسادة ......لزم علیه تجشم ذالك (۱۸)

شرعی رخصت کو اپنانا ناقص اجر نہیں

مریض اپنی مجبوری اور اعذار کی وجہ سے شرعی رخصت کو اپناتے ہوئے قیام کے بجائے بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھے تو اس کی وجہ سے اس کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

صلاة المریض بالهیئة التی ذکرها الفقهاء...... لاینقص من اجره شیئا (۱۹)

وضع حمل کے وقت نماز کا حکم

حاملہ عورت کو ولادت کے وقت نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو وضو یا تیمّم کر کے جیسے میسر ہو نماز ادا کرے، اگر چہ بچہ کا کچھ حصہ نکل چکا ہو، جسم پر خون وغیرہ کی رطوبت کی پرواہ نہ کرے، کیونکہ وہ دم نفاس نہیں؛ بلکہ استحاضہ ہے، جو مانع صلاۃ نہیں؛ حلبی کبیر میں ہے:

امراة خرج رأس ولدها وخافت فوت الوقت توضأت ان قدرت والا تیممت...... وصلت قاعدة (۲۰)

بیمار کیلئے قصر یا قبل از وقت نماز کا حکم

مریض اپنی تکلیف کی وجہ سے نماز کی رکعتوں کو کم کرنا چاہے، جیسے مسافر کرتا ہے یا قبل از وقت نماز ادا کرنا چاہے تو اس کی اجازت نہیں ہے۔

وان صلی المریض قبل الوقت عمدا اوخطأ

لم تجزہ...... ولیس للمریض ان یقصر الصلاۃ(۱۹)

آنکھ کے اشارے یا دل سے نماز پڑھنے کا حکم

مریض سر کے اشارے سے بھی نماز ادا کرنے سے عاجز ہوجائے تو نماز کو موقوف کردے، آنکھ یا دل سے نماز ادا نہ کرے۔

فان عجز عن الایماء بالرأس لم یصل عندنا ولا

یومی بعینہ ولا بقلبہ (۲۲)

پھر اگر پانچ نمازیں اسی حالت میں گزر گئیں، اس کے بعد افاقہ ہوا اور کھڑے ہونے یا بیٹھنے یا سر سے اشارہ پر قدرت حاصل ہوجائے تو پانچوں نمازوں کی قضا کرے؛ البتہ چھ نمازوں کا وقت اسی حال میں گزر جائے تو قضا ساقط ہوجائیگی، یہی حکم جنون اور بے ہوشی کا ہے۔(۲۳)

نماز کے فدیہ کا حکم

مریض اپنی کمزوری کی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکے اور زندگی ہی میں اپنی قضا نمازوں کا فدیہ ادا کرنا چاہے تو جائز نہیں، جس طرح ممکن ہو نمازیں پڑھے؛ البتہ اگر اخیر تک اشارہ پر بھی قدرت حاصل نہ ہو سکے اور قریب المرگ ہوجائے تو پھر اپنے مال کے ایک تہائی حصہ سے چھوٹی ہوئی نمازوں کی فدیہ کی وصیت کرجائے۔

ولو مات وعلیہ صلوات فائتۃ اوصی بالکفارۃ(۲٤)

ایک نماز کے فدیہ کی مقدار صدقۂ فطر کے مانند آدھا صاع گیہوں ہے (جو موجودہ زمانے کے اعتبار سے ایک کلو ۶۳۳ گرام ہوتا ہے (۲۵)) فدیہ ادا کرنے میں وتر کی نماز بھی مستقل نماز شمار کی جائیگی۔(۲۶)

کرسی پر نماز

آج کل مساجد میں کرسیوں کا رواج عام ہو رہا ہے، جو صحیح نہیں ہے، اتنا تو طے ہے کہ بلا عذر محض راحت کی غرض سے کرسی پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس سے قیام اور رکوع وسجود سب چھوٹ جاتے ہیں جو ارکان صلاۃ میں سے ہیں۔

کرسی پر نماز کی قباحتیں

۱۔ نماز بارگاہ خداوندی میں غایت تذلل اور عاجزی کا نام ہے اور کرسی پر نماز میں اپنی شان کا اظہار ہے۔

۲۔ قیام سے عاجز شخص کو حضور ﷺ نے صل علی الارض کہہ کر زمین پر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور کرسی پر نماز پڑھنا آپ کے اس فرمان کے خلاف ہے۔

۳۔ کرسی پر نماز پڑھنے میں غیروں کی مشابہت ہے کہ عیسائی چرچوں میں اسی طرح کرسیوں پر عبادت کرتے ہیں۔

مریض کے لئے کرسی پر نماز

البتہ اگر مریض اس قدر مجبور ہے کہ کرسی کے بغیر نماز کی ادائیگی بہت مشکل ہے، مثلا ایک شخص کے کمر میں راڈ داخل کی گئی ہے جسکی وجہ سے وہ جھک نہیں سکتا، اسی طرح کوئی اس قدر کمزور یا اس قدر موٹا ہے کہ اٹھنا بیٹھنا دشوار ہے، اس سے ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہے یا کسی کو ڈاکٹر نے ہدایت دی ہے کہ نیچے بیٹھنے سے بیماری بڑھ جائے گی تو اس طرح کے معقول اعذار کی وجہ سے کرسی پر نماز کی اجازت مل سکتی ہے، کیونکہ شریعت کا اصول ہے:

المشقة تجلب التيسير (۲۷) الضرورات تبيح المحظورات (۲۸)

حوالہ جات

(۱) البقرۃ:۲۸۶
(۲) بخاری رقم الحدیث:۱۱۰۶، مکتبہ الاتحاد۔
(۳) طحطاوی علی مراقی الفلاح ص:۳۵۰
(۴) تاتارخانیہ۲/۶۶۸
(۵) الموسوعۃ الفقھیہ:۲۷/۲۶۰
(۶) ایضا
(۷) اعلاالسنن:۷/۱۸۴، ادارۃ القرآن، کراچی
(۸) مراقی الفلاح ص:۲۵۳
(۹) مراقی الفلاح ص:۲۵۳
(۱۰) مراقی الفلاح ص:۳۵۴
(۱۱) عالمگیری:۱/۱۳۶
(۱۲) شامی:۲/۱۳۲
(۱۳) خانیہ علی ہامش الہندیہ:۱/۱۷۱
(۱۴) نسائی:۱/۹۳
(۱۵) تاتارخانیہ:۲/۶۷۰۔
(۱۶) الموسوعۃ الفقھیہ:۲۷/۲۶۲
(۱۷) مراقی الفلاح ص:۲۳۱
(۱۸) اعلاءالسنن:۷/۱۸۴
(۱۹) الموسوعۃ:۲۷/۲۶۴
(۲۰) حلبی کبیر ص:۲۶۵۔
(۲۱) تاتارخانیہ:۲/۶۷۸
(۲۲) تاتارخانیہ:۲/۶۷۱
(۲۳) مراقی الفلاح ص:۳۵۲
(۲۴) شامی:۲/۵۳۲۔
(۲۵) فتاوی دارالعلوم زکریا۳/۲۳۰
(۲۶) شامی:۲/۵۳۲
(۲۷) الاشباہ والنظائر ص:۲۷۶
(۲۸) الاشباہ والنظائر ص:۳۰۷۔

مریض اور روزے کے مسائل

مولوی محمد شاکر قاسمی

اسلام صرف عالمگیر مذہب ہی نہیں ، بلکہ دین فطرت بھی ہے، چنانچہ اس نے انسانی مزاج و مذاق کا لحاظ ہر جگہ ملحوظ رکھا ہے، اور صحت و مرض کے سلسلہ میں مستقل احکام بیان کئے ہیں، قرآن کریم نے ''لا یکلف الله نفسا الا وسعها'' اللہ تکلیف نہیں دیتا ہے کسی کو مگر جس قدر اس کی گنجائش ہے؟ کے ذریعہ واضح طور پر اعلان کر دیا کہ انسان اپنی طاقت و بساط کے بقدر ہی مکلّف ہے، اسلام میں عبادات کی صحیح ادئیگی کے لئے صحت و تندرستی ضروری ہے ،اسی لئے اسلام نے بیماروں اور مریضوں کو عام لوگوں کے مقابلہ میں کچھ رعایتیں اور سہولتیں دی ہیں ، جو مقتضائے عقل کے عین مطابق ہیں ، اسلامی احکام کی ایک شاخ عبادت ہے ، اور اس میں ایک اہم عبادت ''روزہ'' ہے، صحت و مرض کے حوالہ سے اس کے مستقل احکام و مسائل ہیں جس میں مریض کی مکمل رعایت کی گئی ہے، ذیل میں مریض کے مختصر رعایتی احکام و مسائل کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

مریض کے لئے روزہ میں تخفیف

قرآن میں ہے

فمن كان منكم مريضا اوعلى سفر فعدة من ايام اخر
(البقرة:١٨٤)

اس آیت میں مریض اور مسافر کو رخصت دی گئی ہے، کہ وہ اس وقت روزہ نہ رکھیں، تندرستی ہونے پر اور سفر کے ختم ہونے پر اتنے دنوں کی قضاء کرلیں۔(۱) مریض سے مراد وہ مریض ہے، جس کو روزہ رکھنے سے ناقابل برداشت تکلیف پہنچے، یا مرض بڑھ جانے کا قوی اندیشہ ہو۔(۲)

مریض اور دواؤں کا استعمال

کچھ امراض ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کی رخصت شریعت نے دی ہے ؛ البتہ کچھ امراض ایسے ہیں کہ ان میں ہمت کر کے انسان روزہ رکھ سکتا ہے، لیکن روزہ دن بھر کا ہوتا ہے، اس لئے کبھی دواؤں کے خارجی یا داخلی استعمال کو ڈاکٹر اور اطباء ناگزیر بتاتے ہیں ، ایسے حالات میں کس دوا کا استعمال مفسد صوم ہے، اور کون سی دوا ناقض صوم نہیں ہے؟ اس سلسلے میں ایک اصول یاد رکھیں کہ جو چیز مسامات کے ذریعہ جوف معدہ میں یا جوف دماغ میں پہنچے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، روزہ اس وقت ٹوٹتا ہے، جب اصلی سوراخ سے یا جیسے مصنوعی سوراخ سے معدہ میں یا دماغ میں کوئی چیز پہنچے، اور اصلی سوراخ دو ہیں، ایک منہ کا سوراخ اور دوسرا بڑے استنجے کا سوراخ وہ بھی معدہ تک جاتا ہے، ان دونوں سوراخوں کے ذریعہ کوئی چیز معدہ میں پہنچائی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اصلی جیسے مصنوعی سوراخ سے مراد یہ ہے کہ پیٹ میں کوئی ایسا زخم ہو گیا، جو معدہ کے اندر تک جاتا ہے، اور وہ مستقل سوراخ بن گیا ہے، جس کو جائفہ کہتے ہیں، یہ سوراخ اگرچہ منفذ اصلی نہیں، مگر اس کے مشابہ ہیں، پس اس میں دوا وغیرہ ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اگر کوئی دوا معدہ کے اندر پہنچ جائے، ان تین منفذوں کے علاوہ کسی بھی طریقہ سے معدہ میں یا جوف دماغ میں تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، جیسے انجکشن، خواہ رگ میں لگایا جائے، یا گوشت میں ناقض صوم نہیں؛ کیونکہ وہ دوا معدہ تک ان منفذوں کے ذریعہ نہیں پہنچتی، (۳)

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کتے کے کاٹے کا انجکشن براہ راست معدہ تک پہونچایا

جاتا ہے تو اس سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟ اس سلسلے میں مفتی نظام الدین صاحب اعظمیؒ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

> عام انجکشن جو رگوں یا گوشت میں لگائے جاتے ہیں، ان سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، روزہ فاسد صرف اس انجکشن سے ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے غذا یا دوا بعینہ معدہ میں پہونچائی جائے جیسے، پاگل کتے کے کاٹے کا انجکشن (۴)

اور مولانا رضاء الحق صاحب صدر مفتی دارالعلوم زکریا لکھتے ہیں:

> وہ انجکشن جو براہ راست پیٹ میں رکھا جاتا ہے، مثلا کتے کے کاٹے کا، تو یہ مفسد صوم ہونا چاہئے، اس لئے کہ دوائی براہ راست پیٹ میں پہنچائی گئی، لہذا روزہ کی حالت میں اس سے اجتناب کرنا چاہئے (۵)

روزہ کی حالت میں انہیلر لینا

انہیلر آج کی ترقی یافتہ علاجوں میں سے ایکعلاج ہے، اس میں ایک قسم کی گیس ہوتی ہے، نیز اس میں دوا کے ذرات یا سفوف بھی ہوتے ہیں، جو فطری منفذ (منھ) سے داخل کئے جاتے ہیں، فقہاء کرام نے روزہ کی حالت میں حلق سے نیچے دوا اتارنے کو مفسد صوم قرار دیا ہے، اور انہیلر کے ذریعہ چونکہ دوا حلق کے نیچے اتار دی جاتی ہے، لہذا وہ بھی دوا ہے، لہذا وہ بھی مفسد صوم ہوگا، چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

> إذا أكل متعمدا مايتغذى به أو يتداوى به يلزم عليه الكفارة وهذا إذا كان ممايوكل للغذاء أو للداء (٦)

انہیلر کی ہوا اور دوا پیٹ کے بجائے اگر پھیپھڑے میں جاتی ہو تو بھی روزہ فاسد ہوجائے گا، کیونکہ سگریٹ کا دھواں بھی پیٹ کے بجائے پھیپھڑے تک پہونچتا ہے اور وہ

روزہ کو فاسد کر دیتا ہے، اسی طرح انہیلر سے بھی روزہ فاسد ہو جائے گا۔(۷)

روزے میں انجکشن لینا

انجکشن کے ذریعہ جو دوا جسم میں داخل کی جاتی ہے، وہ رگوں، پٹھوں یا گوشت کے ذریعہ بدن میں پہنچتی ہے، اور پھر وہاں سے پورے جسم میں پھیلتی ہے، اس لئے انجکشن چاہے رگوں میں لگائے، یا جلد میں یا پٹھوں میں، بہرصورت اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، لیکن بہتر یہ ہے کہ اگر انجکشن لینا ضروری نہ ہو تو اس کو شام تک موخر کر دیں۔(۸)

آنکھ میں دوا ڈالنا

آنکھوں میں چاہے سیال دوا ڈالی جائے یا جامد اور چاہے اس کا مزہ حلق میں محسوس ہو روزہ اس کی وجہ سے فاسد نہیں ہوگا؛ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

ولو أقطر شيئا من الدواء فی عينه لا يفطر صومه
عندنا وإن وجد طعمه فی حلقه (۹)

اسی طرح سرمہ لگانے سے بھی روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

ناک میں دوا ڈالنا

ناک میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جائے گا، کیونکہ ناک کی طرف سے حلق تک پہنچنے میں راستہ موجود ہے؛ چنانچہ خانیہ میں ہے:

وکذا السعوط و الوجو ر والقطور فی الأ ذن (۱۰)

اسی طرح دوا ناک میں چڑھانا، منہ میں اور کان میں ٹپکانا روزے کے لئے مفسد ہے۔

اندرون جسم میں دوا ڈالنا

عورتوں کی شرمگاہ میں کسی بھی قسم کی دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جائے گا، چنانچہ

فتاوی عالمگیری میں ہے:

وفي الأ قطار في إقبال النساء يفسد بلا خلا ف (١١)

اگر مرد اپنی سرین میں یا عورت اپنی شرمگاہ میں انگلی داخل کرے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، یہی قول مختار ہے، لیکن انگلی پانی، تیل یا کسی چیز میں تر ہو تو ایسی صورت میں پانی یا تیل پہنچ جانے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔(۱۲)

چند مختصر ضروری مسائل

۱) روزہ کی حالت میں بذریعہ انجکشن خون نکلوانا مفسد صوم نہیں ہے، البتہ اگر ایسے ضعف کا خطرہ ہو کہ روزہ کی طاقت نہ رہے گی، تو مکروہ ہے(۱۳)

۲) روزہ کی حالت میں ڈاکٹر سے ڈاڑھ نکلوانا بوقت ضرورت شدیدہ جائز ہے، او ربلاضرورت مکروہ ہے(۱۴)

۳) روزہ کی حالت میں احتلام ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن اگر کسی نے غلطی سے یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا، افطار کرلیا تو کفارہ نہیں ہے، صرف قضاء لازم ہے،(۱۵)

۴) روزہ کی حالت میں خون نکل کر حلق میں چلا گیا، اور خون قلیل مقدار میں ہو اور تھوک اس پر غالب ہو تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، ہاں اگر خون کا مزہ حلق میں محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر خون تھوک سے زیادہ یا مساوی ہوگا، تب بھی روزہ فاسد ہو جائے گا، فقط قضا واجب ہوگی۔(۱٦)

۵) حاملہ اور مرضعہ جن کو روزہ سے اپنی جان یا بچہ کو ایذا و تکلیف پہونچنے کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، عذر ختم ہونے کے بعد صرف قضاء لازم ہوگی (۱۷)

٦) روزہ کی حالت میں نکسیر پھوٹ گئی حتی کہ اس کا اثر تھوک میں بھی پایا گیا تو اس سے روزہ میں کچھ خلل نہیں پڑے گا(۱۸)

۷) ہومیو پیتھک دوا کے سونگھنے سے مریض کو بالکل اتنا ہی اثر ہوتا ہے، جتنا کہ دوا کے کھانے سے تو ایسی صورت میں اگر کسی مریض نے ایک ہی گولی چٹکی میں لے کر سونگھی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(۱۹)

۸) اگر کسی شخص کے دانت میں درد ہو اور اس کو دفع کرنے کے لئے کوئی دوا استعمال کرے، اس طور پر کہ وہ دوا حلق کے اندر نہ جائے، تو یہ بھی مکروہ ہے(۲۰)

۹) روزہ کی حالت میں پیٹ کی صفائی کے لئے پیچھے کے راستہ سے دوا چڑھائی جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(۲۱)

۱۰) روزے کی حالت میں گلوکوز چڑھوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیوں کہ دوا براہ راست دماغ یا معدہ تک نہیں پہنچتی، بلکہ رگوں کے واسطے سے جاتی ہے، لیکن بلا عذر ایسا نہیں کرنا چاہئے(۲۲)

حوالہ جات

(۱) معارف القرآن ۱/۳۹۴
(۲) معارف القرآن ۱/۳۸۷
(۳) تحفۃ الالمعی: ۳/۱۰۰
(۴) منتخب نظام الفتاوی ۱/۱۳۳،
(۵) فتاوی دار العلوم زکریا ۳/۲۹۰
(۶) فتاوی عالمگیری ۱/۲۰۵
(۷) نواقض صوم سے متعلق نئے مسائل ص: ۴۷
(۸) نواقض صوم سے متعلق مسائل: ۲۹۱ تا ۳۶۸
(۹) فتاوی عالمگیری ۱/۲۰۳
(۱۰) قاضی خان علی ہامش الہندیہ ۱/۲۱۰
(۱۱) فتاوی عالمگیری ۱/۲۰۴
(۱۲) جدید فقہی مسائل ۱/۱۸۳
(۱۳) احسن الفتاوی ۴/۴۲۵
(۱۴) احسن الفتاوی ۴/۴۲۶
(۱۵) فتاوی دار العلوم ۶/۴۲۱
(۱۶) فتاوی رحیمیہ: ۳/۱۰۸
(۱۷) فتاوی رحیمیہ ۳/۱۰۶
(۱۸) فتاوی دار العلوم ۶/۴۰۶
(۱۹) فتاوی محمودیہ ۱۰/۱۵۵
(۲۰) امداد الفتاوی ۲/۱۳۷
(۲۱) کتاب المسائل ۲/۹۰
(۲۲) کتاب المسائل ۲/۸۷

متعدی امراض----احکام ومسائل

مولوی محمد نجم الدین اسعدی

ہوااور پانی کے بعد جیسے غذا انسان کے لئے سب سے بڑی ضرورت ہے، اسی طرح غذا کے بعد شاید دوا سے بڑھ کر کوئی انسانی ضرورت نہ ہو، بچہ ہو یا جوان، کمزور ہو یا بوڑھا، مرد ہو یا عورت، مالدار ہو یا غریب، الغرض مرض کی گرفت سے کوئی باہر نہیں، بیماری انسان کو اس کے عجز وناچاری کی یاددلاتی ہے، اوررب قدیر کی طرف اس کو متوجہ کرتی ہے، کہ وہی خدا ہے، جس کے حکم سے بیماری بھی آتی ہے، اوراسی کے حکم سے بیماری متعدی ہوتی ہے اوروہی صحت وشفاء عطافرماتا ہے۔

لیکن فی زمانہ امراضکی کثرت ہے، بعض امراض ان میں ایسے ہیں، جوشخصی طور پر محدود رہتے ہیں اوربعض امراض ایسے ہیں جوایک دوسرے کے طرف متعدی ہوتے ہیں۔

تعدیہ مرض کے سلسلہ میں ڈاکٹرس کی تحقیق

آج جب کہ میڈیکل سائنس بہت ترقی کر چکی ہے بعض بیماریوں کے متعلق ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ یہ بیماریاں متعدی ہوتی ہیں، جیسے اسکیبس (Scabies) یہ ایک ایسی متعدی بیماری ہے، جوخارش کی شکل میں نظرآتی ہے، رات کے وقت مریض میں خارش کی شدت میں اضافہ ہوتا ہے، اس بیماری کاظہور اس وقت ہوتا ہے، جب کہ روزانہ غسل نہ کیا

جائے، تنگ جگہ میں متعدد افراد کام کر رہے ہوں، یا رہائش پذیر ہوں تو وہاں یہ مرض زیادہ پھلتا پھولتا ہے، خارش بدن کے پوشیدہ حصوں، ہاتھوں اور انگلیوں کے درمیان محسوس ہوتی ہے، اور ایک دوسرے کو لگ بھی جاتی ہے، اسی طرح اور بھی امراض ہیں جو متعدی ہوتے ہیں۔

امراض کا تعدیہ احادیث کی روشنی میں

قرآن مجید نے امراض کے متعدی ہونے اور نہ ہونے کے متعلق کوئی بات صراحت کے ساتھ بیان نہیں فرمائی ہے، البتہ طاعون کو عذاب الٰہی اور'' رجز '' سے تعبیر کیا گیا، جس کی وجہ سے ایک درجہ میں طاعون کے متعدی ہونے کا اشارہ ملتا ہے، البتہ احادیث سے امراض کے تعدیہ اور عدم تعدیہ کے بارے میں رہنمائی ملتی ہے، بعض روایات میں امراض کے متعدی ہونے کی نفی کی گئی ہے، بخاری میں ہے:

> لا عدوی ولا صفرة و لا هامة فقال أعرابی یا رسو ل الله فما بال إبلی تکون فی الرمل کأنها الظباء فیاتی ا لبعیر الأ جرب فید خل بینها فیجر بها فقال : فمن أعدی الأ ول (۱)
>
> امراض متعدی نہیں ہوتے، کوئی مہینہ منحوس نہیں ہوتا اور الّو کی کوئی حقیقت نہیں ہے، پس اعرابی کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! پھر میرے اونٹ کا کیا حال ہوگا جو کہ ایک جنگل میں تھا، گویا کہ وہ ہرن معلوم ہو رہا تھا، پس ایک خارشی اونٹ آیا پھر ان میں داخل ہوگیا، پھر دوسرے اونٹوں کو بھی خارش زدہ کر دیا؛ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلے اونٹ کو کس نے خارش زدہ کیا۔

اسی طرح مجذوم شخص کے متعلق ہے کہ آپ ﷺ نے مجذوم کے ساتھ کھانا تناول

فرمایا، اور ارشاد فرمایا:

اللہ پر بھروسہ کرو؛ کیونکہ کسی مرض میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ دوسروں کو لگے جب تک حکمِ خداوندی نہ ہو(۲)

لیکن بعض روایتوں میں ہے کہ کچھ امراض میں متعدی ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے چنانچہ حدیث میں ہے:

لا یوردالممر ض علی المصح(۳)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت فتح الباری میں ہے:

فرمن المجذوم فرارك من الا سد (٤)

مجذوم سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے دونوں روایتوں میں تطبیق دی ہے، زمانۂ جاہلیت میں لوگ یہ سمجھتے تھے کہ امراض خود طبعاً اور لازماً متعدی ہوتے ہیں، اللہ کی قدرت کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے، اس لئے بعض روایتوں میں اس کی نفی کی گئی ہے، اور جن روایات سے تعدیہ کا ثبوت ملتا ہے، ان کا منشا یہ ہے کہ اسباب کے درجہ میں تعدیہ بیماری کا ذریعہ بن سکتا ہے، لیکن یہ بہر حال مشیتِ خداوندی کے تابع ہے، علامہ ابن حجر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے، اور یہ بات ذہن نشین ہونی چاہئے کہ خدا اور رسول کا کلام واقعہ اور مشاہدہ کے خلاف نہیں ہوسکتا، اس لئے درست بات یہ ہے کہ بعض امراض جراثیم کے ذریعہ متعدی ہوتے ہیں، البتہ یہ من جملہ اسباب کے ہیں کہ بیماری کا پیدا ہونا کسی بیماری سے میل جول پر موقوف نہیں ہے(۵)

تعدیہ امراض کے سلسلے میں فقہاء کی رائے

اصح بات یہ ہے کہ امراض کے متعدی ہونے کا نظریہ ہی درست ہے، اگر امراض

کے متعدی نہ ہونے کو تسلیم کرلیا جائے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اصول طبیہ ہی سرے سے باطل ہیں، حالانکہ شریعت نے اصول طبیہ کو باطل نہیں؛ بلکہ ثابت کیا ہے(۶)

علامہ ابن قیم، امام بیہقی، ابن الصلاح، ابن رجب، ابن مفلح رحمہم اللہ وغیرہ امراض کے تعدیہ کے قائل ہیں، فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی تعدیۂ امراض کے قائل ہیں، چنانچہ اس بحث کے ضمن میں کہ عورت کو کن کن عیوب کی وجہ سے خیار فسخ حاصل ہوتا ہے، اس میں بعض امراض مثلا: جذام وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے علامہ کاسانی (متوفی ۵۸۷ھ) تحریر فرماتے ہیں:

لأنهامن الأدواء المتعدية(۷)

کیونکہ یہ امراض اکثر متعدی ہوتے ہیں۔

یعنی دوسروں سے اختلاط کی وجہ سے منتقل ہوجاتے ہیں، اسی وجہ سے عورت کو خیارِ فسخ حاصل ہوتا ہے، تاکہ عورت ضرر سے محفوظ رہے(۸)

متعدی امراض کے مریضوں کے شرعی احکام

۱۔ جو شخص متعدی بیماری میں مبتلا ہے اس شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے مرض کو نہ چھپائے اور اگر وہ منع کرتا ہے تو ڈاکٹر کے لئے لازم ہوگا کہ وہ اس کی بات نہ مانے اور اس کے اس مرض کو اس کے اہل خانہ و متعلقین پر بھی ظاہر کردے؛ تاکہ ہر فرد احتیاطی تدابیر اختیار کرے(۹)

۲۔ مریض کو اگر اس بات کا علم ہے کہ مجامعت سے میرا مرض منتقل ہوسکتا ہے یا خون دینے سے مرض منتقل ہوجائے گا تو ایسی صورت میں مجامعت کرنے اور خون دینے سے یہ شخص گنہگار ہوگا، بشرطیکہ مجامعت کرنے یا خون دیتے وقت یہ معاملہ متحضر ہو اور اگر مرض منتقل کرنے کا ارادہ ہو تو یہ ارادہ اس جرم کو مزید سنگین بنادے گا(۱۰)

۳۔ ایڈز کے مریض کے حق میں مقاصد نکاح فوت ہو جاتے ہیں، اس لئے اگر عورت جوان ہے اور اس کو زنا میں مبتلا ہونے کا یا ایڈز میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں عورت کو خیارِ فسخ حاصل ہوگا۔(۱۱)

۴۔ اسی طرح اگر حاملہ ہو اور ماہر ڈاکٹر کی رائے ہے کہ بچہ بھی ایڈس مرض سے متاثر ہوگا تو بچہ میں جان پڑنے سے قبل اسقاط حمل کرا سکتی ہے(۱۲)

۵۔ اگر ایڈز، طاعون و کینسر یا اس جیسا کوئی متعدی مرض اس حد تک پہنچ گیا کہ مریض اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل پر قادر نہیں رہا اور اس کے مرض کی کیفیت مرض الموت کی بن گئی تو اس پر مرض الموت کے احکام جاری کرنے کے سلسلہ میں حسب ذیل تفصیل ہے:

الف۔ اگر اس مرض میں برابر اضافہ ہی ہوتا رہا تو اول روز ہی سے یہ مرض، مرض الموت تصور کیا جائے گا۔

ب۔ اگر اس میں افاقہ و اضافہ دونوں صورتیں پیدا ہوئیں تو آخری اضافہ کی ابتداء سے مرض الموت کی ابتداء ہوگی (۱۳)

ج۔ اگر مرض دائمی رہا مگر اس میں اضافہ کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو یہ مرض ،مرض الموت نہیں (۱۴)

۶۔ طاعون یا اس جیسی کوئی مہلک بیماری کے پھیلنے کی صورت میں کسی علاقہ کے اندر حکومت کی طرف سے آمد و رفت پر پابندی لگانا شرعاً جائز و درست ہے؛ کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ نے بھی طاعون زدہ علاقہ میں جانے سے منع فرمایا ہے(۱۵)

کیا ڈاکٹر کے لئے مرض کے اخفاء کا حکم ہے؟

اگر کوئی شخص متعدی مرض میں مبتلا ہے اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے اور مریض کا اصرار ہے کہ ڈاکٹر اس مرض کی اطلاع کسی کو نہ دے، حتی کہ اس کے گھر والوں کو بھی نہ دے،

ورنہ وہ اچھوت بن کر رہ جائے گا، اور ڈاکٹر کو ظن غالب ہے کہ عدمِ اطلاع کی صورت میں دیگر افراد کو ضرر پہونچے گا تو ڈاکٹر اس کے گھر والوں کو اور دوسرے افراد کو اس کے اس مرض کی خبر کردے، البتہ عدم نقصان کی صورت میں ڈاکٹروں کے لئے اطلاع کرنا شرعا درست نہیں ہے(۱۶)

خلاصہ کلام یہ کہ امراض واقعی متعدی ہوتے ہیں، اس لئے ان سے پرہیز کا حکم بھی وارد ہوا ہے؛ لیکن یہ حکم وجوبی نہیں ہے؛ بلکہ استحبابی ہے، پرہیز نہ کرنا بھی جائز ہے، لہذا اگر کوئی شخص پرہیز نہیں کرتا تو زیادہ سے زیادہ ترکِ مستحب ہوگا اور ظاہر ہے کہ تارکِ مستحب پر کوئی ملامت نہیں؛ اس لئے مریض کا ایسا کرنا بلاشبہ جائز ہے(۱۷)

حوالہ جات

(۱) بخاری، رقم الحدیث: ۴۹۵

(۲) بخاری حدیث نمبر: ۵۷۱۷، مسلم حدیث نمبر: ۲۲۲۰

(۳) بخاری حدیث نمبر: ۵۷۷۴

(۴) فتح الباری حدیث نمبر: ۵۷۷۴

(۵) احسن الفتاوی ۸/ ۱۷۷، مکتبہ دارالاشاعت

(۶) مرقاۃ: ۹/ ۱۳، مکتبہ الاشرفیہ دیوبند

(۷) بدائع الصنائع ۲/ ۳۲۷، مکتبہ دارالکتب العلمیہ

(۸) طحاوی ۲/ ۱۱۳، مکتبہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی

(۹) فتح القدیر ۹/ ۲۶۷

(۱۰) بخاری، حدیث نمبر: ۵۷۷۴،۱

(۱۱) بدائع ۲/ ۶۳۹

(۱۲) فتاوی ہندیہ ۵/ ۳۵۶ دارالفکر

(۱۳) شرح وقایہ مع حاشیہ ۲/ ۱۰۵، مکتبہ یاسر ندیم دیوبند

(۱۴) فتاوی ہندیہ ۱/ ۴۶۳، دارالکتاب دیوبند

(۱۵) بخاری حدیث نمبر: ۵۷۲۸)

(۱۶) طبی اخلاقیات ۷/ ۲ مکتبہ ایفاء پبلیکیشنز)

(۱۷) طبی اخلاقیات ۲/ ۱۶۷ مکتبہ ایفاء پبلیکیشنز

دائمی مریض------احکام ومسائل

مولوی محمد عبدالمجیب قاسمی

صحت و بیماری قدرت خداوندی کے مظاہر ہیں، ایک میں شکر کا حکم ہے، تو دوسرے میں صبر کا، دنیا میں جو بالواسطہ یا بلا واسطہ مصیبتوں میں مبتلا کیا جاتا ہے، اس کی ہزار حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں، اگر سب تندرست اور توانا ہوجائیں تو سب فرعون بن جائیں، اور خود دوسرے صحت مندوں کو بیماروں سے عبرت نہ حاصل ہوسکے، ہماری بیماریاں ہمارے لئے کفارۂ سیئات ہوتی ہیں، یا رفع درجات، اور کبھی دنیا میں بیماری خطاؤں کی سزا ہوتی ہیں، لیکن ان بیماریوں میں بعض عارضی ہیں تو بعض دائمی، بعض قابل علاج ہیں، تو بعض نا قابل علاج، لیکن میڈیکل سائنس نے آج بہت سی ایسی بیماریوں کا علاج تلاش کرلیا ہے، جو کچھ دنوں پہلے تک لاعلاج تصور کی جاتی تھیں، جیسے کینسر، ایڈز، شوگر، جذام وغیرہ، یہاں چند ایسے مریض کے احکام ومسائل کو بیان کیا جاتا ہے جو دائمی تصور کئے جاتے ہیں۔

دائمی مریض کا شرعی حکم

آپؐ نے جہاں علاج کرانے کا حکم فرمایا، وہیں یہ بھی واضح کیا کہ اللہ تعالی نے ہر مرض کے لئے دوا پیدا فرمایا ہے، اس کے یہاں کوئی مرض لاعلاج نہیں ہے، جب دواء مرض کے مطابق ہوتی ہے، تو مریض بحکم الٰہی صحت یاب ہوجاتا ہے، صحیح مسلم میں ہے:

لکل داء دواء فا ذا اصیب دواء الداء برأ باذن الله عزوجل (۱)

اس لئے مریض کو سنگین سے سنگین امراض میں بھی مایوس نہیں ہونا چاہئے ، اور نہ اس کے متعلقین کو چاہئے کہ مرض لا علاج تصور کر کے خاموش بیٹھے رہیں، بلکہ زندگی کے آخری لمحے تک حسب استطاعت طبی تدابیر اختیار کرتے رہیں، اگر اللہ نے چاہا تو مرض کے ازالہ کی کوئی نہ کوئی صورت ضرور پیدا ہوگی۔

دائمی مریض کا تکلیف کی بناء پر خودکشی کرنا

اگر دائمیمریض شدت تکلیف کی بناء پر خودکشی کرنا چاہتا ہے تو دین اسلام اس کو خودکشی کرنے کی اجازت نہیں دیتا، آپؐ نے ارشاد فرمایا:

> جس شخص نے لوہے کے ہتھیار سے خودکشی کی تو قیامت کے دن وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا، اور جہنم کی آگ میں اسے اپنے پیٹ میں بھونکتا ہوگا، اور وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، اور جس شخص نے زہر کھا کر اپنے نفس کو ہلاک کیا، تو وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا، وہ اسے استعمال کرتا ہوا جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیش کے لئے داخل ہوگا (۲)

مذکورہ حدیث اس بات پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ خودکشی اسلام میں حرام ہے، چاہے اس کی جو بھی شکل ہو، احادیث میں مومن کو کانٹا چبھنے پر صدقہ کا اجر ملنے کا وعدہ ہے (۳) تو اس اذیت ناک کینسر کی بیماری کو جھیلنے پر کیوں نہ اجر ہوگا؟

دائمی مریض کا نشہ آور دواء سے علاج کرنا

دائمی مریض بسا اوقات ناقابل برداشت تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے اور اس ناقابل

برداشت تکلیف اور درد کو کم کرنے اور مرض کو کچھ آرام وسکون پہونچانے کے لئے بازار میں ایسی دوائیں دستیاب ہیں جن میں منشیات کا استعمال کیا جاتا ہے، اگران دواؤں کا متبادل موجود نہ ہوتو اضطرار کے وقت اس سے دائمی مریض کا علاج کرنا تاکہ تکلیف کم ہو جائز ہے (۴)

رعشہ اور فالج زدہ شخص کے لئے وضو کا حکم

اگر کوئی رعشہ کا مریض ہو یا مفلوج ہو اور ڈاکٹر نے پانی استعمال کرنے سے منع کیا ہوتو ایسے شخص کے لئے شریعت یہ حکم دیتی ہے کہ وہ وضوء نہ کرے، بلکہ تیمّم کرلے، فتاوی ہندیہ میں ہے:

ولو كان يجد الماء الا انه مريض يخاف ان استعمل
الماء اشتدمرضه او ابطأ برء ه يتيمم (٥)

اور اگر اس شخص کے لئے پانی نقصان دہ تو نہ ہو؛ لیکن وہ اتنا مجبور ہو کہ بذات خود وضو نہ کرسکتا ہو، اور اس کے پاس کوئی وضو کرانے والا موجود نہ ہو اور نہ وہ اتنا مالدار ہو کہ وہ کسی کو اجرت پر رکھ کر وضو کا انتظام کرسکے، تو ایسا شخص عاجز کے حکم میں ہوگا، لہذا یہ بھی تیمّم کرے گا۔فتاوی ہندیہ میں ہے:

أوكان لا يجد من يو ضئه ولا يقدر بنفسه فان وجد
خادما او مايستا جر به اجيراً وعند ه من لو
استعان به اعانه فعلى ظاهر المذهب انه لا يتيمم لا
نه قادر (٦)

برص کے مریض کا سرجری کرانا

زیب وزینت کے لئے اگر برص کا مریض سرجری کرائے تو اس کے لئے سرجری کرانا جائز نہیں ہے۔اس لئے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

گودنے اور گود وانے والی عورتیں ،منہ پر سے بال نچوانے والی
عورتیں، افزائش حسن کے لئے دانتوں کے درمیان کشادگی پیدا
کرنے والی عورتیں اوران سب پر جواللہ کی بنائی ہوئی چیزوں میں
تغیر کرتی ہیں، اللہ نے لعنت فرمائی ہے۔(۷)

اس حدیث میں مذکورہ عمل کے ممنوع ہونے کی وجہ تغییرلخلق اللہ بیان کی گئی ہے، لیکن اگر برص کے مریض میں ایسا عیب ہوجس سے شکل وصورت متا ثر رہتی ہے ،اورجسمانی اورنفسانی مشقت سے دوچار رہتا ہوتو اس کے لئے سرجری کرانے کی اجازت ہوگی ،اس لئے کہ آپؐ کے صحابی حضرت عرفجہؓ کی زمانہ جاہلیت میں کلاب نامی جنگ میں ناک زخمی ہوگئی تھی ، توانہوں نے چاندی کے ناک بنوائی، لیکن ناک میں بدبو پیدا ہوگئی تو آپؐ نے ان کوسونے کی ناک لگوانے کی اجازت دی، حضرت عرفجہ کا یہ عیب اگر چہ پیدائشی نہیں تھی، لیکن علت جامع بد ہیئتی اور بدصورتی ہے، جس سے پوری زندگی احساس کمتری اورشرمندگی ہوتی ہے، اس لئے اس عیب کو بیماری کے درجہ میں رکھتے ہوئے سونا کے استعمال کی اجازت دی، جومردوں کے لئے عام حالات میں حرام ہے، اور برص کے مریض میں علت جامع (بدہیئتی) تو بدرجہ اتم موجو دہے، لہذا اس کوسرجری کرانے کی اجازت ہوگی (۸)

ہائی بلڈ پریشر اور شوگر کے مریض کا حج کوموخرکرنا

جوشخص ہائی بلڈ پریشر یا شوگر کا مریض ہواورتھوڑا سا چلنے سے دل گھبرانے لگتا ہو، اس کا حکم بھی دمہ کے مانند ہے کہ وہ اس مرض کی وجہ سے حج کو مؤخر نہ کرے، بلکہ دواؤں کا انتظام کر کے سفر کا ارداہ کر لے:

یمشی قلیلا فیضیق نفسه فیحتاج الی
الاستراحة……وله زاد وراحلة لایجوز له تاخیر

الحج (۹)

شوگر کے مریض کا انسولین کا انجکشن لینا

شوگر کے مریضوں کیلئے خنزیر کے اجزاء سے بطریق کیمیائی ایک دواء تیار کی جاتی ہے جس کو انسولین کہتے ہیں اور آخری درجہ میں شوگر کنٹرول کرنے کیلئے شوگر کے مریض انسولین کا انجکشن لیتے ہیں، اس کے استعمال کے سلسلے میں علماء نے دو شرطیں لکھی ہیں:

۱۔ انسولین کا انجکشن لینے کی ضرورت ہو

۲۔ انسولین کا متبادل نہ ہو جو انسولین کی جگہ کام کر سکے۔

اگر یہ دو شرطیں پائی جائیں تو انسولین کا استعمال کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

(۱۰)

شوگر اور کینسر کے مریض کا دوائی نہ کھانا

ولاتلقوابايديكم الى التهلكة (البقرة :۱۹۵)

آیت سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کی جان اللہ کی امانت ہے، اس لئے شریعت نے جان کو بچانے کی غرض سے مردار کھانے اور حرام اشیاء کو بقدر ضرورت استعمال کرنے کی اجازت دی ہے(۱۱) اور غذا انسان کے تحفظ کیلئے ضروری ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی غذا استعمال نہ کرے اور مر جائے تو وہ گنہ گار ہوگا، فتاوی ہندیہ میں ہے:

اذا جاع ولم ياكل مع القدرة حتى مات حيث ياثم(۱۲)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دواء شوگر اور کینسر کے مریض کے قبضہ میں ہو اور محض سستی اور کاہلی کی وجہ سے دواء نہ کھائے اور بد پرہیزی کرے جس کی وجہ سے جسم کا کوئی حصہ تلف ہو جائے یا جان چلی جائے تو وہ گنہگار ہوگا۔(۱۳)

شوگر اور بلڈ پریشر کے مریض کیلئے روزہ

شوگر اور بلڈ پریشر کے مریض کیلئے روزہ رکھنا نقصان دہ ہو یا مرض میں زیادتی کا اندیشہ ہو اور کوئی مسلمان ڈاکٹر اس کی تصدیق کرے تو اس کو روزہ ترک کر کے اس کے بدلے فدیہ دینے کی گنجائش ہے، یہ حکم فقہاء کے بیان کردہ شیخ فانی کے حکم سے مستنبط کیا جا سکتا ہے، شیخ فانی کے سلسلہ میں فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کو روزہ کے بدلے میں فدیہ دینا چاہئے؛ المحیط البرھانی میں ہے:

واما االشيخ الفانی يفطر ويفدی ……لانه وقع الياس
له من الصوم (١٤)

ایڈز کے مریض کا دوسروں کو خون دینا

ایڈز کے مریض نے مرض منتقل کرنے کی غرض سے کسی کو اپنا خون چڑھانے کیلئے دیا، یا اپنی بیوی سے ہمبستری کی جس کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی ایڈز کا شکار ہو گئے تو ایسا شخص شرعا گنہگار اور تعزیر وسزا کا مستحق ہوگا، لیکن بے علمی اور بے خیالی میں اور بغیر قصد کے ہمبستری کرے یا دوسرے کو خون پہونچائے تو وہ گنہگار نہیں ہوگا (۱۵)

ایڈز کے مریض سے نکاح فسخ کرانا

کسی عورت کا شوہر ایڈز کا مریض ہو تو عورت کو نکاح فسخ کرانے کے مطالبہ کا حق ہوگا، جیسا کہ جذام اور دوسرے موذی امراض میں امام محمدؒ کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوتا ہے (۱۶)

ایڈز اور کینسر کے مریض پر مرض الموت کا حکم

ایڈز اور کینسر کے مریض جو طبی لحاظ سے نا قابل علاج مرحلہ میں پہنچ گئے ہوں، ان کیلئے مرض الموت کا حکم لگایا جائے گا، اور مرض الموت کے احکام جاری ہوں گے (۱۷)

اس لئے کہ مرض الموت کے حکم کے سلسلہ میں فتاوی ہندیہ میں مفتی بہ قول یہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ بیماری جس سے اکثر موت واقع ہوتی ہے، اس پر مرض الموت کے احکام جاری ہوں گے، خواہ وہ مریض صاحب فراش ہو یا نہ ہو (۱۸)

ایڈز کے مریض بچوں کیلئے تعلیم کا حکم

اگر سماج میں ایڈز کے مریض بچوں کی کثرت ہو جائے تب تو مناسب ہے کہ حکومت اور رفاہی ادارے ایسے معذوروں کیلئے علیحدہ درسگاہیں قائم کریں (۱۹)

البتہ جہاں اس قسم کے ایک دو مریض ہوں، وہاں عمومی اسکولوں میں ان کا داخلہ لیا جائے گا، البتہ دیگر طلبہ کو اس کے مرض اور احتیاطی تدابیر سے واقف کرا دینا ضروری ہوگا محض لڑائی جھگڑے کے اندیشہ سے ان کو تعلیم سے محروم نہیں رکھا جائے گا (۲۰)

برص اور جذام کی بناء پر فسخ نکاح کا حکم

امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ عورت کو مرد کے عنین اور مجبوب ہونے کی صورت میں فسخ نکاح کے مطالبے کا حق نہ ہوگا، لیکن اس مسئلہ میں فتوی امام محمدؒ کے قول پر ہے اور امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ جب مرد کو جنون یا برص یا جذام یا جب وعنت جیسے امراض میں سے کوئی مرض لاحق ہو تو عورت کو فسخ نکاح کا مطالبہ کرنے کا اختیار ہوگا (۲۱)

حوالہ جات

(۱) صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۰۴
(۲) مسلم رقم الحدیث: ۱۰۹
(۳) بخاری رقم الحدیث: ۵۶۴۱
(۴) کتاب الفتاوی ۶/ ۲۱۱، نعیمیہ دیوبند
(۵) فتاوی ہندیہ ۱/ ۲۸، دارالکتاب
(۶) فتاوی ہندیہ ۱/ ۲۸، دارالکتاب دیوبند
(۷) مسلم شریف، حدیث نمبر: ۲۱۲۵،
(۸) پلاسٹک سرجری فقہ اسلامی کی روشنی میں، ایفا پبلکشنز
(۹) غنیۃ الناسک ص: ۱۲ مکتبہ یادگار شیخ، سہارنپور
(۱۰) فتاوی الطب والمرضی ص: ۱/ ۱۲۱ ادارۃ البحوث، شاملہ
(۱۱) الاشباہ لابن نجیم ص: ۱۴۰
(۱۲) فتاوی ہندیہ: ۵/ ۳۵۵ دارالکتاب دیوبند

(۱۳) قتل بہ جذبہ رحم اور دماغی موت ص:۸۹،۹۰
(۱۴) المحیط البرھانی:۲/۶۵۵
(۱۵) طبی اخلاقیات ص:۴۴۸ ایفاء پبلیکیشنز
(۱۶) طبی اخلاقیات:۴۴۸ ایضا
(۱۷) طبی اخلاقیات ص:۴۳۷ ایضا
(۱۸) فتاوی ہندیہ:۴/۱۷۶ ادار الکتاب دیوبند
(۱۹) الموسوعۃ الفقہیۃ:۱۵/۱۳۰
(۲۰) ملخص از طبی اخلاقیات ص:۱۳۸
(۲۱) ہدایہ ۲/۴۲۲ یاسر ندیم اینڈ کمپنی، فتاوی ہندیہ ۱/۵۲۶ دار الکتاب دیوبند

میڈیکل تعلیم کے احکام ومسائل

مولوی شیخ محمد علی قاسمی

علم وحکمت اور حصولِ علم وفن کی اہمیت وافادیت کے لئے اتنی بات کافی اور سند کا درجہ رکھتی ہے کہ معلمِ کائنات سرکارِ دوعالم ﷺ پر، لوگوں کی ہدایت کے لئے غارِ حرا میں سب سے پہلے اترنے والی وحی، کا آغاز ''اقرأ'' کے ذریعہ ہوتی ہے، چنانچہ اسلام نے تعلیم وتعلم خواہ دینی ہو یا عصرِ حاضر کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے دنیاوی: دونوں کے حصول کی جتنی تاکید کی، کسی اور مذہب میں اتنی تاکید نہیں ملتی، چنانچہ وحیِ الٰہی کے آغاز ہی میں جس چیز کی طرف آپ ﷺ کے ذریعہ انسان کو بلایا گیا، وہ لکھنا پڑھنا اور تعلیم وتربیت ہے، اور اس میں شبہ نہیں کہ قرآن نے آپ کی بعثت کا مقصد جہاں تلاوت قرآن اور تزکیہنفوس بتایا ہے، وہیں کتاب و حکمت کی تعلیم بھی آپ ﷺ کا مقصد بتایا۔

دینی اور عصری تعلیم

نبی پاک ﷺ کا ارشاد گرامی:

طلب العلم فريضة على كل مسلم (١)

اس سلسلے میں سند کی حیثیت رکھتا ہے، معلم کائنات جناب رسول کریم ﷺ نے تمام مسلم مرد وخواتین کے لئے حصول علم کو ضروری اور فرض قرار دیا ہے: یعنی اتنا علم حاصل کرنا جس سے دین

اور دنیا کے معاملات کو شرعی طور سے صحیح انجام دیا جا سکے، فرض ہے یوں تو اسلام میں علم سے علم دین مراد ہوتا ہے؛ اور یہی مقصود اور اصل ہے، لیکن عصر حاضر کے علوم وفنون بطور ذریعہ اور وسیلہ ممنوع نہیں ہیں؛ بلکہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے عصری علوم کا حصول ایک امر ناگزیر ہے؛ تا کہ جدید اور عصری چیلنجوں کا سامنا اسلامی اور شرعی طریقہ سے کیا جا سکے، چناں چہ شیخ الہندؒ لکھتے ہیں:

> آپ میں سے جو حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہیں کہ میرے بزرگوں نے کسی وقت بھی کسی اجنبی زبان سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم وفنون سیکھنے پر کفر کا فتوی نہیں دیا (۲)

اور اگر گفتگو میڈیکل تعلیم کی، کی جائے تو اس کا حصول اور اس میں مہارت پیدا کرنا عین مقتضائے عقل وشرع ہے ،اگر مسلم مرد وخواتین اطبا نہ ہوں تو بہت سی بیماریوں میں مسلمانوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

میڈیکل تعلیم کی اہمیت وضرورت

آپ ﷺ نے فرمایا:

> إن اللـه عـزوجـل لم ينزل داء إلا أنزل له شفاءً علمه من علمه وجهله من جهله(۳)

اس حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے میڈیکل تعلیم کے حصول کے لئے اور اس میدان میں تحقیق کے لئے راہ فراہم کیا ہے۔

میڈیکل تعلیم اور اسلام

> عـن اسامة بن شريك قال شهدت الأ عاريب يسالون رسو ل الله ﷺ هل علينا من حرج أن نتداوى فقال تـداووا عبـا د الـلـه فـان الله لم ينزل داء إلا أنزل له

دواء وقال مرة شفاء الاا لهرم ،وذكر تمام الحديث(٤)

اسامہ بن شریکؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے چند دیہاتیوں کو رسول ﷺ سے یہ پوچھتے ہوئے دیکھا کہ کیا ہم پر کوئی حرج ہے کہ ہم دواء کا استعمال کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ کے بندو! دواء استعمال کرو؛ اس لئے کہ اللہ نے کوئی بیماری ایسی نازل نہیں کی جس کے لئے دوا نازل نہ کی ہو اور ایک مرتبہ فرمایا: شفاء؛ مگر بڑھاپے کی۔

اس حدیث سے میڈیکل تعلیم کا سیکھنا اور سکھانا اور دوا استعمال کرنا اور دوا دینا ہر قسم کا جواز ثابت ہوتا ہے۔(۵)

مذہب اسلام نے مسلمانوں کو بے لگام نہیں چھوڑا ہے، بلکہ کام کے لئے کچھ حدیں مقرر کی ہیں؛ تاکہ اس کے دائرے میں رہتے ہوئے انسان اپنی ضرورتوں کی تکمیل کر کے اپنی دنیا کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت کو سنوار سکے۔ موجودہ دور میں میڈیکل تعلیم کی افادیت واہمیت اور حاجت وضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اس کے پیش نظر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میڈیکل تعلیم کے چند اہم مسائل واحکام بیان کردئے جائیں۔

مخلوط میڈیکل تعلیم

اس سلسلہ میں شریعت کا اصل حکم تو یہ ہے کہ نامحرم مردوں اور عورتوں کے اختلاط سے پرہیز کیا جائے، خاص طور پر ایسا مستقل مشغلہ اختیار کرنا جس میں نامحرم خواتین کے ساتھ مستقل میل جول ہو، بلاضرورت ناجائز ہے، رہا مسئلہ خواتین کے لئے میڈیکل تعلیم کا تو اس کا حصول اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ وہ پردہ کا اہتمام کریں، البتہ جہاں حصول تعلیم میں

مردوں پر نظر پڑنا ناگزیر ہے وہاں رخصت ہے، مگر بقدر ضرورت ؛اس سلسلے میں احتیاط و نگہداشت کی ضرورت ہے اور یہ اصول یاد رکھنا چاہئے کہ عورتوں کی تعلیم ایک مستقل چیز ہے، اور مخلوط تعلیم ایک جداگانہ چیز ہے(۶)

میڈیکل تعلیم کی کتابوں میں تصاویر دیکھنا

اگر کتاب کا اصل مقصود تعلیم ہے اور تصویریں ضمنی طور پر آئی ہیں تو ایسی کتاب کو اس شرط کے ساتھ رکھنا اور پڑھنا جائز ہے کہ تصویروں کے جن حصوں کی تعلیم کے لئے ضرورت نہ ہو یا تو ان کو مٹا دیا جائے یا کسی کاغذ وغیرہ سے چھپا دیا جائے۔(۷)

میڈیکل تعلیم کی چند اہم باتیں

میڈیکل تعلیم کے لئے ستر کھولنا، ہاتھ لگا کر دیکھنا، ٹھونک کر دیکھنا، کانوں والے آلے سے سننا، آپریشن تھیٹر، آوٹ ڈور O.P.D وغیرہ ان تمام چیزوں میں اکثر بے حیائی اور بے پردگی کی نوبت آتی ہے؛ اس لئے فقہاء نے اجازت اس وقت دی ہےجب کہ وہ کام طب کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ضروری ہو اور ان کو بقدر ضرورت انجام دی جائے ؛لیکن ہر کام میں اس بات کا لحاظ کیا جائے کہ مریض کے ستر کا اتنا ہی حصہ کھولے جتنا معائنہ کے لئے ضروری ہے اور اگر عملہ کا کوئی فرد اس میں بے احتیاطی کرے تو اسے تاکید کی جائے کہ وہ ضرورت سے زیادہ نہ کھولے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو(۸) نیز درمختار میں ہے:

ینظر الطبیب إلى موضع مر ضها بقد رالضرورة إذ الضرورات تتقدربقد ر ها (۹)

جان بچانے کے لئے بوتل یا انجکشن کا ستر والے حصہ میں لگانا

اگر جان بچانے کے لئے بوتل یا انجکشن لگانا ضروری ہو اور جسم کے ظاہری حصہ میں رگ نہ ملے تو ستر والے حصہ میں رگ تلاش کرنے کی گنجائش ہے، اس میں ڈاکٹر اور طالب

علم میں کوئی فرق نہیں (۱۰)

میڈیکل تعلیم کے لئے انسانی ڈھانچوں کا استعمال

میڈیکل کالج میں تعلیمی ضرورت کے لئے نعش پر عمل جراحی جائز ہے (۱۱)

میڈیکل تعلیم کی غرض سے پوسٹ مارٹم

میڈیکل تعلیم کی غرض سے پوسٹ مارٹم کا جواز قابل غور مسئلہ ہے، ایک طرف یہ صورت بھی ہے کہ اس طرح اگر تجرباتی تعلیم نہ دی جائے تو طلبہ کے لئے انسانی جسم کی پیچیدہ ساخت کا سمجھنا مشکل ہے اور دوسری طرف اسلام میں مردہ کا جو احترام اور انسانیت کی جو تکریم پیشِ نظر ہے وہ اس کی اجازت نہیں دیتی، اس لئے اس کے لئے پلاسٹک کے مصنوعی اعضاء اور حیوانوں، مینڈک، بندر، بن مانس وغیرہ کے جسمانی تجزیہ سے فائدہ اٹھانا چاہئے؛ لیکن اگر یہ اس مقصد کے لئے کافی نہ ہو تو انسانی نعشوں کا پوسٹ مارٹم بھی درست ہے، اس لئے اس ایک نقصان سے بڑا اجتماعی اور قومی مفاد وابستہ ہے۔ (۱۲)

میڈیکل تعلیم پڑھانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا

میڈیکل تعلیم پڑھانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، میڈیکل تعلیم پڑھانے کی وجہ سے ان کو فاسق نہیں کہیں گے، لہذا ان کی امامت میں نماز جائز ہے۔ (۱۳)

حوالہ جات

(۱) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۲۲۴ (۲) حاشیہ موج کوثر: ۹۰
(۳) مسند احمد حدیث نمبر: ۲۲۳۶ (۴) الاستذکار باب تعالج المریض ۸/۴۱۴، دار الکتب العلمیہ
(۵) الدر المنضود ۶/ ۹۱ (۶) فتاوی عثمانی ۱/۱۹۲
(۷) فتاوی عثمانی: ۱۹۲ (۸) فتاوی عثمانی ۱/ ۱۸۲، تا ۱۹۴
(۹) شامی ۶/ ۳۷۰، سعید بکڈپو (۱۰) فتاوی عثمانی ۱/۱۹۲
(۱۱) احسن الفتاوی ۸/۲۲۳ (۱۲) جدید فقہی مسائل: ۱/ ۳۲۸ (۱۳) فتاوی عثمانی ۱/۱۹۴

میڈیکل تعلیم کیلئے انسانی لاشوں کا استعمال

مولوی سعید احمد قاسمی

اسلام نے مختلف مواقع پر مختلف علوم وفنون کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالی ہے، انہی علوم میں سے ایک علم، علم طب بھی ہے جس کو حاصل کرنے کی خود معلم انسانیت ﷺ نے ترغیب دی ہے، چنانچہ شریعت اسلامیہ نے علم طب سیکھنے کی نہ صرف اجازت وترغیب دی ہے؛ بلکہ لوگوں کی صحت کی حفاظت اور امراض سے بدن کو بچانے کے لئے ایک جماعت کے ہونے کو فرض کفایہ قرار دیا ہے، علمِ تشریح بھی اب علمِ طب کا ایک اہم جز بن چکا ہے۔

علم تشریح کی تعریف

اصطلاحِ طب میں علمِ تشریح ایسا علم ہے جس میں جسمانی اعضاء کے جوڑنے کے بارے میں بحث کی جاتی ہے اور اس کے لئے کبھی انسانی جسم کو کاٹا اور پھاڑا بھی جاتا ہے۔ (۱) یہاں موضوع بحث یہ ہے کہ میڈیکل تعلیم کے لئے انسانی لاشوں کو تختۂ مشق بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں دو قول ہیں:

عدمِ جواز کے قائلین

قولِ اول: عدم جواز کا ہے، اس کے قائلین میں علماء کی ایک جماعت ہے، جن میں شیخ محمد بخیت المطیعی اور مولانا محمد برہان الدین صاحب سنبھلی وغیرہ ہیں (۲) انہوں نے اس پر کتاب اللہ سنت رسول ﷺ، فقہ اور قیاس سے استدلال کیا ہے۔

کتاب اللہ سے استدلال

ولقد کرمنا بنی ادم وحملنهم فی البر و البحر
ورزقنهم من الطیبات وفضلنهم علی کثیر ممن خلقنا
تفضیلا (بنی اسرائیل:۷۰)

یہ آیت کریمہ بنی آدم کی عظمت واحترام پر دلالت کرتی ہے اور یہ عظمت واحترام اس کی زندگی والی اور مرنے کے بعد والی ہر دو حالتوں کو شامل ہے۔

انسانی لاش کی تشریح میں آدمی کی اہانت ہے، کیونکہ اس میں آدمی کے اعضاء کو کاٹنا اور پیٹ کو پھاڑنا وغیرہ ہوتا ہے اور یہ صورتیں منشاءِ خداوندی کے خلاف ہیں؛ لہذا یہ عمل جائز نہیں ہے۔(۳)

سنت رسول اللہ ﷺ سے استدلال

اللہ کے رسول ﷺ نے جہاد وقتال کے آداب وہدایات میں سے ایک خاص ہدایت یہ دی کہ دشمنوں کی نعشوں کا مثلہ یعنی اعضاء کی قطع وبرید نہ کی جائے (۴) میت کے جسم کی تشریح میں مثلہ بنانا ظاہر ہے؛ لہذا میت کے جسم کی تشریح کی ممانعت بھی اس حدیث کے تحت داخل ہے۔

فقہی عبارت سے استدلال

علامہ ابن الہمام حنفی المتوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

ولا یجوز بیع شعور الانسان ولا الانتفاع بها لان
الادمی مکرم لامبتذل فلا یجوز أن یکو ن شی من
أجزاء ہ مهانا ومبتذلا (۵)

انسان کے بالوں کی بیع جائز نہیں ہے اور نہ اس سے انتفاع جائز ہے

؛اس لئے کہ آدمی قابل احترام ہے، اس کی اہانت نہیں کی جاسکتی،

اس کے اجزاء میں سے کسی کی اہانت اور تذلیل جائز نہیں ہے۔

یہ عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان سرتاپا مکرم ومعظم پیدا کیا گیا ہے، اور ہرموڑ پر اس کی کرامت وشرافت کا لحاظ رکھا گیا ہے، حتی کہ اس کے جسم کے بالوں کی بیع اور اس سے انتفاع جائز نہیں ہے؛ لہذا بغرضِ تعلیم انسانی لاش کی تشریح جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں آدمی کی اہانت ہے۔

جواز کے قائلین

قول ثانی: جواز کا ہے اس کے قائلین میں مفتی مہدی حسن صاحبؒ، مفتی نظام الدین صاحبؒ صدر مفتی دار العلوم دیوبند اور مولانا منت اللہ صاحبؒ رحمانی وغیرہم (۶) اسی طرح سعودی عرب ہیئۃ کبار العلماء، اردن کا مجمۃ الافتاء اور جامع از ہر مصر کا لجنۃ الافتاء کا فتوی بھی یہی ہے (۷) نیز عالم اسلام کی نامور فقہ اکیڈمی جدہ کا بھی یہی فیصلہ ہے (۸)

انسانی لاش کو استعمال کرنے کے شرائط

چنانچہ اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ نے درج ذیل شرائط کے ساتھ بغرض تعلیم پوسٹ مارٹم کی اجازت دی ہے:

(الف) لاش اگر کسی معلوم شخص کی ہو تو موت سے قبل حاصل کی گئی خود اس کی اجازت یا موت کے بعد وارثین کی اجازت ضروری ہے، معصوم الدم لاش کا پوسٹ مارٹم بغیر ضرورت نہیں ہونا چاہئے۔

(ب) پوسٹ مارٹم بقدرِ ضرورت کیا جائے؛ تا کہ لاش کے ساتھ کھلواڑ کی صورت پیدا نہ ہو۔

(ج) خواتین کی لاشوں کا پوسٹ مارٹم خواتین ڈاکٹر کے ذریعہ ہی کرانا ضروری

ہے؛ مگر جبکہ خواتین ڈاکٹرس نہ ملیں (۹)

دلائلِ جواز

ان حضرات نے شریعت کے اصول عامہ، قواعدِ فقہیہ اور قیاس سے استدلال کیا ہے،

فقہ کی عبارتوں سے استدلال

علامہ ابن عابدین شامی متوفی (۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

حامل ماتت وولدها حي ويضطرب شق بطنها من الايسر ويخرج ولدها (۱۱۰)

یعنی کوئی عورت مرجائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ اور متحرک ہو تو تمام فتاوی میں یہ تصریح ہے کہ اس کے پیٹ کو بائیں جانب سے چیر کر بچہ کو نکال لیا جائے۔

نیز اس صورت میں بھی مردہ نعش کو چاک کرنا جائز ہے جب کوئی شخص کسی کا روپیہ نگل جائے اور مرجائے تو اس کے پیٹ کو پھاڑا جائیگا، جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفیؒ متوفی (۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں:

ولوبلع مال غيره ومات هل يشق قولان والاولى نعم (در) لأنه وإن كان حرمة الآدمي اعلى من صيانة المال لكنه ازال احترامه بتعديه (۱۱)

قواعدِ فقہیہ سے استدلال

۱) الضرر الاشد يزال بالضرر الاخف (۱۲)

ضرر شدید کو ضرر خفیف کے ذریعہ دور کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

میڈیکل تعلیم کی غرض سے پلاسٹک وغیرہ کے مصنوعی اعضاء سے

فائدہ اٹھانا چاہئے؛ لیکن اگر یہ اس مقصد کیلئے کافی نہ ہو تو انسانی لاشوں کا پوسٹ مارٹم بھی درست ہے، اس لئے کہ ایک نقصان سے بڑا اجتماعی اور قومی مفاد وابستہ ہے اور فقہ کا اصول ہے کہ جہاں دو میں سے کسی ایک نقصان سے دوچار ہونا ناگزیر ہوجائے وہاں اہم ترین نقصان سے بچنے کیلئے کمتر نقصان کو گوارکرلیا جائیگا (۱۳)

۲) اسی طرح ایک قاعدہ ہے: الامور بمقاصدھا (١٤)

یعنی انسانی لاشوں کی چیر پھاڑ بلا مقصد تو درست نہیں ہوگی؛ کیونکہ اللہ نے انسان کو محترم بنایا ہے اور انسانی جسم کو چیر پھاڑ کرنا احترام کے خلاف ہوگا، تعلیم اور امراض کی جانکاری کی نیت سے چیر پھاڑ (پوسٹ مارٹم) کیا جائے تو مباح ہوگا؛ کیونکہ اس کا مدار نیت پر ہے (۱۵) اسی طرح ایک قاعدہ ہے:

اذا تعارضت مصلحتان قدم اھمھما (١٦)

اس قاعدہ کی روشنی میں یہاں پر دو مصلحتیں ہیں: ایک مصلحت تو یہ ہے کہ بغرض تعلیم انسانی لاش کی تشریح میں قوم وملت کا فائدہ ہے؛ کیونکہ اس تشریح کے ذریعہ بیماریوں کو دور کرنے کے بارے میں جانا جاتا ہے اور ایک مصلحت جو صرف میت کے ساتھ خاص ہے یعنی اس کی تشریح میں اہانت اور تذلیل ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔

ان دونوں مصلحتوں میں سے اقوی یعنی پہلی مصلحت کو مقدم کیا جائے گا؛ اس لئے کہ پہلی مصلحت میں ایک جماعت کا فائدہ ہے؛ لہذا اس فائدے کو سامنے رکھ کر انسانی لاش کی تشریح بغرض تعلیم جائز ہوگی (۱۷)

ان دلائل کی روشنی میں اگر دیکھا جائے کہ ایک طرف میڈیکل تعلیم کے دوران طلباء کو اگر ان لاشوں پر ٹریننگ نہ دی جائے تو جسم کے پیچیدہ ساخت کا سمجھنا مشکل ہوجائے گا اور دوسری طرف مردہ لاش کا احترام جو قرآن وحدیث میں بیان کیا گیا ہے اس کی پامالی لازم آتی

ہے؛ لیکن یہ پہلے والی مصلحت کے مقابلے میں مرجوح ہے، اس لئے موجودہ زمانہ میں بغرض تعلیم انسانی لاش کی تشریح جائز ہوگی؛ لیکن اس بات کا خیال رکھا جائے کہ لاش کسی غیر مسلم کی ہو، مسلمان کی لاش کو انتہائی مجبوری کی حالت میں ہاتھ لگایا جائے۔

تشریح کی غرض سے لاش خریدنے کا حکم

اصلاً تو مردہ جسم کی بیع وشراء جائز نہیں ہے، خواہ لاش کافر کی ہو یا مسلمان کی؛ اس لئے کہ صحتِ بیع کیلئے مبیع کا بائع کی ملک میں ہونا یا بائع کا اس مبیع میں وکیل ہونا ضروری ہے، ارشاد نبوی ہے: جس چیز کے تم مالک نہ ہو اس کو مت بیچو (۱۸)

اور یہاں لاش نہ بائع کی ملک ہوتی ہے اور نہ بائع اس کی جانب سے وکیل ہوتا ہے؛ اسلئے شرعاً اس کی بیع جائز نہیں ہے (۱۹)

میڈیکل تعلیم کیلئے انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے جمع کرنا

طب کے اندر مہارت امر مطلوب ہے اور یہ چیز حقیقی جسم پر تحقیق وریسرچ سے حاصل ہوتی ہے؛ اس لئے جسم کی ہڈیوں کے ڈھانچے جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن اس سلسلے میں مقدار مطلوب پر اکتفا کرنا ضروری ہے؛ اور اس بات کا خیال رکھا جائے کہ وہ ڈھانچہ کسی مسلمان کا نہ ہو اور اسی طرح اس کام کے مکمل ہونے کے بعد جسم کے حصوں کا دفن کرنا بھی ضروری ہے (۲۰)

تعلیم کی غرض سے لاش کا ستر کھولنا یا دیکھنا

آدمی تحقیقی طریقہ پر علمِ طب سیکھنے کیلئے انسانی جسم کے بعض ان جگہوں پر مطلع ہونے کا ضرورت مند ہوتا ہے جن کا چھپانا اور نہ دیکھنا شرعاً واجب ہے، ایسی صورت میں ایک متعلم ڈاکٹر کا بغرض تعلیم مردہ کے ستر کو کھولنا یا دیکھنا یا اس جگہ پر مطلع ہونا بلا استمتاع وشہوت جائز ہے۔ (۲۱)

حوالہ جات

(۱)الاحکام الشرعیہ والطبیہ ص:۸۰
(۲)احکام الجراحۃ الطبیۃ ص:۱۷۰
(۳)احکام الجراحۃ الطبیۃ ص:۱۷۴
(۴)مسلم: رقم الحدیث:۱۳۷
(۵)فتح القدیر:۶/ ۴۲۵ دار الفکر
(۶)منتخبات نظام الفتاوی ۱/ ۴۵۶
(۷)احکام الجراحۃ الطبیۃ ص:۱۷
(۸)اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ کے فقہی فیصلے ص:۲۶۴، ایفا پبلیکیشنز
(۹)اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ کے فقہی فیصلے ص:۲۶۴، ایفا پبلیکیشنز
(۱۰)ردالمحتار:۲/ ۲۳۸ دار الفکر
(۱۱)ردالمحتار:۲/ ۲۳۸ دار الکتب العلمیہ
(۱۲)الاشباہ والنظائر ص:۵۷
(۱۳)جدید فقہی مسائل:۱/ ۳۲۹ نعیمیہ دیوبند
(۱٤) الاشباه والنظائر ص : ٥٣
(۱۵)اسہامات الفقہاء والاطباء ص:۱۵
(١٦)طرح التثريب ٣ / ٦٧
(۱۷)احکام الجراحۃ الطبیہ :۱/۱۷۲
(۱۸)ترمذی: رقم الحدیث:۱۲۳۲
(۱۹)احکام الجراحۃ الطبیہ :۱/۱۸۰
(۲۰)فتاوی واستشارات الاسلام الیوم:۱۴/۴۸۰
(۲۱)فتاوی واستشارات الاسلام الیوم:۱۵/۱۳

پیشہ طب اور خواتین

مولوی محمد ابوبکر صدیق قاسمی

خواتین کا اصلی دائرۂ عمل گھر کی چہار دیواری ہے، اور ان کا فریضہ امورِ خانہ داری کی انجام دہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

و قرن فی بیوتکن ولا تبر جن تبر ج الجاهلية الا ولى (الاحزاب : ٣٣)

اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو، اور قدیم زمانۂ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو (بیان القرآن)

انسانی زندگی میں کام کے دو میدان ہیں، ایک داخلی یعنی گھریلو کام وکاج اور دوسرے خارجی یعنی گھر کے باہر کے کام، اسلام نے داخلی امور کی انجام دہی عورت کے سر رکھی ہے، اور خارجی کاموں کا بار مرد پر ڈالا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الر جال قوامون على النساء بمافضل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا من اموالهم (النساء : ٣٤)

مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے، اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔ (بیان القرآن)

اس آیت میں اللہ تعالی نے مرد کی قوامیت اور فضیلت کو بیان کیا، اور اس کو عورت پر قوام اور حاکم بنایا، خواتین کی تمام تر مالی ذمہ داریاں مردوں پر ہیں، کہ شادی سے پہلے تمام مصارف کی ذمہ داری باپ پر ہے، اور شادی کے بعد شوہر پر، گویا آیت کریمہ میں ایک انتہائی اصولِ زندگی بیان فرمایا گیا ہے، جیسا کہ مفتی شفیع صاحب متوفی ۱۳۹۶ھ تحریر فرماتے ہیں:

عورت اپنی خلقت اور فطرت کے اعتبار سے نہ اس کی متحمل ہے کہ اپنے مصارف خود کما کر پیدا کرے، نہ اس کے حالات اس کے لئے سازگار ہیں کہ وہ محنت و مزدوری او ردوسرے ذرائعِ کسب میں مردوں کی طرح دفتروں اور بازاروں میں پھرا کرے۔ اس لئے اللہ تعالی نے اس کی پوری ذمہ داری مردوں پر ڈالی ہے، شادی سے پہلے باپ اس کا متکفل ہے، اور شادی کے بعد شوہر، اس کے بالمقابل نسل بڑھانے کا ذریعہ عورت کو بنایا گیا ہے، اور امورِ خانہ داری کی ذمہ داری بھی اسی پر ڈالی گئی ہے، جب کہ مرد ان امور کا متحمل نہیں ہوسکتا (۱)

احادیث کی رو سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت گھر کی ملکہ، ذمہ دار اور گھریلو امور کی جواب دہ ہے۔

المراة راعية على بيت زوجها وهى مسئولة عن رعيتها (۲)

حافظ ابن حجر (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

ورعاية المراة تدبير امر البيت والاولاد والخدم والنصيحة للزوج فى كل ذلك. (۳)

عورت کی ذمہ داری گھریلو امور کی نظم ونسق، اولاد کی تربیت اوران

امور میں شوہر کے حق میں خیر خواہی کرنا ہے۔

احادیث شریفہ میں مرد وعورت کے مابین تقسیم کار کی صراحت آئی ہے، بدائع اور بحر کے باب النفقات میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان کاموں کی تقسیم فرمائی ،اور بیرونی کاموں کی ذمہ داری حضرت علیؓ پر ڈالی اور داخلی امور کی انجام دہی حضرت فاطمہؓ کے سپرد فرمائی۔(۴)

یہ ایک قدرتی تقسیم اور فطری نظامِ عمل ہے، جو دونوں صنفوں کی طبیعت فطرت اور جسمانی قوت وصلاحیت کے عین مطابق ہے، اسلام کے مقرر کردہ نظام میں عورتوں کی عزت وناموس کی حفاظت بھی ہے، اور ان کی صنفی کمزوریوں اور فطری نزاکتوں کی رعایت بھی ہے، ان کے گھر سنبھالنے سے گھر اور خاندان کا نظام استوار رہے گا، اور بچوں کی صحیح تربیت ہوگی۔

لیکن انسانی تمدن کو جتنی ضرورت مردانہ خدمات کی ہے، اتنی ہی ضرورت زنانہ خدمات کی بھی ہے، بلکہ بسا اوقات ان کی خدمت معاشرہ کی اجتماعی ضرورت بن جاتی ہے، جیسے میڈیکل خدمات ہیں؛ کہ خواتین کثرت سے ایسی بیماریوں سے دوچار ہوتی ہیں جن میں بے ستری کی نوبت آجاتی ہے، اور علاج ومعالجہ کے لئے خواتین اطباء نہ ہونے کی صورت میں مرد اطباء اور بسا اوقات غیر مسلم اطباء کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے، جس سے بے احتیاطی بہت زیادہ ہوجاتی ہے، مثلاً آنکھ، دانت، جلدی امراض اور دیگر اعضاء کا علاج ،ضرورت پر ستر کشائی وڈلوری اور اس کے ٹسٹنگ وغیرہ کے مراحل بھی پیش آتے ہیں۔

مذکورہ حالات کے تناظر میں خواتین ہی علاج ومعالجہ کے لئے تیار ہوجائیں تو بے احتیاطی اور فتنوں کا دفاع ہوسکتا ہے، اور خواتین خود خواتین کا علاج کرے، یہ مرد کے علاج کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

خواتین کا پیشہ طب اختیار کرنا

تاریخ اسلام پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض خواتین فنِ طبابت میں ماہر تھیں، اور ضرورت کی بنیاد پر علاج ومعالجہ کیا کرتی تھیں، ان میں سرِ فہرست ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ ملتا ہے:

عروہ اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے دریافت کرتے ہیں اے ام المومنین! مجھے آپ کی طبی بصیرت پر تعجب ہے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اے ہمشیرزادہ! جب رسول اللہ ﷺ بوڑھے ہوئے اور بیماری لاحق ہوئی تو وفود آتے، اور آپ کی بیماریوں کی وضاحت کرتے، اس وقت سے میں اس علم کو جاننے لگی:

قلت لعائشةؓ یاام المومنین !اعجب من بصرك بالطب قالت یاابن اختی،ان رسول الله ﷺ لما طعن فی السن سقم فوفدت الوفود ،فنعت فمن ثم ......(٥)

دوسری روایت حضرت ام عطیہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات جنگوں میں شرکت کی ہے، اپنے کجاوؤں میں ان کے پیچھے رہتی تھیں، ان کے لئے کھانا بناتی تھی، اور زخمیوں کا علاج اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھی۔

غزوت مع رسول الله سبع غزوات اخلفهم فی رحالهم فاصنع لهم الطعام واداوی الجرحی و اقوم علی المرضی (٦)

تیسری روایت: ربیع بنت معوذؓ سے ہے، ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک رہتے تھے، قوم کو پانی پلاتے تھے اور ان کی خدمت کرتے تھے اور زخمیوں کو مدینہ لے جاتے تھے:

کنا نغزو مع النبی ﷺ فنسقی القوم ونخدمهم ونرد القتلی والجرحی المدینة (۷)

اس حدیث کے ذیل میں حافظ ابن حجرؒ (۸۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں:

وفیه جواز معالجة المراة الاجنبية الرجل الاجنبی للضرورة (۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنبیہ عورت کا علاج ومعالجہ کرنا اجنبی مرد کو ضرورۃً جائز ہے

چوتھی روایت صحیح بخاری کی ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کہ حضرت سعدؓ خندق کے دن زخمی ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے ان کے لئے مسجد میں خیمہ نصب کروایا؛ تا کہ قریب سے ان کی عیادت کریں۔(۹)

اس حدیث کے ذیل میں حافظ ابن حجر العسقلانی متوفی (۸۵۲) نے لکھا ہے کہ ابن اسحٰق نے یہ ذکر کیا کہ وہ خیمہ رفیدہ اسلمیہؓ کا تھا جو زخمیوں کا علاج کیا کرتی تھیں۔

کان رسول الله جعل سعد افی خیمة رفیدة عند مسجده وکانت امراة تداوی الجرحی (۱۰)

پانچویں روایت صحیح بخاری کی ایک طویل روایت ہے کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ جب بیمار ہو گئے تو ام العلاء الانصاریہؓ نے ان کا علاج ومعالجہ کیا (۱۱)

چھٹی روایت حضرت شفاء بنت عبداللہ الانصاریہؓ کی ہے کہ وہ جھاڑ پھونک کیا کرتی تھیں، ایک انصاری صحابیؓ نے ان سے پوچھا: کیا آپ جھاڑ پھونک کرتی ہیں؟ شفاء نے کہا: جس وقت سے میں نے اسلام قبول کیا جھاڑ پھونک کرنا چھوڑ دیا، وہ انصاری صحابی نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی پھر آپ ﷺ نے شفاء کو بلایا اور فرمایا کہ تم اپنا رقیہ سناؤ، شفاء کا کہنا ہے کہ میں نے رقیہ پڑھ کر سنایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جھاڑ پھونک کرتے رہو اور حفصہ کو بھی سکھاؤ

(۱۲)اور فقہ کا ایک قاعدہ ہے الضرورات تبیح المحظورات،ضرورتیں ممنوع چیزوں کو مباح کردیتی ہیں(۱۳)

مذکورہ احادیث سے اس بات کا علم ہوا کہ دورِ نبوت میں بعض خواتین ضرورت کی بنیاد پر علاج ومعالجہ، جنگ کے موقعوں پر قوم کی خدمت، زخمیوں کو پانی پلانا اور مرہم پٹی وغیرہ کا کام کیا کرتی تھیں، لہذا آج کے اس بے حیائی وفحاشی کے دور میں مریض خواتین کی عزت و عصمت اور ناموس کے تحفظ کیلئے خواتین اطباء کا شرعی حدود میں رہتے ہوئے پیشۂ طب اختیار کرنا شرعا درست ہے؛ لیکن موجودہ بے حیائی کے دور میں بلاضرورت اس پیشہ کو اختیار نہ کریں اور ضرورت کے موقع پر شرعی حدود میں رہ کر خواتین طبی خدمات انجام دیں۔

خواتین کیلئے پیشۂ طب کے شرعی حدود

(الف) ملازمت کرنے کی وجہ سے خانگی امور میں لاپرواہی نہ ہو اور شوہر کے حقوق ضائع نہ ہوں؛ کیوں کہ خواتین کی اولین اور اہم ذمہ داری بچوں کی تعلیم وتربیت اور امور خانہ داری اور خانگی مسائل میں شوہر کا شریک وسہیم ہونا ہے، ملازمت ثانوی درجہ کی ہے:

والمراة راعية على اهل بيت زوجها وولده وهي مسئولة عنها (١٤)

(ب) شرعی پردہ کی مکمل رعایت ہو، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وقل للمومنات يغضضن من ابصارهن ويحفظن فر و جهن ولايبدين زينتهن الا ما ظهر منها(النور: ٣١)

اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں کھلا رہتا ہے(بیان القرآن)

(ج) لباس سادہ اور جسم کے لئے ساتر ہو، بھڑک دار، جاذب نظر، پرکشش، اور

نیم عریاں قسم کا نہ ہو اور ایسا لباس بھی نہ ہو جس سے جسم کا کوئی حصہ نمایاں ہوتا ہو؛ کیونکہ حدیث میں عورتوں کے لئے ایسے لباس پہننے کی ممانعت اور وعید آئی ہے:

نساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات لایدخلن الجنة ولایجدن ریحها وان ریحها لتوجد من مسیرة کذا وکذا (۱۵)

بعض عورتیں کپڑا پہننے والی ہیں؛ مگر وہ برہنہ ہیں، دوسروں کو مائل کرنے والی ہیں اور خود مائل ہونے والی ہیں؛ ایسی عورتیں ہرگز جنت میں نہیں جائیں گی اور نہ اس کی خوشبو سونگھ پائیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی دور سے آئے گی۔

(د) بناؤ سنگھار اور زیب وزینت کے ساتھ اور خوشبو لگا کر نہ نکلے، قرآن کریم میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے، ارشاد باری ہے: ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولی (الاحزاب:۳۳) اور دکھلاتی نہ پھرو جیسا کہ دکھلانا دستور تھا پہلے جہالت کے وقت۔ حدیث میں بھی خوشبو لگا کر نکلنے والی عورت کو زانیہ قرار دیا گیا ہے:

کل عین زانیة والمراة اذا ستعطرت فمرت بالمجلس فهی کذا وکذا یعنی زانیة (۱٦)

(ھ) مردوں سے اختلاط نہ ہو، اگر کبھی کسی مرد سے اتفاقیہ گفتگو کی نوبت آئے تو سخت لہجہ اختیار کرے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض (الاحزاب:۳۲)

تم بولنے میں نزاکت مت کرو کہ ایسے شخص کو خیال ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہو (بیان القرآن)

(و) ایسا زیور پہن کر نہ نکلے جس سے آواز آتی ہو، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن

(النور: ۳۱)

اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے

(بیان القرآن)

(ز) راستہ پر امن ہو یعنی آمد و رفت کے دوران کسی شر اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

(ح) ایسے ہسپتال میں کام کریں جہاں خواتین ہی خواتین ہوں، تو دیکھا جائے کہ دیگر خواتین مسلمان ہیں یا غیر مسلم، اگر غیر مسلم خواتین ہیں تو وہ مسلم خواتین کے حق میں اجنبی مرد کی طرح ہیں؛ لہذا ان سے پردہ کرنا ہوگا اور ان کے سامنے دوپٹہ اور برقع نہ اتاریں (۱۷)

(ط) شوہر یا ولی کی اجازت ہونا ضروری ہے؛ اسلئے کہ شوہر کو حقِ حبس حاصل ہے، حدیث میں ہے:

ایما امراۃ خرجت من بیت زوجھا بغیر اذن زوجھا

کانت فی سخط اللہ حتی ترجع الی بیتھا او یرضی

عنھا زوجھا (۱۸)

جو عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر باہر نکلے تو وہ اللہ کے قہر میں

ہے، یہاں تک کہ وہ گھر لوٹ آئے یا شوہر اس سے راضی ہو جائے۔

حوالہ جات

(۱) معارف القرآن ۲۰/ ۳۹۸، دار الکتاب (۲) بخاری شریف، رقم الحدیث: ۵۲۰۰،)

(۳) فتح الباری: ۱۳/ ۱۱۳ دار المعرفہ) (۴) بدائع ۴/ ۲۴، بحر/ ۴/ ۱۹۹، دار الکتب العلمیہ)

(۵) الطب النبوی لابی نعیم رقم الحدیث: ۵۸، (۶) مسلم شریف، رقم الحدیث: ۱۸۱۲،

(۷) بخاری شریف رقم الحدیث:۲۸۸۳،
(۸) فتح الباری:۶/۱۰۰، دار المعرفہ بیروت
(۹) بخاری رقم الحدیث:۴۱۲۱،
(۱۰) فتح الباری:۷/۴۱۲ دار المعرفہ)
(۱۱) بخاری شریف: باب مقدم النبی:۵/ ۶۷
(۱۲) المستدرک ۴/۶۳ دار الکتب العلمیہ)
(۱۳) الاشباہ والنظائر:۱/ ۳۰۷، مکتبہ فقیہ الامت
(۱۴) بخاری رقم الحدیث:۱۷۳۸،
(۱۵) مسلم شریف رقم الحدیث ۲۱۲۸،
(۱۶) سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۷۸۶،
(۱۷) شامی:۶/ ۳۷۱ دار الفکر بیروت
(۱۸) کنز العمال:۱۶/ ۳۸۲ رقم الحدیث:۴۵۰۰۶

میڈیکل سائنس کے جدید مسائل

مولوی محمد سعید احمد قاسمی

عصر حاضر میں صحت کے مسائل بہت پیچیدہ ہو چکے ہیں، امراض میں مسلسل اضافہ اور نفسیاتی، ذہنی اور جسمانی عوارض وامراض کی بڑھتی ہوئی رفتار اور سائنسی انکشافات وتجربات کی روشنی میں میڈیکل کی ترقی، نئے نئے طریقہ علاج، جدید گراں بار معالجاتی آلات، مشینوں اور مختلف قسم کی مہنگی دواؤں کی ایجاد نے ایسے پیچیدہ مسائل پیدا کر دئے ہیں کہ فقہاء ومفتیان کرام کو ان مسائل کے اسلامی احکام کی طرف توجہ کرنے پر مجبور ہونا پڑا، اس لئے کہ آج لوگوں کی اکثریت ان مسائل سے دو چار ہے، اس صورت حال میں جدید میڈیکل مسائل سے واقفیت اور ان کے شرعی احکام کا معلوم کرنا ضروری ہے؛ تاکہ ہر فرد مسلم خواہ ڈاکٹر ہو یا مریض ہو یا اس کے اولیاء، غرض ہر شخص صحیح طور پر اسلامی رہنمائی حاصل کرے، اسی لئے ملک وبیرون ملک کے مختلف علماء وفقہاء نے جدید میڈیکل مسائل سے متعلق مسائل بیان فرمائے ہیں، ذیل میں ان میں سے کچھ مسائل کا اجمالاً ذکر کیا جا رہا ہے۔

ازالہ عیوب کے لئے سرجری کرنا

جسم میں پیدا ہونے والا عیب خواہ پیدائشی ہو یا بعد میں کسی حادثہ کی وجہ سے پیدا ہوا ہو، اگر تکلیف دہ ہو یا عام تخلیق سے الگ ہو، جس کی وجہ سے جسم بدنما نظر آئے تو یہ عیب چونکہ ضرر حسی ومعنوی دونوں کو شامل ہے اور یہ بمنزلہ حاجت ہے، لہذا بر بنائے قاعدہ فقہیہ ''الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت او خاصة ''حاجت ضرورت کے

درجہ میں آ جاتی ہے، خواہ وہ عام ہو یا خاص، ان عیوب کو دور کرنے کے لئے سرجری کرنا جائز ہے(۱)

محض خوبصورتی اور بڑھاپے کے آثار مٹانے کے لئے سرجری کرنا

محض حسن و جمال میں اضافہ کے لئے اعضاء جسمانی کی شکل بدلنا یا جسم سے بڑھاپے کے آثار مٹانے اور جوان نظر آنے کے لئے سرجری کرنا ایک لغو کام ہے، اور اتباع ہوی او تغییر خلق اللہ کے دائرے میں آنے کی وجہ سے جائز نہیں (۲)

انسولین کا انجکشن لینا

ذیابطیس کے مرض میں حیرت انگیز اضافہ ہوتا جا رہا ہے، اور اس کا موثر ترین علاج انسولین کا انجکشن ہے، جو خنزیر کے اجزاء سے بطریق کیمیائی تیار کیا جاتا ہے، دو شرطوں کے ساتھ اس کے استعمال کی اجازت ہے اور وہ یہ ہیں:

۱۔ انسولین کا انجکشن لینے کی ضرورت ہو، مثلاً قابل اعتماد ڈاکٹر کی تشخیص یہ ہو کہ انسولین کے بغیر مرض پر قابو پانا ممکن نہیں تو ایسی حالت میں اضطراراً اس کا استعمال جائز ہے۔

۲۔ انسولین کی متبادل کوئی ایسی دوا جس سے انسولین کی ضرورت باقی نہ رہے یا وہ انسولین کی جگہ کام کر سکے، موجود نہ ہو (۳)

قتل بہ جذبہ رحم

جدید میڈیکل سائنس کی دنیا میں ایک اہم مسئلہ وہ ہے جس کو آسان الفاظ میں رحم وشفقت کے جذبہ سے قتل کرنے کو تعبیر کیا جاتا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ایسا مریض جو شدید تکلیف میں مبتلا ہوا ور ڈاکٹروں کے اندازہ کے مطابق اس کی صحتیابی کی امید نہ ہو یا وہ پیدائشی معذور بچے جو والدین کے لئے بوجھ بن جائیں تو ان کو ہمیشہ کے لئے تکالیف سے نجات دینے اور رحم وشفقت کے جذبہ سے ایسی دوا دے دی جائے جو فوراً ان کی زندگی کو ختم کر

دے یا مریض کو طبی مدد پہنچانا بند کر دیا جائے؛ تا کہ جلد اس کا خاتمہ ہو جائے، اسلامی نقطہ نظر سے ایسا کرنا درست نہیں ہے، بلکہ ایک سنگین جرم اور قتل نفس کے مترادف ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔(۴)

مریض سے وینٹی لیٹر ہٹالینا

اگر مریض کی زندگی سے ڈاکٹروں نے مایوسی ظاہر کر دی ہو یا مریض کے ولی یا ورثہ اس کے علاج کا خرچ برداشت کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو وینٹی لیٹر ہٹالینا جائز ہے ۔(۵)

اعضائے انسانی کا سیمپل (نمونہ) رکھنا

بعض وہ اجزاء جو انسان سے علیحدہ ہو جاتے ہیں، کبھی وہ نادر الوجود ہوتے ہیں یا طبی تحقیق کرنے والوں کے لئے علمی اعتبار سے بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، اس لئے ان کو سیمپل اور نمونہ کے طور پر ایک حفاظتی مادہ اور کیمیکل کے ذریعہ ایک خاص جگہ میں محفوظ کر لیا جاتا ہے، اس طرح انسان سے علیحدہ اجزاء کو محفوظ کر لینا جائز نہیں ہے، بلکہ انسان کی کرامت کے پیش نظر ان کا دفن کرنا واجب ہے؛ تا کہ اجزائے انسانی بھی اہانت سے محفوظ رہیں(۶)

شرعی حدود میں کاٹے گئے عضو کی پیوند کاری

شریعت میں حدود و قصاص اور سزاؤں کا نفاذ عبرت و نصیحت، زجر و توبیخ، جرائم کو ختم کرنے اور عدل وانصاف قائم کرنے کے لئے ہے، چنانچہ ان مقاصد اور شریعت کی مقررہ سزا کی تکمیل اسی وقت ہوسکتی ہے جب کہ اس کے نفاذ میں تساہل اور شرعی احکام سے بظاہر ٹکراؤ نہ ہو، غرض شرعی حدود میں کاٹے گئے عضو کی پیوند کاری میں حدوسزا کا اثر ونشان باقی نہ رہنے سے مذکورہ مقاصد میں کمی ہوتی ہے اور جرائم کی بیخ کنی مکمل طور پر نہیں ہوتی، اس لئے ایسے اعضاء کی پیوند کاری شرعاً جائز نہیں ہے(۷)

دماغی موت

جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ اصل موت دماغ کی موت ہے اور بعض

ڈاکٹروں کا دعوی بھی یہی ہے کہ اصل موت دماغ کی موت ہے اور جس شخص کا دماغ مر چکا ہو وہ دوبارہ زندگی کی طرف لوٹ کر نہیں آتا، اب اگر کسی شخص کا دماغ مر چکا ہو، لیکن اس کی قلبی حرکت اور سانس کی آمدورفت باقی ہو تو ایسے شخص کو مردہ قرار دینے کے سلسلے میں علماء نے ڈاکٹروں کے دعوی کو قبول نہیں کیا، بلکہ دماغ کے مر جانے سے آدمی کے مردہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور موت کا حکم لگانے میں عجلت سے کام نہیں لیا جائے گا؛ تا آں کہ موت ایسے طریقہ پر ثابت ہو جائے جس میں کوئی شک نہ رہے (۸)

بلڈ بینک کا قیام

انسانی زندگی میں بعض مہلک امراض، ایکسڈنٹ اور ایسے حادثات پیش آتے ہیں جن کی وجہ سے مریض کے بدن میں خون چڑھانے کی ضرورت پیش آتی ہے اور وہ کبھی زیادہ مقدار میں خون کی متقاضی ہوتی ہے، اور بلڈ گروپ کی یکسانیت بھی ضروری ہوتی ہے، لیکن ہر وقت کافی مقدار میں خون کا میسر ہونا اور بلڈ گروپ کا موافق ہونا دشوار امر ہے، اس لئے ایک طبی ضرورت کی بناء پر بلڈ بینک قائم کرنا؛ تا کہ بر وقت مریض کو کافی مقدار میں موافق خون مہیا ہو سکے، جائز ہے۔(۹)

دودھ بینک کا قیام

چوں کہ اسلام میں رضاعت کا رشتہ چھاتی سے دودھ پینے کے ساتھ ساتھ برتن میں نکال کر پینے سے بھی قائم ہو جاتا ہے، اور نسب کی حفاظت مقاصد شرعیہ میں داخل ہے اور دوودھ بینک کے قیام سے رضاعی رشتوں کی تمیز ناممکن ہے، نیز عام طور پر خواتین کا دودھ طبعی طور پر میسر آجاتا ہے، اس لئے ان بینکوں کا قیام جائز نہیں ہے (۱۰)

خون کی خرید وفروخت

حدیث میں ممانعت آنے کی وجہ سے خون کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے، لیکن مجبوری کے وقت مریض کی ضرورت پورا کرنے کے لئے بلا قیمت خون نہ ملے تو خون خریدنا تو جائز ہے، مگر بائع پر گناہ ہوگا اور اس کے لئے قیمت لینا جائز نہیں ہے (۱۱)

خنزیر پر ریسرچ

خنزیروں کا علاج کرنے اور ان پر طبی ریسرچ کرنے میں ان لوگوں کا تعاون پایا جاتا ہے جو ان کی بقاء اور بڑھوتری چاہتے ہیں، اس لئے تعاون علی الاثم کی بنیاد پر یہ جائز نہیں ہے، لیکن جب مسلمان پیشہ طب میں مہارت چاہیں اور اس کے لئے یہی طریقہ ہو جس سے ان کے شرعی مقصد اور تدریب کی تکمیل ہوتی ہو تو ضرورت کی بناء پر اس طریقہ کار کو اپنانے میں کوئی حرج نہ ہوگا (۱۲)

ڈاکٹروں کا دواساز کمپنیوں کے تحائف لینا اور ان کمپنیوں کی دوا تجویز کرنا

ڈاکٹر حضرات کو مختلف کمپنیوں کی طرف سے مختلف قسم کی اشیاء کی پیش کش ہوتی ہے مثلاً ایر کنڈیشن، گاڑی، فائل پیڈز وغیرہ، اسی طرح کمپنیوں کی طرف سے دواؤں کے نمونے ملتے ہیں اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر حضرات ان کمپنیوں کی دواؤں کو زیادہ سے زیادہ بکائیں، چنانچہ اس مقصد سے بعض ڈاکٹر ضرورت ہو یا نہ ہو یا مریض کو اس کمپنی کی دوا مفید ہو یا نہ ہو صرف تحفے تحائف اور دوا بکانے کی نیت سے ایک دوا کی جگہ دو دوا اور ایک سیرپ کی جگہ دو سیرپ لکھ دیتے ہیں، اور پھر مریض کو اس خاص کمپنی کی دوا خاص میڈیکل سے خریدنے پر مجبور کیا جاتا ہے، چوں کہ ڈاکٹر کا محض اپنے فائدے اور منفعت کو ملحوظ رکھنا مریض کی مصلحت اور ڈاکٹر کی دیانت کے خلاف ہے، اس لئے مذکورہ صورت میں ڈاکٹر حضرات کا دواساز کمپنیوں کے تحائف اور کمیشن کی رعایت میں ان کی مصنوعات کو زیادہ سے زیادہ فروخت کرنے کے لئے ضرورت سے زائد مقدار میں دوا تجویز کرنا خاص کر یہ جانتے ہوئے کہ دوسری کمپنی کی دوا مریض کے لئے مفید ہے، جائز نہیں ہے، البتہ جو ڈاکٹر مریض کی مصلحت و خیر خواہی کو مدنظر رکھ کر پوری دیانت کے ساتھ وہی دوا تجویز کرتے ہیں جو مریض کے لئے مفید ہے، قطع نظر اس کے کہ کس کمپنی کی ہے اور ایسا کرنے میں کوئی حصول منفعت یا کسی قسم کی مراعات کا لحاظ نہ ہو تو ایسی صورت میں دواساز کمپنیوں کی طرف سے ملنے والے آفرز اور تحائف قبول کرنا ڈاکٹر کے لئے جائز ہے (۱۳)

اسی سے یہ حکم بھی معلوم ہو گیا کہ محض کمیشن کے حصول کے لئے خاص ڈائگنا سٹک سنٹروں میں غیر ضروری طبی ٹسٹ کرانا جائز نہیں ہے۔

مانع حیض دواؤں کا استعمال

آج کل ایسی دوائیں بھی دستیاب ہیں جن سے خواتین نظام فطرت کے خلاف اپنے حیض کو روک لیتی ہیں، چوں کہ ان دواؤں کا استعمال طبی اعتبار سے مضر صحت ہے، اس لئے استعمال کرنا مناسب نہیں ہے، البتہ اگر شرعی ضرورت پیش آ جائے مثلاً اعمال حج پورا کرنا ہو تو عارضی طور پر ان دواؤں کا استعمال کیا جا سکتا ہے، اور ان دواؤں کے ذریعہ مصنوعی طور پر حیض روک لینے سے غیر حائضہ کے تمام احکام جاری ہوں گے (۱۴)

جنسی طاقت بڑھانے والی دواؤں کا استعمال

قوت جنسیہ بڑھانے والی چیزیں دو قسم کی ہیں، ایک تو وہ ہیں جو طبعی وقدرتی طور پر پیدا ہوتی ہیں، جیسے سبزیاں، میوے وغیرہ، ان کا استعمال اعتدال کے ساتھ بدون اسراف کے جائز ہے، اور دوسرے وہ دوائیں جو کیمیائی مادوں سے بنائی جاتی ہیں، (جیسا کہ آج کل عموماً ہو رہا ہے) تو ان کی حلت وحرمت وجود ضرر اور عدم ضرر پر موقوف ہے، لیکن عموماً ان دواؤں کے سائڈ ایفکٹ ہوتے ہیں، ان کے استعمال سے اگر چہ قوت دوگنی ہوتی ہو، مگر اس حالت سے افاقہ کے بعد جسم و دل اس کے نتائج برداشت نہیں کر سکتے، نتیجہ میں قلب کے عضلات میں انقباض اور سخت تھکاوٹ کی کیفیات پیدا ہوتی ہیں اور یہی چیز بہت سے لوگوں کی وفات کا سبب بنتی ہے، اس لئے لا ضرر ولا ضرار کے قاعدہ سے ایسی دواؤں کی ممانعت ہے۔ (۱۵)

میڈیکل انشورنس

فی زماننا جدید طریقہ علاج کی گراں باری اور معاشی انحطاط کی وجہ سے حکومت نے علاج ومعالجہ کی ایک سہولت میڈیکل انشورنس کے نام سے ایجاد کیا ہے، جس میں آدمی سال بھر انشورنس کمپنی کی طرف سے ایک طے شدہ رقم بھرتا ہے، اور سال کے دوران کوئی علاج در پیش ہو تو وہ انشورنس کمپنی کی طرف سے علاج کی سہولت کا مستحق قرار پاتا ہے، اور بیمار نہ ہونے کی

صورت میں اس کی سال بھر کی جمع کردہ رقم کا کوئی حصہ واپس نہیں کیا جاتا اور ہر سال تجدید انشورنس ہوتا رہتا ہے ۔

انشورنس کی مروجہ شکل سود وقمار جیسے امور پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، خاص کر موجودہ دور میں اس کا اسلامی حل موجود ہے کہ مسلمان ایسے ادارے اور ٹرسٹ قائم کریں جن کا مقصد علاج کے ضرورت مندوں کی مدد کرنا ہو، اس لئے بھی میڈیکل انشورنس جائز نہیں ہے۔(۱۶)

انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے جمع کرنا

طب کے اندر مہارت امر مطلوب ہے، اور یہ چیز حقیقی جسم پر تحقیق وریسرچ سے حاصل ہوتی ہے، اس لئے جسم کی ہڈیوں کے ڈھانچے جمع کرنا جائز ہے، لیکن اس سلسلہ میں مقدار مطلوب پر اکتفاء کرنا ضروری ہے اور اس بات کا خیال رکھنا بھی کہ وہ ڈھانچہ کسی مسلمان کا نہ ہو اور اسی طرح اس کام کے مکمل ہونے کے بعد جسم کے ان حصوں کو دفن کرنا بھی ضروری ہے۔(۱۷)

مرض کی تشخیص کے لئے ٹسٹ

کبھی مرض کی تشخیص اور اس کی نوعیت جانچنے کے لئے طبی اعتبار سے ٹسٹ کرانا ہوتا ہے؛ تاکہ دوا یا آپریشن کے ذریعہ اس مرض کا مناسب علاج کیا جاسکے ،لیکن اس سلسلہ میں بعض ٹسٹوں میں ستر پوشی نہیں ہوتی؛ بلکہ ٹسٹ کرنے والے کو ستر دیکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے، اس قسم کے طبی ٹسٹ کرانا مشروع ہے، اور ٹسٹ کے دوران جو کشف عورت ہوتا ہے، وہ ضرورت کی بناء پر جائز ہے، مگر ٹسٹ کرنے والے پر صرف اس حصہ تک دیکھنا لازم ہے جس کی ضرورت ہو اور جس سے ٹسٹ متعلق ہو۔(۱۸)

میڈیکل تعلیم کے لئے برہنہ تصاویر والی کتاب پڑھنا

جب کتاب کا اصل مقصد تعلیم ہو اور اس میں ضمناً تصویر آجائے تو ایسی کتاب پڑھنا

اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ تصویر کے جن حصوں کی تعلیم کی ضرورت نہ ہو ان کو یا تو مٹا دیا جائے یا کسی چیز سے چھپا دیا جائے، خاص طور پر ایسی تصویر جو شہوت کو برانگیختہ کرے، اس کو اس طرح تبدیل کر دیا جائے کہ صرف وہ حصہ باقی رہے جو تعلیم کی غرض سے ضروری ہو۔(۱۹)

روزہ کی حالت میں زبان کے نیچے دوا رکھنا

امراض قلب سے متعلق بعض دوائیں وہ ہوتی ہیں جنہیں نگلا نہیں جاتا، بلکہ ان کو زبان کے نیچے رکھا جاتا ہے، اگر روزہ کی حالت میں ایسی دوا استعمال کی جائے اور دوا کو یا اس کے اجزاء سے ملے ہوئے لعاب کو نگلنے سے بچا جائے تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔(۲۰)

ختنہ کی کھال کا استعمال

میڈیکل سائنس کی ترقی کی وجہ سے اب ختنہ کی کھال بھی کام میں لا کر جسم پر پیوند کی جا رہی ہے، چونکہ انسان اپنے تمام اجزاء کے ساتھ محترم ہے، اور ختنہ کی کھال بھی اس کا جز ہے، اس کا بھی احترام ضروری ہے، اور اس کی کھال کے ذریعہ سرجری کرنا اور پیوند لگانا انسانی احترام کے خلاف ہے، اس لئے شرعاً ختنہ کی کھال کا استعمال اور اس کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے(۲۱)

مریض کے راز کو فاش کرنا

ڈاکٹر اپنے مریض کا راز دار اور امین ہوتا ہے، اور بعض مریض اپنے مرض اور راز کو دوسروں سے چھپانا بھی چاہتے ہیں، اس لئے عام حالات میں ڈاکٹر کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مریض کے عیوب کا افشاء دوسروں کے سامنے کرے، ہاں اگر مریض کے عیوب اور اس کے مرض پوشیدہ رکھنے کی وجہ سے کسی کا حق مارے جانے کا اندیشہ ہو یا اس کے اندر کوئی اور کمزوری ہو جس کی وجہ سے کسی کو نقصان ہو سکتا ہو یا معاملات وغیرہ میں فتنہ کا امکان ہو، تو جن حضرات سے معاملات متعلق ہوں ان کے سامنے ڈاکٹر اپنے مریض کا راز اور اس کے عیوب بیان کر سکتا ہے۔(۲۲)

ملازمت وتجارت کی خاطر تحدید نسل

بعض لوگ بطور فیشن خاندان کو مختصر رکھنے یا تجارت وملازمت کی وجہ سے اولاد کی ذمہ داری سے انکار کرتے ہیں، اور بعض وہ خواتین جو معیاری زندگی حاصل کرنے یا زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کی خاطر نوکریاں کرنا چاہتی ہیں، اور اپنے اس مقدس فریضہ کو بھول جاتی ہیں جو قدرت نے نسل انسانی کی ماں کی حیثیت سے ان پر عائد کیا ہے، ان مقاصد کے خاطر خاندان کو محدود کرنے کا تصور قطعاً غیر اسلامی ہے، غرض ہر ایسا عمل جس کا مقصد انسانی نسل کو منقطع کرنا یا محدود کرنا ہو، اسلام کے بنیادی تصورات کے خلاف اور ناجائز ہے (۲۳)

پھنسیاں اور دھبے مٹانے کے لئے کریم لگانا

جسم انسانی میں بعض خلیے مردہ ہو جاتے ہیں جو جلد پر پھنسیاں اور سیاہ دھبے پیدا ہونے کا سبب بنتے ہیں، ان کو دور کرنے کے لئے لوشن اور کریم کا استعمال کیا جاتا ہے اگر ان کریموں کو پاک اشیاء سے تیار کیا جائے اور ان کے استعمال کرنے میں ضرر لاحق نہ ہو تو ان کا لگانا جائز ہے، لیکن جب ان کے استعمال کرنے میں ضرر کا لاحق ہونا متحقق ہو جائے تو ان کریموں کا استعمال ممنوع ہے، اس لئے کہ فقہ کا قاعدہ ہے درء المفاسد اولی من جلب المصالح یعنی مفاسد کو دور کرنا مصالح حاصل کرنے سے بہتر ہے؛ لہذا ضرر کو دور کرنا عیب کو دور کرنے کے مقابلہ میں اولی ہے۔(۲۳)

طبی ایجادات کو دیکھتے ہوئے مذکورہ مسائل کے علاوہ بہت سے ایسے مسائل ہیں جن کے متعلق اسلامی احکام کی وضاحت اور شرعی رہنمائی وقت کی اہم ضرورت ہے، لیکن اس مقالہ میں کچھ اہم جدید طبی مسائل اور ان کے احکام کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جن کو فقہاء عصر نے قدیم فقہی مسائل اور اصول کی روشنی میں بیان فرمایا ہے، ان تمام مسائل کا احاطہ تو ناممکن تھا، بہر حال جتنے بھی مسائل ذکر کئے گئے وہ عصر حاضر کے اہم اور ضروری ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس موضوع پر سنجیدگی کے ساتھ جدید فقہی معاصر لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے اور ان مسائل واحکام میں تدبر کر کے ان پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس

لکھنے کو قبول فرمائے اور صحیح علم اور فقہاء جیسی فقیہانہ بصیرت عطا فرمائے اور اس مقالہ کو علم وعمل میں اضافہ کا ذریعہ بنائے (آمین) وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

حوالہ جات

(۱) احکام الجراحۃ الطبیۃ: ۱۸۵، مکتبۃ الصحابۃ جدہ (۲) ایضا: ۱۹۳
(۳) فتاوی الطب والمرضی: ۱/۲۱۲، رئاسۃ ادارۃ البحوث
(۴) ملخص از احکام التداوی والحالات المیؤوس منہا وقضیۃ موت الرحمۃ: ۸۵، ۱۰۲، دار المنارۃ
(۵) فتاوی اللجنۃ الدائمہ رقم الفتوی: ۶۲ ۱۲۷، رئاسۃ ادارۃ البحوث العلمیہ والافتاء (۶) ایضا: ۱۰/ ۲۱۷
(۷) مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی جدہ: ۶/ ۱۵۹۹ اقرار دار نمبر: ۶۰/ ۹/ ۶، شاملۃ
(۸) مجموع فتاوی ابن باز: ۱۳/ ۳۶۶ (۹) منتخبات نظام الفتاوی: ۱/ ۲۲، ۴، اصلاحی کتب خانہ
(۱۰) مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی: ۲/ ۱۰۵۱، قرارداد نمبر ۶ (۱۱) الاحادیث الواردہ فی البیوع والمنہی عنہا: ۱/ ۱۰۴،
(۱۲) فتاوی الشبکۃ الاسلامیۃ: ۶/ ۲۷۵۶، (۱۳) فتاوی بینات: ۴/ ۲۴۶، مکتبہ بینات کراچی پاکستان
(۱۴) مجموع فتاوی ورسائل العثیمین ۱۱/ ۲۸۳، دار الوطن، کتاب الفتاوی ۲/ ۷، نعیمیہ دیوبند
(۱۵) فتاوی الشبکۃ الاسلامیہ ۶/ ۱۹۸۸،
(۱۶) فیصلہ اسلامک فقہ اکیڈمی بحوالہ میڈیکل انشورنس شریعت اسلامی کی نظر میں ۱۵، نعیمیہ دیوبند
(۱۷) فتاوی واستشارات الاسلام الیوم ۱۴/ ۴۸۰، موقع الاسلام
(۱۸) الاحکام الطبیہ المتعلقۃ بالنساء فی الفقہ الاسلامی: ۳۵، دار النفائس عمان
(۱۹) فتاوی عثمانی ۱/ ۱۹۲، نعیمہ دیوبند (۲۰) جدید فقہی تحقیقات ۱/ ۱۹، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
(۲۱) فتاوی محمودیہ ۱۸/ ۳۳۹، دیوبند
(۲۲) فقہ اکیڈمی انڈیا کے فیصلے بحوالہ طبی اخلاقیات: ۲۷۴، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا
(۲۳) نئے مسائل اور علماء ہند کے فیصلے ص: ۱۴۵، ۱ (۲۴) الاشباہ والنظائر ۱/ ۱۴۷، یاسر ندیم اینڈ کمپنی

بے ہوش کرنے کے احکام

مولوی محمد ہدایت اللہ قاسمی

طبی تحقیقات وتجربات سے ثابت ہو چکا ہے کہ بعض مدہوش کن جڑی بوٹیوں میں بعض امراض کے لئے دوائیت کے اثرات پائے جاتے ہیں، جن سے علاج کے سلسلے میں چشم پوشی ممکن نہیں، بعض حالتوں میں ان کے استعمال کی ضرورت پیش آتی ہے، مثلاً: ہسپتالوں میں آپریشن کے وقت، طب جدید میں اس نے ایسی جگہ بنالی ہے جس سے صرفِ نظر ممکن نہیں، مثال کے طور پر جن دواؤں سے کھانسی کا علاج کیا جاتا ہے، ان میں بے ہوش کن مادہ جس کو ''کوڈین'' کہتے ہیں شامل ہوتا ہے، نیز جو ادویہ بخار اتارنے کے لئے یا سخت درد میں سکون پیدا کرنے کے لئے یا معدہ اور جگر کا درد مٹانے کے لئے یا تشنج کے دوروں کو دور کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہیں، وہ سب کی سب مدہوش کن مادوں مثلاً: ''مورفین'' وغیرہ سے بنتی ہیں؛ کیونکہ آپریشنوں میں مریض کو بے ہوش کر کے اس کو پرسکون کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ وہ خلل اندازی نہ کر سکے اور اسے درد و تکلیف کا کوئی احساس نہ ہو، یہ بے ہوش کرنے کی ضرورت آپریشن کے انواع واقسام اور جسد انسانی کے سطح وعمق کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے اور بے ہوش کرنے کی شکل کو اینیستھیشیا (Anesthesia) کہا جاتا ہے۔

قدیم تاریخ

عصر حاضر میں پائے جانے والا طریقۂ بے ہوشی جو بوقت آپریشن زیرِ عمل لائی جاتی

ہے، محض ۲۰۰/ سال قدیم ہے، زمانہ قدیم میں بوقت آپریشن مریض کے درد کو کم کرنے کے لئے جو شکلیں اختیار کی جاتی تھیں وہ بے حد دردناک و تکلیف دہ ہوتی تھیں، مثلاً مریض کو رسی سے کسی چیز پر باندھ دیا جاتا یا دو چار افراد مریض کو کس کر جکڑے رکھتے اور حکیم صاحب بوقت ضرر بر بنائے علاج وشفقت مریض کے ذہن کو ادھر ادھر متوجہ کرتے اور موقعہ پاتے ہی ضرورت کے بقدر عضو کاٹ دیتے تھے، یا گرم گرم دھاردار اشیاء سے اس تکلیف دہ چیز کو جو بدن میں چبھی یا چھپی یا گل سڑ گئی ہوتی نکال دیا کرتے تھے، نیز اس طریقہ کو بھی عمل میں لایا جاتا تھا کہ مریض کو نشیلی اشیاء کھلا پلا کر مدہوش کر کے ضرر کو دور کیا جاتا تھا؛ تاکہ دوران آپریشن اسے درد و تکلیف کا احساس نہ ہو اور وہ خلل اندازی نہ کرے۔

بے ہوشی کے لئے حرام چیزوں کا استعمال اور اس کا حکم

آج کل بہت سے موجودہ امراض میں بشکل دواء مخدرات کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان ادویہ کے استعمال کی شرعاً کہاں تک اجازت ہے؟ اس سلسلے میں شریعت کا موقف کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء نے علاج بالخمر اور علاج بالمخدر کے مابین فرق کرتے ہوئے کہا ہے کہ علاج بالخمر قطعاً حرام ہے، اور اس پر اجماع ثابت ہو چکا ہے، اس لئے کہ شراب کی حرمت قطعیۃ الثبوت ہے، اس کا منکر کافر ہے، اللہ تعالی نے اس کے اندر شفاء رکھی ہی نہیں، بلکہ یہ مرض فوق المرض ہے اور اب تو تحقیقی طور پر بھی یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ شراب میں کسی قسم کا طبی فائدہ نہیں ہے؛ البتہ علاج بالمخدرات کی حلت وحرمت کے متعلق فقہاء کے مختلف اقوال ہیں:

چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ عدم جواز کے قائل ہیں؛ لیکن جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ علاج بغیر الخمر مثلاً، مخدر جڑی بوٹیوں وغیرہ سے علاج حرام نہیں ہے؛ بلکہ ضرورتاً جائز ہے، بشرطیکہ ان

کا استعمال شراب کے بدل کے طور پر نہ کیا جائے؛ بلکہ ضرورت پڑنے پر اگر اس کے علاوہ کوئی دوا نہ پائی جائے تو اس کا استعمال کرنا واجب ہے(۱) امام نوویؒ ''المجموع'' میں فرماتے ہیں:

ہمارے بزرگوں کا قول ہے کہ ضرورت پڑنے پر ایسی دوا کا پینا جائز ہے جو عقل کو زائل کرنے والا ہو(۲)

اور ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ فرماتے ہیں:

آپریشن کے لئے مخدر ادویہ کا استعمال اور سخت درد وآلام میں مبتلا ہونے کے وقت محذور ادویہ کے ذریعے بے حس وسند کرنا ضرورت کی بناء پر جائز ہے، چاہے ان ادویہ کا استعمال پینے، نگلنے یا حقنہ کے ذریعہ سے ہو(۳)

بے ہوش کرنے کے طریقے

بے ہوش کرنے کے درج ذیل مختلف طریقے ہیں، جن کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لوکل(Local Anesthesia)

ظاہری اعضاء پر چھوٹے موٹے زخم یا پھوڑے پھنسی کے آپریشن کے لئے بوقت ضرورت سند کرنے کے لئے جسم کے اوپری حصہ پر مخصوص دوائی لگائی جاتی ہے، جتنے حصہ میں یہ دوائی لگائی جاتی ہے، اتنا حصہ متعینہ وقت کے لئے سند ہو جاتا ہے؛ تاکہ دوران آپریشن مریض کو درد کا بالکل احساس نہ ہو۔

جنرل(General Anesthesia)

آپریشن سے پہلے متعینہ وقت کے لئے جس کو طبیب مناسب سمجھے ایک مخصوص بے ہوش کن دواء مریض کو سنگھا دی جاتی ہے، جس کی وجہ سے مریض بے ہوش ہو جاتا ہے، تاکہ طبیب آسانی سے آپریشن کرے اور اس دوران مریض کو اس بات کا قطعا احساس نہیں رہتا ہے کہ کیا ہوا ہے

اور کیا ہو رہا ہے۔

ریجنل (Regional Anesthesia)

اس تیسری قسم کے تین اقسام ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(الف) اسپائنل (Spinal Anesthesia)

اسپائنل کے معنی ریڑھ کی ہڈی ہے، بے ہوش اور سند کرنے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آپریشن سے قبل مریض کو بالکل کمان کی طرح موڑ کر یا جھکا کر ریڑھ کی ہڈی میں انجکشن کے ذریعہ دوا پہنچائی جاتی ہے؛ جس سے مریض ہوش میں تو رہتا ہے، لیکن اس کے جسم کا نچلا آدھا حصہ بے حس وسند ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے مریض کو اس بات کا بالکل احساس نہیں ہوتا ہے کہ اس کے نچلے آدھے حصہ میں کیا ہو رہا ہے۔

(ب) اپڑرل (Epidural Anesthesia)

اس قسم کے مریض کے کمر کے نیچے کے حصہ (سرین) میں انجکشن کے ذریعہ دوا داخل کی جاتی ہے، جس کی بناء پر مریض کے بدن کا نچلا آدھا حصہ بے حس وسند ہو جاتا ہے، جس کے سبب اسے کوئی احساس نہیں ہوتا ہے کہ اس کے نچلے آدھے جسم میں کیا ہو رہا ہے، خاص طور پر خواتین وضع حمل کے وقت اس دواء کا استعمال کرنا بہت پسند کرتی ہیں؛ اس لئے کہ اس طریقہ کار میں خواتین کو وضع حمل کے وقت درد و تکلیف محسوس نہیں ہوتی ہے۔

(ج) انٹراوینولیس (Intravenvous Regional Of Anesthesia)

اس قسم میں مریضوں کو رگوں ونسوں کے ذریعہ دوا چڑھائی جاتی ہے، جس کے باعث مریض ایک لمبے وقت تک بے ہوش رہتا ہے، اس قسم کو عام طور پر بڑے بڑے آپریشنوں کے وقت استعمال میں لایا جاتا ہے، جیسے دل، دماغ، گردے وغیرہ جیسے اعضاء کے آپریشن کے وقت

؛تاکہ مریض دوران آپریشن بالکل بے ہوش و بے حس رہے؛ اس لئے کہ اگر بالفرض مریض کو دوران آپریشن ہوش آجائے تو اس کے فوت ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔

بے ہوش کرنے کا اختیار

سابق میں ذکر کردہ بے ہوش کرنے کے طریقوں کا استعمال اینیستھیشسٹ (Anesthesist) کے مشورہ اور تجربہ پر موقوف ہوتا ہے، اینیستھیشٹ ایسے ماہر طبیب کو کہا جاتا ہے، جس نے ایسی ڈگری (Degree) وکورس (Course) مکمل کیا ہو، اسے مریض کو بے ہوش کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے، اور اس طبیب ماہر کے علاوہ کسی دوسرے طبیب کو قانونی لحاظ سے مریض کو بے ہوش کرنے کا کوئی حق نہیں ہوتا ہے، مذکورہ صفات کا حامل طبیب ماہر قانوناً سابق میں ذکر کردہ بے ہوش کرنے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ انتخاب کرسکتا ہے۔(۴)

آپریشن کے اقسام اور بے ہوش وسند کرنے کی حاجت وجواز کا بیان

بعض آپریشنوں کے دوران مریض کو کلی یا جزئی طور پر بے ہوش وسند کرنا لازم وضروری ہے، لہذا بے ہوش وسند کرنے کی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے جواز کا حکم لگایا گیا ہے، آپریشن کے اقسام اور اس میں بے ہوش کرنے کا جواز قواعد شرعیہ کی روشنی میں درج ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں:

آپریشن کی تین قسمیں ہیں

۱۔ وہ آپریشن جس میں مریض کو کلی طور پر بے ہوش و بے حس کئے بغیر پائے تکمیل کو پہونچنا ناممکن ہے، مثلاً دل، دماغ، اعصاب، آنکھ، کان، سینہ، پیٹ وغیرہ اعضاء کا آپریشن، ان اعضاء کے آپریشن میں مریض کو کلی طور پر بے ہوش کرنا لازم وضروری ہے، بلکہ جزء لاینفک کا درجہ رکھتا ہے، اس لئے کہ اگر ان اعضاء کا آپریشن بے ہوش کئے بغیر ہی کیا گیا تو یہ

بات متحقق ہے کہ مریض دوران آپریشن یا اس کی تمامیت کے تھوڑی دیر بعد ہی دم توڑ دے گا؛ لہذا اس میں قاعدہ شرعیہ ''الضرورات تبیح المحظورات" (۵) کے پیش نظر بے ہوش کرنا جائز ہوگا۔

۲۔ وہ آپریشن جسمیں مریض کو بے ہوش وسند کئے بغیر پائے تکمیل کو پہنچانا تو ممکن ہے، لیکن بے ہوش وسند نہ کرنے کی صورت میں مریض کو بے انتہاء بے قراری وبے چینی اور سخت درد وتکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے؛ مگر اس کے باعث مریض کی موت وہلاکت واقع نہیں ہوتی ہے، مثلا: ہاتھ پاؤں کا بغرض علاج بے ہوش کئے بغیر ہی کاٹ دینا، اس میں قاعدہ شرعیہ ''الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت اوخاصة'' (۶) کے مطابق بے ہوش کرنا جائز ہوگا۔

۳۔ وہ آپریشن جس کو بآسانی انجام دینا ممکن ہے، درآں حالیکہ مریض کامل شعور وحساسیت کی حالت میں ہو، اگر چہ اس صورت میں مریض کو درد وتکلیف کا احساس ہوتا ہے؛ اور مریض کے لئے اس پر صبر وتحمل کرنا ممکن ہے، آپریشن کی یہ قسم اکثر وبیشتر عام سطحی آپریشنوں میں زیر عمل لائی جاتی ہے، جس کا تعلق ظاہر جسد انسانی سے ہوتا ہے، مثلا: پھوڑے پھنسی وغیرہ کا آپریشن کرنا، اس قسم میں مخدرات کی تھوڑی مقدار کے استعمال کی اجازت ہے، کیونکہ فقہاء متقدمین نے علاج ومعالجہ کے اندر مخدرات کا استعمال جائز قرار دیا ہے، اسی وجہ سے اطباء کے لئے ضرورت کے پیش نظر مریض کو بے ہوش وسند کرنا جائز ہے۔ (۷)

بے ہوش کن دواء کی مقدار وکمیت کا بیان

مخدرات کے استعمال میں اصل ضابطہ حرمت ہے اور آپریشن کے لئے اس کے استعمال کا جواز ضرورت وحاجت پر مبنی ہے؛ لہذا لازم ہے کہ اس جواز کو حاجت مطلوبہ کے ساتھ مقید کیا جائے اور جو اس حاجت سے زائد ہے، اسے اپنی اصل یعنی حرمت کی جانب پھیر

دیا جائے کیونکہ قاعدہ ہے: ”ماابیح للضرورۃ یتقدر بقدرھا“(۸) یہ قاعدہ اس بات کا متقاضی ہے کہ طبیب مریض کو ضرورت سے زیادہ مخدر دوا ہرگز نہ دے؛ بلکہ اس کی حالت وطبیعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک متعین مقدار میں مخدر دواء دے، اس لئے کہ اس کا مباح ہونا ضرورت کی بناء پر ہے؛لہذا ضرورت سے زیادہ اس کا استعمال کرنا قطعا جائزنہیں ہے؛ مثلا: اگر آپریشن اس نوع کا ہو کہ اس میں مریض کو کلی طور پر بے ہوش و بے حس کرنے کی حاجت نہ ہو، بلکہ کسی خاص عضو کو بے حس وسند کر دینا کافی ہو، تو ایسی صورت میں طبیب کے لئے مریض کو کلی طور پر بے ہوش و بے حس کرنا جائزنہیں ہے(۹)

مشہور زمانہ انگریزی مصنف رونلڈ ڈی ملر ایم ،ڈی اپنی کتاب ”بیسکس آف اینیستھیشیا“میں رقم طراز ہے کہ؛ بے ہوشی کی مقدار وکمیت دو چیزوں پر منحصر ہوتی ہے :

۱) آپریشن کی قسم ۲) بے ہوش کرنے کے طریقوں میں سے کس طریقے کو اختیار کیا جا رہا ہے(۱۰)

طبیب آپریشن کی ہیئت اور مذکورہ بے ہوش کرنے کی اقسام میں سے کسی ایک قسم کو جو مریض کے لئے زیادہ مفید ہو اختیار کرتے ہوئے مخذور کی اتنی مقدار متعین کرے گا کہ مریض کو آپریشن کے مکمل ہونے کے بعد تھوڑی دیر گذرنے کے بعد ہوش آئے؛ تا کہ نہ ہی مریض کو کوئی درد وتکلیف ہو اور نہ ہی اس کی جان کو کوئی خطرہ ہو اور اگر دوران آپریشن طبیب بے ہوشی میں اضافہ کے لئے مزید دوا کی ضرورت محسوس کرے، تو جو طریقہ کار مناسب سمجھے اس کے ذریعہ مزید بے ہوشی کی دواء دیدے۔

ڈاکٹر کی ذمہ داریاں

بوقت آپریشن بے ہوشی کی دوا دینے والے طبیب کی مریض پر بہت بڑی ذمہ داری ہوتی؛ کیونکہ آپریشن کے کامیاب ہونے کا سبب بے ہوشی کی دواء نہیں، بلکہ دوا کے استعمال پہ

ہوتا ہے، اور تھوڑی بھی لاپرواہی وغفلت برتنے سے آپریشن کے ناکامیاب ہونے اور مریض کی جان جانے کا خطرہ ہوتا ہے (۱۱) لہذا ڈاکٹر کی چند اہم ذمہ داریاں درج ذیل ہیں:

مریض کو بے ہوش و بے حس کرنے کے لئے چاہے وہ بے ہوش کرنا کلی ہو یا جزئی طبیب پر لازم ہے کہ وہ آسان وسہل اور کم درد دہ طریقہ اختیار کرے، تا کہ مریض کو بے جا تکلیف وضرر لاحق نہ ہو، نیز وہ مریض کی ہر طرح سے رعایت وسہولت کو پیش نظر رکھے، اسی طرح طبیب کے لئے یہ صورت بھی درست نہیں ہے کہ وہ بے ہوش وسند کرنے کے لئے مریض کے ستر کو کھولدے، جب کہ بنا ستر کھولے اسے بے ہوش کرنا ممکن ہو؛ اس لئے کہ شریعت مطہرہ میں دوسرے شخص کے ستر کو بے ضرورت کھولنا مباح نہیں ہے، الا یہ کہ ستر کھولے بغیر بے ہوش کرنے پر مریض کو بڑا ضرر لاحق ہونے کا اندیشہ ہو اس صورت میں قاعدہ شرعیہ ''الضرورات تبیح المحظورات'' کے تحت ستر کھول کر بے ہوش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے (۱۲)

طبیب پر لازم ہے کہ مریض کے آپریشن سے قبل چیک کرے کہ مریض پر دوا کا اثر مرتب ہوا یا نہیں ؟ اس کے تمام اعضاء صحیح طور پر کام کر رہے ہیں یا نہیں ؟ نیز اس کا بلڈ پریشر و ہارٹ بیٹنگ بھی جانچ لے کہ صحیح لیول (Level) پر ہے یا نہیں، پھر آپریشن وغیرہ کی کاروائی کرے۔

حوالہ جات

(۱) الکحل اور عطریات: ۱۲۰
(۲) المجموع ۳/۷، کتاب الصلوۃ
(۳) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۲۶۲۶
(۴) بسکس آف اینیستھیشیا: ۷۹
(۵) الاشباہ والنظائر: ۷۳
(۶) الاشباہ والنظائر: ۷۸

(۷) احکام الجراحۃ: ۲۸۵
(۸) القواعد الفقھیہ ۱/۱۱
(۹) احکام الجراحۃ: ۲۸۹
(۱۰) بیسکس آف اینیستھیشیا: ۱۷۵
(۱۱) مگرس اینستھیشیا ص: ۲۲۳
(۱۲) احکام الجراحۃ: ۲۹۰

آپریشن کے احکام

مولوی محمد ابوناصح قاسمی

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انسان کا جسم اللہ رب العزت کی تخلیق کا بہترین نمونہ ہے، اس کا جسمانی وروحانی نظام خالق کی خلاقیت کا مظہر ہے، خود اللہ سبحانہ وتعالی نے اس عجوبہ کائنات کی احسن تقویم کہہ کر تعریف فرمائی ہے؛ لہذا اس حسن کو باقی رکھنے کے لئے اوراس امانت کی پاسداری و پاسبانی کے لئے حتی المقدور انسان کی سعی وکوشش ہونی چاہئے، حتی کہ اگر علاج ومعالجہ کی نوبت بھی کبھی آجائے تو اس عظیم امانت کی حفاظت کی خاطر ادویہ کا یا آپریشن کا سہارا ضرور لینا چاہئے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعبؓ کے پاس ایک طبیب بھیجا، طبیب نے ان کی ایک رگ کو کاٹا پھر اس حصہ کو داغ دیا، مذکورہ واقعہ میں رسول اللہ ﷺ نے طبیب کے عمل پر نکیر نہیں فرمائی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علاج کے لئے کسی حصہ کو کاٹنا درست ہے، بایں وجہ شریعت اسلامیہ نے بوقت ضرورت میڈیکل سرجری (آپریشن) کرنے کی اجازت دی ہے(۱)

آپریشن کی لغوی واصطلاحی تعریف

آپریشن کو عربی میں جراحت سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور اسی لحاظ سے اس کے معنی

آپریشن اور زخم کرنے کے ہیں (۲)

اصطلاحی تعریف

الشق فی البدن تحدثه آلة حادة

کسی دھاردار آلہ کے ذریعہ بدن چیر ڈالنا۔ (۳)

زمانہ جاہلیت میں لوگ آپریشن کو ایک ناممکن سی بات سمجھتے تھے، اسلام نے شاید سب سے پہلے نظریاتی طور پر اس کے ممکن ہونے کا تصور دیا، جس کا ثبوت سیرت کے ان واقعات سے بھی ہوتا ہے، جن میں رسول اکرم ﷺ کے شق صدر کا ذکر ہے، اسی طرح فقہاء نے بھی ضرورۃً اس کی اجازت دی ہے، اور ذریعہ علاج کے طور پر اسے اختیار کرنے کی بعض حالات میں تلقین بھی کی ہے (۴)

آپریشن کی قسمیں باعتبار حلت وحرمت

(۱) عمل جراحی (Esseulial Surgery) بربنائے علاج وضرورت شدیدہ

یعنی مریض کی حالت بربنائے مرض اتنی خستہ حال ہوچکی ہو کہ اگر سرجری نہ کی جائے تو اسی مرض میں مریض کی موت واقع ہوجائے تو اس مرض کو دور کرنے اور اپنی جان کی حفاظت کے لئے سرجری کرنا ضروری ہوجاتا ہے، اس طرح کی سرجری کو ''الجراحۃ العلاجیۃ الضروریۃ'' کہا جاتا ہے (۵)

(۲) عمل جراحی (Esseulial Surgery) بربنائے علاج وضرورت خفیفہ

یعنی وہ بیماری جس میں مریض کی موت وہلاکت کا خوف نہ ہو، البتہ اس مرض کی

شدت میں اضافہ کا خوف ہوتو ایسی بیماری کوختم کرنے کے لئے جو سرجری کی جاتی ہے اس کو ''الجراحۃ العلاجیہ الحاجیہ'' کہتے ہیں، اس سرجری کی دو قسم ہے:

۱۔ پہلی قسم

ایسی بیماری جس کی وجہ سے مریض کو سخت ضرر پہونچتا ہو، خواہ وہ ضرر دائمی ہو یا وقتی ہو۔

۲۔ دوسری قسم

ایسی بیماری جس سے فی الحال اس کا کوئی ضرر نہ ہو، لیکن مستقبل میں ضرر کا خوف ہو، اور اس خوف کا حدوث متوقع ہو، شک اور وہم کے درجہ میں نہ ہو بایں طور کہ اگر سرجری نہ کی جائے تو یہ مرض اس کے کسی عضو کو لاحق ہو کر اس عضو کی منفعت کو بالکلیہ ختم کردے(٦)

ایسے مریض کے لئے ان حالتوں میں سرجری (آپریشن) کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے۔

(۳) جراحات صغری برائے علاج ومعالجہ

(Minor Surgery)

یعنی ایسی بیماری کا آپریشن کرنا جو نہ ضرورت کے درجہ کو پہونچے اور نہ حاجت کے، بایں طور کہ وہ مرض انسان کو نہ موت تک پہونچا سکتا ہو اور نہ اس میں موت کا خوف ہو، لیکن اس مرض کو یونہی چھوڑے رکھنا مزید تکلیف و پریشانی کا سبب بن سکتا ہو، جیسے ناک میں زائد گوشت کا بڑھ جانا، اگر اس زائد گوشت کو نہ نکالا جائے تو یہ بڑھ کر تکلیف ومشقت کا سبب بن سکتا ہے؛ اس لئے آپریشن کی یہ صورت بھی شرعاً جائز ہے(۷)

(۴) عمل جراحی برائے تشخیص

(Surgieal Diagnois)

یعنی ایسی سرجری (آپریشن) جس سے مرض کی تشخیص کی جاتی ہے، شرعاً یہ سرجری

جائز ہے، لیکن اگر مرض کی تشخیص کے لئے کوئی آسان متبادل شکل موجود ہو، جیسے سونو گرافی وغیرہ ،تو پھر اس صورت کو اختیار کرنا جائز نہیں ہوگا (۸)

(۵) عمل جراحی برائے ولادت

(Surgical Aecouchment)

وہ سرجری جس میں بذریعہ آپریشن بچے کو اس کے ماں کے پیٹ سے نکالا جاتا ہے، خواہ وہ کامل الخلقت ہو، یا ناقص الخلقت ہو، پھر اس آپریشن کی دو حالتیں ہیں۔

۱) حالت ضروریہ: یہ وہ حالت ہے جس میں بچہ یا حاملہ دونوں کی یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی جان خطرے میں ہو، اس حالت میں سرجری (آپریشن) کرنا جائز ہے، جیسے حاملہ کی وفات کے بعد اگر جنین زندہ ہو تو اس حالت میں بذریعہ آپریشن اس کو نکالنا جائز ہے۔

۲) حالت حاجیہ: یہ وہ حالت ہے کہ طبعی طور پر بچے کی ولادت متعذر ہونے کی وجہ سے بطریق آپریشن نکال لیا جاتا ہے، اس طرح نہ کرنے کی صورت میں بچے یا حاملہ کی ہلاکت کا خوف ہوتا ہے، اس حالت کا حکم ڈاکٹر کی رائے پر موقوف ہے، اگر ڈاکٹر کو عورت کے ولادت کی مشقت برداشت نہ کرنے، یا پھر بچے کو ضرر لاحق ہونے کا گمان غالب ہو تو اس صورت میں بچے کو بذریعہ آپریشن نکالنا جائز ہے۔ اور اگر ڈاکٹر کا غالب گمان اس کے برعکس ہو تو سرجری جائز نہیں ہے (۹)

(٦) عمل جراحی برائے ختنہ

(Surgical Phimosiectomy)

وہ آپریشن جس میں مرد کے عضو خاص کی اس چمڑی کو جو حشفہ کو چھپائے ہوتی ہے، اور عورت کے فرج کے اعلی حصہ کے تھوڑے حصہ کو کاٹا جاتا ہے، احناف کے نزدیک ختنہ

کرنا مسنون ہے(۱۰) اس لئے سرجری (آپریشن) کی یہ صورت نہ صرف جائز؛ بلکہ مسنون ہے۔

(۷) جراحی تشریح الاعضاء (Surgical Anatomy)

وہ سرجری (آپریشن) جو فن طب میں نظری و عملی اعتبار سے مہارت حاصل کرنے کے لئے مردہ لاشوں پر بطور پریکٹیکل کی جاتی ہے، اس سرجری (آپریشن) کے جواز وعدم جواز میں علماء کا اختلاف ہے۔ لیکن ضرورت کی بنا پر اکثر علماء اس کے جواز کے قائل ہیں۔

جواز کے قائلین

ہیئۃ کبار علماء (سعودی عربیہ) لجنۃ الافتاء (مملکت اردن) لجنۃ الافتاء ازہر (مصر) اور علماء کی ایک بڑی جماعت نے اس کے جواز کا فتوی بعض شرائط کے ساتھ دیا ہے، جو درج ذیل ہیں:

الف: لاش اگر کسی معلوم شخص کی ہو تو موت سے قبل حاصل کی گئی خود اس کی اجازت یا موت کے بعد وارثین کی اجازت ضروری ہے، معصوم الدم لاش کا پوسٹ مارٹم بغیر ضرورت کے نہیں ہونا چاہئے۔

ب: پوسٹ مارٹم بقدر ضرورت ہی کیا جائے؛ تا کہ لاشوں کے ساتھ کھلواڑ کی صورت نہ پیدا ہو۔

ج: خواتین کی لاشوں کا پوسٹ مارٹم خواتین ڈاکٹروں کے ذریعہ ہی کرنا ضروری ہے، سوائے اس صورت کے جب خاتون ڈاکٹر نہ ملیں۔

نوٹ: تمام حالات میں پوسٹ مارٹم شدہ لاش کے تمام اجزاء کی تدفین واجب ہے۔(۱۱)

(۸) عمل جراحی برائے حسن وزیبائش (cosmetic surgery) بر بنائے حاجت

جب انسان کے کسی عضو میں کوئی نقصان پیدا ہو، یا کوئی عضو تلف ہو جائے، یا مسخ ہو

جائے، تو اس کی درستگی کے لئے سرجری (آپریشن) کرانا جراحۃ التجمیل الحاجیہ کہلاتا ہے اور یہ جائز ہے۔ (۱۲)

حوالہ جات

(۱) ابوداؤد: ۳۸۶۴
(۲) قاموس الفقہ ۳/ ۸۷
(۳) معجم لغۃ الفقہاء مادہ: ج ر ح
(۴) قاموس الفقہ ۳/ ۸۷
(۵) احکام الجراحۃ الطبیۃ: ۱۳۳/ ۱۳۴
(۶) احکام الجراحۃ الطبیۃ: ۱۴۰۔۱۴۴
(۷) احکام الجراحۃ الطبیۃ: ۱۴۸۔۱۴۹
(۸) احکام الجراحۃ الطبیۃ: ۱۵۱/ ۱۵۳
(۹) احکام الجراحۃ الطبیۃ: ۱۵۸
(۱۰) احکام الجراحۃ الطبیۃ: ۱۵۹
(۱۱) فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے ص: ۲۶۳۔
(۱۲) احکام الجراحۃ الطبیۃ: ۱۸۲

پوسٹ مارٹم ------- ایک شرعی جائزہ

مولوی محمد صلاح الدین قاسمی

آج کل سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں بہت ترقی ہو چکی ہے، بالخصوص میڈیکل سائنس نے بڑی تیزی سے بہت سے انکشافات وتجربات کر لئے ہیں، اور علاج و معالجہ کے نئے نئے طریقے ایجاد کر لئے ہیں، جس کی وجہ سے میڈیکل سائنس کے تعلق سے ایسے ایسے مسائل پیدا ہو چکے ہیں، جن کا قدیم زمانہ میں تصور تک نہیں کیا جا سکتا تھا، یہی وہ مسائل ہیں جن کا وجود عہد رسالت میں نہیں تھا، اور نہ ہی اس سلسلہ میں کوئی حکمِ شرعی نازل ہوا تھا، لیکن دین اسلام جو رہتی دنیا تک انسانوں کی رہنمائی کے لئے کافی ہے، اور ہر شعبۂ حیات میں وہ انسانوں کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے، اس لئے وہ میڈیکل سائنس کی دنیا میں بھی انسانوں کی رہنمائی کرنے کے لئے کافی ہے، اور ہر نو پید مسئلہ کا کوئی نہ کوئی حکم شرعی ضرور ہے، اس لئے اہل علم حضرات نے ہر ایک مسئلہ کا شرعی حکم بیان کیا ہے، انہی مسائل میں سے ایک اہم بحث میت کی لاش کا پوسٹ مارٹم بھی ہے۔

پوسٹ مارٹم کا معنی

پوسٹ مارٹم لاطني زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی موت کے بعد کے ہیں، اس کا مقصد ہوتا ہے کہ موت کا سبب معلوم کیا جائے، پوسٹ مارٹم میں جسم کے ظاہری اعضاء کے علاوہ اندرونی حصے کو کھول کر ان کی بھی مکمل جانچ ہوتی ہے، جیسے پیٹ، سینہ، کھوپڑی، پوسٹ

مارٹم کرنے والے ڈاکٹر کو صرف اتنا ہی لکھنا ضروری نہیں ہوتا کہ کن کن اعضاء کو زخم لگا ہے، بلکہ یہ بھی لکھنا ہوتا ہے کہ فلاں فلاں اعضاء اور اندرونی حصہ صحیح حالت میں ہے یا نہیں،(۱)

پوسٹ مارٹم کی تاریخ

ایک اندازہ کے مطابق تقریباً تین ہزار سال قبل مسیح موت کے اسباب کی جانکاری کے لئے بالکل ابتدائی کوشش کے طور پر پوسٹ مارٹم کے عمل کا آغاز ہوا تھا، اراسیراتوس اور ہیروفیلوس یونان کے زبردست پوسٹ مارٹم کرنے والے اطباء میں شمار ہوتے تھے، ان کا زمانہ عیسیٰؑ کی پیدائش سے تقریباً ۸۰۰ سال پہلے کا ہے، پھر تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل مسیح اس میں کافی باقاعدگی لائی گئی، چنانچہ قدمائے روم نے اس سلسلہ کے نہایت واضح قواعد وضوابط وضع کئے، جن کی مدد سے بڑی صفائی کے ساتھ پوسٹ مارٹم کے عمل کا رواج ہوا، میلا د مسیح سے چوالیس (۴۴) سال قبل شاہ روم یولیوس کے جسم کا پوسٹ مارٹم کیا گیا، جس سے یہ بات سامنے آئی کہ اس کی موت ہتھیار کے دوسرے وار سے ہوئی ہے، اطباء عرب میں ابن زہیر اور ابن نفیس کے نام بھی اس حوالہ سے ملتے ہیں، تاہم اس میں شہرت جیو فانی ،مو رغانی (۱۷۷۱،۱۶۸۲) کو ہوئی جس نے اس فن پر ایک مفصل کتاب لکھی، اور اس فن کا ماہر کہلایا (۲)

پوسٹ مارٹم شرعی نقطۂ نظر سے

اس بارے میں یہ بات اصولی طور پر ذہن نشین رہے کہ شریعت نے انسانی جسم کو زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی جو احترام بخشا ہے، اس کے پیش نظر اس کی اجازت دینا دشوار ہے، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

> مسلمان میت کی لاش کا احترام بمثل زندہ کے احترام بلکہ بعض صورتوں میں اس سے بھی زیادہ لازم ہے۔ مسلمان میت اگر عورت ہے، تو اس کے پردے اور ستر کے احکام، زندگی کے احکام سے بھی

زیادہ سخت ہو جاتے ہیں، یعنی اس کا شوہر بھی اس کے ننگے جسم کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ عورت کی برہنہ میت غیر محرم کے ہاتھوں میں جانا تو درکنار اس کی نظر کے نیچے بھی نہیں جا سکتی، پوسٹ مارٹم کی بہت سی صورتیں شرعی ضرورت کے بغیر واقع ہوتی ہیں، جو ناجائز ہیں ،اور اگر کوئی خاص شرعی ضرورت کے تحت جائز بھی ہو جائے تو اس میں شرعی احکام متعلقہ ستر واحترام میت کا التزام ضروری ہوگا، اس میں شبہ نہیں کہ میت کے جسم کو پھاڑنا چیرنا اس کے احترام کے منافی ہے ،اور جب تک کوئی ایسی قوی وجہ نہ ہو کہ اس بے حرمتی کو نظر انداز کیا جا سکے، چیر پھاڑ مباح نہیں ہوسکتی،اور احترام میں یہاں تک ہے کہ میدان جنگ میں کافروں کی نعش کے مثلہ کرنے کی اجازت نہیں (۳)

البتہ فقہاء کی بعض عبارتوں سے پتہ چلتا ہے کہ کسی ضرورت شدیدہ کے پیش نظر اس کے احترام کو عارضی طور پر نظر انداز کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے بھی اشارہ کیا ہے۔ علامہ قاضی خان لکھتے ہیں :

امراۃ ماتت و اضطرب الولد فی بطنها وغلب علی رایهم انه حي يشق بطنها ، اما لو ابتلع لؤ لؤة او ما لالإنسان ثم مات ولا مال له ففی التجنيس ان لايشق بطنه وفرق بينه وبين المسئلة الا ولی أن هناك ابطال حق الميت لصيانة حرمة الحی فيجوز وهناك ابطال حرمة الا علی وهو ا لا دمی لصيانة الا دنی وهو المال بناء علی ان حرمة الميت كحرمة الحي ولا

يشق بطنه حيا ولو ابتلع ذالك

اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کرر ہا ہو اور غالب گمان ہو کہ وہ زندہ ہے، تو اس کا پیٹ چاک کر کے لڑکے کو نکالا جائے گا، اور اگر وہ کسی کا موتی یا مال نگل جائے تو تجنیس میں ہے کہ اس کا پیٹ چاک نہیں کیا جائے گا، اور ان دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں میت کے احترام کو اس لئے نظر انداز کیا گیا ہے کہ ایک زندہ انسان کی زندگی کی حفاظت مقصود ہے، برخلاف دوسری صورت کے کہ اس میں اعلی یعنی انسان کی حرمت کو پامال کر کے ادنی یعنی مال کی حفاظت مقصود ہے، حالانکہ مردہ کا احترام زندہ کے احترام کے مثل ہے، اب اگر وہ زندگی میں اسے نگل جاتا تو اس کا پیٹ چاک نہیں کیا جاتا، لہذا مرنے کے بعد بھی اس کے پیٹ کو چاک نہیں کیا جائے گا۔(۴)

اس سلسلے میں امام محمدؒ سے بھی یہی منقول ہے، مگر بعض فقہاء دوسری صورت میں بھی پیٹ چاک کرنے کو جائز کہتے ہیں، جن میں ابن ہمام اور جرجانی وغیرہ ہیں، اس مسئلہ کے سلسلہ میں اختلاف درحقیقت اس اصول کی بناء پر ہے:

الضرو رات تبيح المحظورات

ضرورت شدیدہ کی وجہ سے ممنوع چیزیں مباح ہوجاتی ہیں (۵)

اب جن حضرات نے پہلی صورت کو ضرورت شدیدہ سمجھا ہے انہوں نے اجازت دی ہے، اور دوسری صورت کو انہوں نے نادر الوقوع اور جان و مال کے احترام میں موازنہ کر کے اسے ضرورت شدیدہ قرار نہیں دیا ہے، دوسرے حضرات نے دوسری صورت کو بھی ضرورت شدیدہ میں داخل کر دیا ہے، اس لئے ضرورت کے اندازہ میں فرق ہے، اور فقہ کا اصول ہے

ما ابیح للضرو رة یتقدر بقدرھا

(جو چیز ضرورت شدیدہ کی بناء پر جائز کی گئی ہے اس کا استعمال ضرورت کے بقدر ہی ہوگا(٦)

حضرت مولا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ فرماتے ہیں،

بعض دفعہ جرم کی تحقیق اس کی نوعیت اور مجرم کی شناخت کے لئے پوسٹ مارٹم کی ضرورت پڑتی ہے ،ایسے موقع پر بقدر ضرورت پوسٹ مارٹم کی گنجائش ہے(٧)

اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

میڈیکل تعلیم کی غرض سے پوسٹ مارٹم قابل غور مسئلہ ہے ،ایک طرف ضرورت بھی ہیکہ اگر اس طرح کی تجرباتی تعلیم نہ دی جائے تو طلبہ کے لئے انسانی جسم کی پیچیدہ ساخت کا سمجھنا مشکل ہوجائے گا ،اور دوسری طرف اسلام میں مردہ کا جو احترام اور انسانیت کی جو تکریم پیش نظر رکھی گئی ہے وہ اس کی اجازت نہیں دیتی ؛ اس لئے اس کے لئے پلاسٹک مصنوعی اعضاء اور جسم حیوانوں ،مینڈک ، بندر ، بن مانس وغیرہ کے جسمانی تجزیہ سے فائدہ اٹھانا چاہئے ،لیکن اگر اس مقصد کے لئے کافی نہ ہو تو انسانی لاشوں کا پوسٹ مارٹم بھی درست ہے ،اس لئے کہ ایک نقصان سے بڑا اجتماعی اور قومی مفاد وابستہ ہے ، اور فقہ کا اصول ہے کہ ،جہاں دو میں سے کسی ایک نقصان سے دوچار ہونا ناگزیر ہوجائے وہاں اہم تر نقصان سے بچنے کے لئے کم تر نقصان کو گوارا کرلیا جائے گا(٨)

امداد الفتاوی میں مذکور ہے:

فی نفسہ میت کا چیر پھاڑ کرنا امر نا جائز ہے، صرف کسی دوسرے زندہ
کی جان بچانے کے لئے یا مال محترم کو محفوظ کرنے کے لئے جب کہ
اس کا بدل بھی نہ ہو سکے بضرورت شدیدہ اجازت دیدی گئی ہے
(۹)

پوسٹ مارٹم سے متعلق فقہ اکیڈمی کے فیصلے

رابطہ عالم اسلامی کے ماتحت قائم اسلامی فقہ اکیڈمی کے دسویں اجلاس منعقدہ مکہ مکرمہ مورخہ ۲۴، ۲۸/صفر مطابق ۱۷، ۲۱/ اکتوبر ۱۹۸۷ء میں مذکورہ موضوع پر غور و خوض اور مباحثہ کیا گیا، اس کے بعد اکیڈمی نے محسوس کیا کہ لاشوں کا پوسٹ مارٹم ایک ایسی ضرورت ہے جس کی بناء پر پوسٹ مارٹم کی مصلحت انسانی لاش کی بے حرمتی کے مفسدہ پر فوقیت رکھتی ہے۔ چنانچہ فقہ اکیڈمی نے درج ذیل فیصلے کئے:

مندرجہ ذیل مقاصد کے تحت لاشوں کا پوسٹ مارٹم جائز ہے۔

الف: اگر تعزیراتی مقدمہ میں موت یا جرم کے اسباب کی دریافت قاضی کے لئے دشوار ہو اور پوسٹ مارٹم کے ذریعہ ہی اس کی دریافت ہو سکتی ہو۔

ب: اگر پوسٹ مارٹم کے متقاضی امراض کی دریافت مطلوب ہو؛ تا کہ اس کی روشنی میں ان امراض کے لئے مناسب علاج اور ضروری احتیاطی اقدامات کئے جا سکیں۔

ج: تمام حالات میں پوسٹ مارٹم شدہ لاش کے تمام اجزاء کی تدفین واجب ہے (۱۰)

قانونی اعتبار سے پوسٹ مارٹم کرانا ضروری ہو تو؟

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے:

اگر کسی غیر مسلم حکومت میں نعشوں کے پوسٹ مارٹم کا قانون رائج ہو
تو مسلمانوں کو کوشش کر کے اس قاعدے کو منسوخ کرانا چاہئے ،

اور جب تک منسوخ نہ ہو، اور حکومت جبرا یہ کام کرے تو مسلمان معذور ہوں گے (۱۱)

پوسٹ مارٹم والی لاش کی تجہیز و تکفین

جس میت کا مجبوری میں پوسٹ مارٹم کرانا پڑے اس کو بعد میں غسل اور کفن عام مردوں ہی کی طرح دیا جائے گا، اور غسل کی وجہ سے اگر چہ بدن کے اندرونی حصہ میں پانی چلے جانے کا خطرہ ہو پھر بھی غسل دیا جائے گا (۱۲)

پوسٹ مارٹم کا پیشہ اختیار کرنا

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

جس شخص کو ملازمت کی ضرورت سے ایسی چیر پھاڑ کا اتفاق ہو وہ اس فعل کو ناجائز سمجھے، اور استغفار کرے، اور جب تک دوسری نوکری قابل بسر میسر نہ ہو یہ نوکری نہ چھوڑے کہ من ابتلی بلیتین فلیختر اھو نھما یعنی جو شخص دو مصیبتوں میں گرفتار ہو جائے تو وہ کم تر درجہ کی مصیبت کو اختیار کر لے۔ (۱۳)

حوالہ جات

(۱) اسلامی فقہ ملخصاً ۲/۲۳۱، تاج کمپنی دہلی (۲) wikipedia org
(۳) کفایت المفتی ۴/۱۸۹، مکتبہ امدادیہ پاکستان (۴) فتاوی قاضی خان ۱/۱۹۲، المکتبہ الشاملۃ
(۵) الاشباہ والنظائر ۱/۳۷، دار الکتب العلمیہ (۶) الاشباہ والنظائر ۱/۳۷، دار الکتب العلمیہ
(۷) کتاب الفتاوی: ۳/۲۵۱ نعیمیہ دیوبند (۸) جدید فقہی مسائل: ۱/۳۲۸ نعیمیہ دیوبند
(۹) امداد الفتاوی ۱/۵۰۸ (۱۰) رابطہ عالم اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے ۱/۲۶۳، ایفا پبلیکیشنز
(۱۱) کفایۃ المفتی ۴/۱۸۹، (۱۲) کتاب المسائل ۱/۵۶۲، مکتبۃ الحق (۱۳) امداد الفتاوی ۱/۵۰۸

مصنوعی اعضاء---احکام ومسائل

مولوی بلال بن حسین بافرج یمنی حسامی

مصنوعی اعضاء کا استعمال زمانہ قدیم سے جاری ہے، انسان اپنے عضو کا بدل جما دات، نباتات اور معدنیات سے تیار کرتا ہے اوران چیزوں کو کاٹ چھانٹ کر، کوٹ پیس کر؛ بلکہ جلا کر اور کیمیائی تحلیل کے ذریعہ اسے استعمال کرتا ہے، اورفنی مہارت کے ذریعہ اس کو کار آمد ومفید بناتا ہے، جیسے مصنوعی دانت ،مصنوعی آلہ سماعت وغیرہ کہ زمانۂ قدیم سے اس کا رواج ہے، حال میں سائنسی ترقیات نے اس فن کو بہت آگے بڑھا دیا ہے،لیکن پھر بھی اس میں ترقی کا بہت بڑا میدان ہے۔

مصنوعی اعضاء کا استعمال دور رسالت میں

مصنوعی اعضاء کا استعمال بعض صحابہؓ نے رسول اللہﷺ کی اجازت سے کیا ہے، حضرت عرفجہؓ کی ناک کوفہ اور بصرہ کے درمیان جنگ کُلاب میں کٹ گئی تو انہوں نے چاندی کی ناک بنوا کر لگائی ،مگر اس میں بد بو پیدا ہوگئی تھی ،رسول اللہﷺ نے ان کو سونے کی ناک بنوا کر لگانے کی اجازت مرحمت فرمائی (۱) کیونکہ سونا سڑتا نہیں ہے،اس میں سونے کی ناک لگانے کی اجازت ہے، حالانکہ مردوں کے لئے سونے کا استعمال رسول اللہﷺ نے حرام فرمایا ہے(۲)

مذبوحہ بکری کے دانت کا استعمال

ضرورت مند انسان کے لئے فقہاء کرام نے مذبوحہ بکری کے دانت کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، چنانچہ علامہ کاسانی علیہ الرحمہ متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی کا دانت گر جائے تو مردہ انسان کے دانت کو اس شخص کے دانت کی جگہ لگانا بالا جماع مکروہ ہے، نیز اس ٹوٹے ہوئے دانت کو بھی اس کی جگہ لگانا مکروہ ہے، لیکن ذبح کردہ بکری کا دانت اس کی جگہ لگا سکتے ہیں (۳)

کن دھاتوں سے بنے مصنوعی اعضاء کی اجازت ہے؟

مصنوعی اعضاء جیسے آنکھ، دانت وغیرہ لگوانے میں کوئی مضائقہ نہیں، خواہ اسکا مقصد علاج ہو یا چہرہ کو بدنمائی سے بچانا ہو، حضرت عرفجہؓ کی جو روایت پہلے گذر چکی ہے اسی بناء پر فقہاء نے سونے چاندی کے دانت لگانے یا دانتوں کی بندش میں اس کے تار کے استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، ظاہر ہے کہ آج کل مصنوعی آنکھ دانت وغیرہ میں جو کیمیکل استعمال کئے جاتے ہیں ان کی بابت تو کوئی ممانعت وارد نہیں ہے، اور مردوں کے لئے سونے چاندی کے مطلق استعمال اور عورتوں کے لئے بھی سوائے زیورات کے اس کے استعمال کی ممانعت خود احادیث سے ثابت ہے، تو جب باوجود ممانعت کے ان اشیاء کا مصنوعی عضو جزوِ بدن بنایا جاسکتا ہے، تو کیمیائی اجزاء سے مرکب اعضاء کا ان مقاصد کے لئے استعمال تو بدرجہ اولی جائز و درست ہوگا (۴)

چوکڑا کا استعمال

بعض مرتبہ دانت بہت خراب ہو جاتے ہیں، اور چوکڑا لگانے کی ضرورت پڑ جاتی ہے، اب اس چوکڑے کو لگانا اور اس کے ساتھ نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں؟ اس تعلق سے مفتی محمود

حسن صاحب گنگوہیؒ لکھتے ہیں:

> چوکڑا کا استعمال تلاوت ونماز کے وقت جائز ہے کیونکہ یہ دانتوں کے دھاتوں سے بنا ہوا ہوتا ہے(۵)

انسانی بالوں کی ٹوپی

انسانی بالوں کی ٹوپی کا استعمال درست نہیں ہے،البتہ اگر مرض کی وجہ سے بال ختم ہو گئے ہوں یا سرے سے بال اگتے ہی نہ ہوں تو غیر انسانی بالوں کی ٹوپیاں (وگ) یا بالوں کے جوڑے استعمال کر سکتے ہیں(۶)

مصنوعی اعضاء------وضوء وغسل کے احکام

مصنوعی اعضاء لگانے کے بعد وضوء وغسل کا مسئلہ بھی سامنے آتا ہے کہ ان اعضاء کے ساتھ وہ درست ہوں گے، یا انہیں الگ کر کے وضو وغسل کرنا ہوگا، اس میں تھوڑی تفصیل ہے۔

مصنوعی اعضاء کی پہلی قسم

مصنوعی اعضاء دو طرح کے ہوتے ہیں،ایک وہ جو مستقل طور پر لگا دیئے جائیں اور پھر ان کو آسانی سے نکالا نہ جا سکے۔مثلاً دانت ناک اوران کے علاوہ ہاتھ، ہاتھ کا یا پیر کا پنجہ اور انگلی جو لکڑی، ربر پلاسٹک،فوم اور مٹل کے دھات سے تیار کئے جاتے ہیں،ان کی بناوٹ اور وضع اگر اس نوعیت کی ہے کہ ان کو جراحی کے بغیر علحدہ کرنا ممکن نہ ہو تو ان کو اصل عضو کی حیثیت دی جائے گی ،وضو وغسل میں اس پر پانی پہنچانا واجب ہوگا ،اور اگر کوئی نجاست لگ جائے تو اس کو زائل کرنا بھی ہوگا،علامہ ابن قدامہؒ (المتوفی ۶۲۰ھ) لکھتے ہیں:

> اگر کسی کو پیدائشی طور پر زائد انگلی ہو یا اعضائے وضو والے حصہ میں زائد ہاتھ ہو تو اصل عضو کے ساتھ زائد عضو کو دھونا بھی واجب

ہوگا۔(۷)

مصنوعی اعضاء کی دوسری قسم

دوسرے وہ مصنوعی اعضاء جو بنائے ہی اس طرح جاتے ہیں کہ حسب ضرورت ان کا استعمال کیا جائے اور حسب ضرورت نکال لیا جائے ،مجموعی لحاظ سے ایسے تمام اعضاء کی حیثیت ایک زائد چیز کی ہوتی ہے ؛لہذا اعضائے وضو میں سے کچھ حصہ موجود ہوتو مصنوعی اعضاء کو نکال کر اور غسل میں بہرصورت ان کو نکالنا ہوگا ؛ تاکہ تمام بدن پر پانی پہونچ سکے، اور اگر مصنوعی بال وِگ کی شکل میں لگائے گئے ہوں تو وضو میں اس پر مسح کرنا جائز نہیں ہوگا ،اسی طرح غسل میں چونکہ سر کا دھونا بھی ضروری ہے ،اور وِگ کی موجودگی میں پانی سر تک پہونچتا ہے ؛اس لئے اسے اتار کر سر کا دھونا ضروری ہوگا۔(۸)

اسی طرح وضو اور غسل میں مصنوعی ٹانگ کا دھونا ضروری نہیں ،البتہ غسل میں مصنوعی ٹانگ کو نکال کر باقی ماندہ حصے کا دھونا فرض ہے۔(۹)

سونے اور چاندی کے مصنوعی اعضاء پر زکوۃ

سونے اور چاندی کے مصنوعی اعضاء اگر اس نوعیت کے ہوں کہ ان کو آسانی سے نکالا جاسکتا ہے ، جیسے ناک وغیرہ ان میں زکوۃ واجب ہوگی ،جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے زیورات میں زکوۃ واجب قرار دی ہے ، ہاں جو فقہاء کرام نے زیورات میں زکوۃ کے عدم وجوب کے قائل ہیں ان کے نزدیک مصنوعی اعضاء میں بھی زکوۃ واجب نہ ہوگی (۱۰)

مردانہ وزنانہ مصنوعی اعضائے تناسل کا استعمال

مغربی تہذیب نے انسان کو اخلاقی سطح سے گرا کر حیوانی سطح پر لا کھڑا کیا ،جس میں سے ایک جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے مصنوعی اعضاء کا استعمال ہے ،یعنی عورت مرد کی اور مرد عورت کی مصنوعی شرمگاہ سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کرتا ہے ، کیونکہ یہ شریعت اسلامی کے

خلاف ہے، اس لئے ان کا استعمال ناجائز ہے(۱۱)

علامہ ابوبکر جصاص ’’فاتوا حرثکم انی شئتم‘‘ (البقرۃ:۲۲۳) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قضاء شہوت کا محل فرج ہے نہ کہ دبر گویا کہ اس کے خلاف کرنا نص قرآنی کے خلاف ہے(۱۲)

مصنوعی عضو تناسل کے استعمال پر غسل کا وجوب

مصنوعی عضوئے تناسل سے لطف اندوز ہونے کی وجہ سے اگر مادہ منویہ خارج ہو تو یقیناً غسل واجب ہوگا، اور اگر مادہ منویہ خارج نہ ہو تب بھی احتیاط غسل کر لینے میں ہے۔

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

اگر انگلی داخل کرتے وقت عورت کی شہوت برانگیختہ ہو جائے تو ایک قول میں عورت پر غسل واجب ہو جائے گا اور ایک قول میں واجب نہیں جب تک انزال نہ ہو اور احتیاط غسل میں ہی ہے اور اگر عورت کی شہوت برانگیختہ نہ ہو تو غسل کسی قول میں واجب نہیں (۱۳)

اسی طرح اگر مرد مصنوعی عورت سے لطف اندوز ہو تو انزال کی صورت میں غسل واجب ہوگا، علامہ ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

چوپائے اور مردہ عورت سے مجامعت کی صورت میں انزال کے بغیر غسل واجب نہیں ہوتا (۱۴)

مصنوعی اعضاء کو میت سے علحدہ کرنا

اگر مصنوعی اعضاء کو میت سے نکالنے میں مشکل ہو اور زیادہ محنت کرنے میں میت کی بے حرمتی ہو تو اس کو وہیں چھوڑ دیا جائے، غسل و دفن میں کوئی محظور نہیں، مال کی حرمت سے میت

کی حرمت زیادہ ہے (۱۵)

اسی طرح کونیٹنک لینس دوسرے کیلئے استعمال نہیں کر سکتے اور نکالنے میں بھی دقت ہے اور ایک زائد چیز بھی معلوم نہیں ہوتی لہذا میت سے انہیں نہیں نکالنا چاہئے (۱۶)

حوالہ جات

(۱) جامع ترمذی حدیث نمبر: ۱۷۷۰
(۲) جواہر الفقہ ۱/۳۴، مکتبہ تفسیر القرآن پاکستان
(۳) بدائع الصنائع ۴/۳۱۶، مکتبہ زکریا دیوبند
(۴) جدید فقہی مسائل ۱/۳۲۷، نعیمیہ دیوبند
(۵) فتاوی محمودیہ ۱۸/۳۶۴
(۶) شامی ۹/۵۳۵، زکریا دیوبند، منتخبات نظام الفتاوی ۱/۱۴
(۷) المغنی ۱/۱۰۸، دار الکتاب العربی بیروت
(۸) نجم الفتاوی ۲/۸۱
(۹) نجم الفتاوی ۲/ ۵۸، دار العلوم یاسین القرآن کراچی (۸) نجم الفتاوی ۲/۸۱، دار العلوم یاسین القران کراچی
(۱۰) جدید فقہی مسائل ۱/۲۰۹
(۱۱) تلخیص از اسلامی فقہ ۲/۴۱۶ تاج کمپنی
(۱۲) احکام القرآن للجصاص ۱/۳۵۱، دار الکتب العربی
(۱۳) امداد الاحکام: ۱/۳۵۹ کتاب الطہارۃ
(۱۴) شامی ۱/۱۹۹، زکریا دیوبند
(۱۵) احسن الفتاوی ۴/۲۵۱، دار الاشاعت یوپی
(۱۶) دار العلوم زکریا: ۲/۶۱۴، شامی: ۳/۱۴۶ از کریا دیوبند

اعضائے انسانی کا عطیہ شریعت کی نظر میں

مولوی شیخ ضمیر احمد قاسمی

اللہ تعالی نے زمین وآسمان کی تمام مخلوقات میں انسانوں کو ایک خاص شرف بخشا، ظاہری ومعنوی اعتبار سے بھی، حسن وجمال کے اعتبار سے بھی اور علم وادراک کے اعتبار سے بھی، ہر دو اعتبار سے ان کو تمام مخلوقات میں ممتاز درجہ عطا کیا، اور افضل واشرف بنایا، اور ہر موڑ پر اس کی شرافت وکرامت کا پورا لحاظ رکھا، حتی کہ اس کے جسم کے کٹے ہوئے بال اور ناخن کی بھی عظمت کا حکم دیا، اور گھٹیا جگہوں پر ڈالنے سے منع کیا ہے، (۱)

شرعی لحاظ سے انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے؛ بلکہ اللہ کی مقدس امانت ہے، اور ممکن حد تک اس کی حفاظت کرنا اس کا دینی فریضہ ہے، اور اس کو ضائع کرنا سخت گناہ اور حرام ہے، اس لئے انسان اپنے بدن میں اسی حد تک تصرف کر سکتا ہے، جہاں تک شریعت نے اس کو اجازت دی ہے۔

حالیہ طبی انقلاب کی وجہ سے اعضائے انسانی سے متعلق بہت سے شرعی مسائل کھڑے ہوگئے ہیں، موجودہ طب نے یہ ثابت کر دیا کہ ایک انسان کا عضو دوسرے انسان میں کامیابی کے ساتھ جوڑا جا سکتا ہے، اس کی بناء پر یہ بحث پیدا ہوگئی کہ آیا ایک انسان کسی کو اپنا کوئی عضو دینا چاہے، تو شرعا اس کی اجازت ہوگی یا اعضائے انسانی کے احترام کی بناء پر ممنوع ہوگی؟ فقہا کرام کی اس بارے میں دو رائیں ہوگئی ہیں، شعراوی، شیخ غماری، شیخ سید محمد

طنطاوی وغیرہم اور ابتداء میں برصغیر کے اکثر علمائے کرام خصوصا علمائے دیوبند کا موقف یہی رہا ہے کہ اعضائے انسانی کا عطیہ کسی بھی حالت میں جائز نہیں ہے۔

قائلین عدم جواز کے دلائل

یہ حضرات درجِ ذیل نصوص سے استدلال کرتے ہیں:

قرآن سے استدلال

ارشاد باری تعالی ہے:

ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة (البقرة: ۱۹۵)

تم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اس آیت میں اللہ نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا ہے، انسان کا اپنے کسی عضو کو جسم سے علحدہ کر کے کسی کو دینا گویا ہلاکت کی کوشش کرنا ہے؛ جو بنص قرآنی درست نہیں ہے۔

اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے:

ولقد کرمنا بنی آدم (بنی اسرائیل : ۷۰)

اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔

اس آیتِ کریمہ میں انسان کی کرامت وشرافت کا ذکر ہے، اس کا اپنے بدن سے کسی عضو کو عطیہ کرنا تکریمِ انسان کے منافی ہے، خواہ زندگی میں عطیہ کرے یا موت کے بعد عطیہ دینے کی وصیت کرے؛ بہر صورت درست نہیں ہے۔

سنت سے استدلال

حضرت عائشہؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل فرماتی ہیں:

کسر عظم المیت ککسر عظم الحی فی الإ ثم (۲)

مردہ آدمی کی ہڈی کو توڑنا گناہ میں ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی زندہ آدمی کی ہڈی کو توڑنا۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جیسا کسی زندہ آدمی کی ہڈی کو توڑنا یا اس کے کسی جزء کو کاٹنا حرام ہے، اسی طرح میت کے بدن کے کسی حصہ کو توڑنا اور کاٹنا حرام ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

لعن الله الواصلة والمستوصلة (۳)

بال جوڑنے والی عورت اور جڑوانے والی عورت پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شارح مسلم علامہ نووی لکھتے ہیں:

اگر کوئی عورت اپنے بالوں کے ساتھ کسی مرد کے بال جوڑے تو بالا جماع حرام ہے، خواہ وہ محرم کے بال ہوں یا شوہر کے بال ہوں (۴)

حدیث بالا میں انسانی بال تک کے استعمال کی ممانعت کی گئی ہے، اور استعمال کرنے والوں کو ملعون اور بارگاہ خداوندی سے دھتکارا ہوا قرار دیا گیا ہے۔ د

فقہی تصریحات

فقہی عبارات سے بھی یہ بات واضح ہے کہ انسانی اعضاء کو قطع و برید کر کے عطیہ کرنا اکراہ کی حالت میں بھی مباح نہیں ہے، حتی کہ مضطر جس کو حالت اضطرار میں حرام چیزوں کے کھانے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن انسانی کرامت کے پیش نظر اپنے یا دوسرے کے عضو کو کھانے کی اجازت نہیں دی ہے، اور اسی پر اجماع ہے (۵)

قائلین جواز

علماء عصر کا دوسرا موقف یہ ہے کہ، اصولاً تو اعضائے انسانی کا عطیہ کرامتِ انسانی کے

خلاف ہونے کی وجہ سے نا جائز ہے،لیکن دوسری طرف بعض اوقات مریضوں کے لئے اعضاء کا عطیہ دینا ایک ضرورت بن جاتی ہے،اوراس کے ذریعہ بظاہر ایک مرتے ہوئے شخص کی جان بچائی جاسکتی ہے ، یااس کی کسی منفعت کو لوٹایا جاسکتا ہے ،اورشریعت نے انسانی ضرورتوں کی رعایت رکھی ہے،اسی ضرورت کے پیش نظر چند شرائط کے ساتھ ایسے اعضاء کے عطیہ کی اجازت دی ہے، جو بدن میں ایک ہوں مگر اس کو نکال دینے سے انسان کی موت واقع نہیں ہوتی ،یا وہ ایسے اعضاء ہوں جو بدن میں دو ہوں ،اورایک کو نکال دینے سے دوسرا کام کرتا رہے، جب کہ معطی بغیر لالچ ودباؤ کے اپنی خوشی اور کسی دوسرے کی جان بچانے کی غرض سے اپنا عضو قربان کررہا ہو۔

عطیہ کے شرائط

۱۔ معطی کو عطیہ دینے کے بعد کسی قسم کا کوئی ضرر لاحق نہ ہو نہ فی الحال اور نہ آئندہ۔

۲۔ عضو کا عطیہ دینے کے علاوہ اور کوئی چیز اس کو بچانے والی یا نفع دینے والی نہ ہو۔

۳۔ اس آپریشن کی رضا کارانہ اور باشعوری طور پر اجازت دے۔

۴۔ قانونی عمر کا ہونا (اٹھارہ برس یا اس سے زائد سال کی عمر مراد ہے)(۶)

ان مذکورہ شرائط کا لحاظ کرکے اگر کوئی گردے وغیرہ کا عطیہ کرے تو اس کی گنجائش ہے ،اوراگر ان شرائط میں سے ایک بھی شرط مفقود ہو تو پھر عطیہ کرنا جائز نہ ہوگا۔

قائلین جواز کے دلائل

قرآن سے دلیل

ارشاد باری تعالی ہے:

فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا إثم عليه (البقرة: ۱۷۳)

جو شخص (بھوک سے بہت ہی) بے تاب ہو جائے، بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ (قدر حاجت سے) تجاوز کرنے والا ہو تو اس شخص پر کوئی گناہ نہیں (ترجمہ تھانویؒ)

ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فمن اضطر فی مخمصة غیر متجانف لإ ثم فإن الله غفور رحیم (المائدة : ۳)

پس جو شخص شدت کی بھوک میں بے تاب ہو جائے، بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو تو یقیناً اللہ معاف کرنے والے رحمت والے ہیں (ترجمہ تھانویؒ)

مذکورہ آیات میں اس شخص کے لئے جو بھوک و پیاس سے مر رہا ہو، اور جان بچانے کے لئے حرام چیز کے علاوہ کوئی اور چیز نہ ہو تو ایسی اضطراری حالت میں اس حرام چیز کو استعمال کر کے اپنی جان بچالینا نہ صرف جائز بلکہ لازم قرار دیا گیا، ایسے ہی وہ مریض جس کو عضو کی ضرورت ہو، اور اس کو عضو دینے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں، تو ایسے مریض کی جان بچانے کے لئے اس کو اپنا عضو دینا بھی جائز ہوگا، اسی طرح وہ آیات جن میں بندوں کے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، وہ بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جو مریض خرابیٔ عضو کی وجہ سے پریشانی میں مبتلا ہو تو اس کو اپنا عضو دے کر اس کے ساتھ آسانی کا برتاؤ کیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (البقرة : ۱۸۵)

اللہ کو تمہارے ساتھ (احکام میں) آسانی کرنا منظور ہے، اور تمہارے ساتھ دشواری منظور نہیں (ترجمہ تھانویؒ)

نیز ارشاد خداوندی ہے:

وماجعل علیکم فی الدین من حرج (الحج : ۷۸)

اور (اس نے) تم پر دین (کے احکام) میں کوئی تنگی نہیں کی۔

(ترجمہ تھانویؒ)

فقہی قواعد سے استدلال

الضرورات تبیح المحظورات (۷)

ضرورتیں ممنوع چیزوں کو مباح کرتی ہیں

المشقة تجلب التیسیر (۸)

مشقت آسانی کو پیدا کرتی ہے۔

پہلے قاعدہ کا حاصل یہ ہے کہ بوقت ضرورت ایک ناجائز چیز جائز ہوجاتی ہے، لہذا انسانی عضو اپنی اصل کے اعتبار سے اگرچہ ممنوع ہے، لیکن ضرورت یعنی ایک انسانی جان کو نفع پہونچانے، اور اس کو ہلاکت سے بچانے کے لئے اعضاء انسانی کے عطیہ کو جائز قرار دیا گیا ہے، اور دوسرے قاعدہ کا حاصل یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں مشقت پیدا ہوجائے تو آسانی کی راہ اختیار کی جائے گی، لہذا وہ مریض جو خرابی عضو کی وجہ سے مشقتیں برداشت کررہا ہو، اس کی مشقت کو دور کرنے کے لئے اس کو اپنا عضو دیا جاسکتا ہے۔

علمائے عصر کے فتاوے

مولانا نظام الدین اعظمی صاحب (متوفی ۱۴۲۱ھ) لکھتے ہیں:

کوئی عضو خواہ مسلمان ہی کا ہو، کٹ کر جسم سے الگ ہونے کے بعد جیفہ و مردار ہو کر نجس و ناپاک ہوجاتا ہے، اور پھر کسی جسم میں لگانے سے خواہ مسلمان ہی کے جسم میں لگایا جائے، مردار و جیفہ ہونے سے

خارج نہیں ہوگا، اور نہ پاک وطاہر ہوگا.......... ہاں اگر اضطراری صورت ایسی ہو جائے کہ احشاء جسم (اندرون جسم) میں مثلاً گردہ، پھیپھڑا، جگر، دل وغیرہ میں سے کوئی اس درجہ خراب ہو جائے کہ اس کو نکال کر اس کی جگہ دوسرا لگانا ضروری ہو جائے، اور ماہر معالجوں کے نزدیک جانبری کے لئے اور زندگی بچانے کے لئے اس عمل کے بغیر چارہ نہ رہے، بلکہ یہی عمل متعین ہو جائے اور صحت وابقاء زندگی کا گمانِ غالب حاصل رہے تو اس اضطرار کی حالت میں جان باقی رکھنے کے لئے اس عمل کو بقدرِ اضطرار گنجائش ہو سکے گی (۹)

فتوی دارالافتاء جامعہ بنوریہ کراچی

دارالافتاء بنوریہ کے مفتی حضرات نے بھی ضرورتاً اعضائے انسانی کے عطیہ کو جائز لکھا ہے، چنانچہ یہ حضرات لکھتے ہیں:

مریض کی جان بچانے کی کوئی دوسری صورت سوائے گردہ تبدیلی کرنے کے ممکن نہ ہو اور جس سے گردہ لیا جا رہا ہو، اس کی بھی جان کو خطرہ نہ ہو، اور آدمی اسے گردہ دیدے، تو شرعاً اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے (۱۰)

مختلف فقہ اکیڈمیوں کے فیصلے

عالم اسلام کی مختلف فقہی اکیڈمیوں کی جانب سے مخصوص شرائط کے ساتھ اعضاء انسانی کے عطیہ کے جائز ہونے کے فتاوی صادر ہوئے ہیں۔

ملیشیا میں اپریل ۱۹۶۹ء میں عالم اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی تھی، جس میں یہ فیصلہ لیا گیا تھا کہ ضرورت پڑنے پر انسانی اعضاء کو نکال کر دوسرے کے جسم میں لگا سکتے ہیں۔(۱۱)

"المجمع الفقهی الاسلامی" هیئة کبار علماء، اردن کا شعبہ افتاء، کویت،

مصر، جزائر، نے بھی جواز ہی کا فتوی دیا ہے، ''رابطہ عالم اسلامی'' کے ماتحت قائم ''اسلامک فقہ اکیڈمی'' مکہ مکرمہ کا بھی یہی موقف ہے (۱۲) اور برصغیر میں ''اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا'' کا بھی یہی موقف ہے۔ (۱۳)

قائلین عدم جواز کے دلائل کا تجزیہ

جن حضرات نے اعضائے انسانی کے عطیہ کو ناجائز کہا ہے، گوانہوں نے اس کے مختلف اسباب وعلل بیان کئے ہیں، لیکن یہ ساری وہ دلیلیں ہیں کہ خود فقہائے متقدمین نے مختلف جزئیات میں انسانی ضرورت کی رعایت کرتے ہوئے، ان تمام امور کی اباحت کو قبول کیا ہے، اور اصل علت جو مانعین کے پیش نظر ہے وہ انسانی حرمت کا تحفظ ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ شارع نے انسانی اعضاء کو معظم ومحترم بنایا، لیکن تعظیم وحرمت کی کوئی حد بندی نہیں کی، اور اہل علم اس سے بخوب واقف ہوں گے کہ جہاں شریعت نے کسی چیز کی کوئی حد بندی نہ کی ہو تو وہاں انسانی عرف وعادت ہی سے اس چیز کی توضیح ہوگی، اور عرف وعادت بھی زماں ومکاں کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں، لہذا سابقہ زمانہ میں انسانی اعضاء سے انتفاع کو اس کی توہین تصور کیا جاتا تھا، نیز اس زمانہ میں ایسے طریقے بھی رائج نہیں ہوئے تھے کہ شائستہ طور پر انسانی اجزاء کو نکال کر اس سے منتفع ہوا جاسکے، لیکن موجودہ دور میں اس عمل کو انسان کی توہین نہیں سمجھا جاتا، اگر کوئی شخص اپنا عضو کسی اور کو دیدے، تو نہ وہ خود اپنی اہانت کا احساس کرتا ہے، نہ لوگ ایسا محسوس کرتے ہیں، بلکہ اس کی قدر ومنزلت میں اضافہ ہوجاتا ہے، اسی لئے بڑے بڑے زعماء وقائدین وغیرہ اپنے اعضاء کے سلسلہ میں اس قسم کی وصیت کر جاتے ہیں، اور یہ چیز ان کے لئے نیک نامی کا باعث ہوتی ہے، اور انسانیت نواز کی دلیل سمجھی جاتی ہے، نیز موجودہ دور میں ایسے طریقۂ علاج رائج ہوگئے ہیں کہ آسانی کے ساتھ انسانی اعضاء کو بدن سے نکال کر اس سے منتفع ہوا جاسکتا ہے، اور یہ مستلزمِ اہانت بھی نہیں؛ اس لئے اصولی طور پر بھی ان

کو درست اور جائز ہونا چاہئے (۱۴)

نصوص سے شبہ

رہ گئیں وہ نصوص مثلا: ''لعن اللہ الواصلة والمستوصلة''(۱۵) تو اس میں اجزاء انسانی سے ایسے انتفاع کو منع کیا گیا ہے، جو انسان کے لئے ضرورت کا درجہ نہ رکھتا ہو، بلکہ محض تزئین و آرائش کے جذبات کی تسکین اس سے مقصود ہو، اسی طرح وہ حدیث ''کسر عظم المیت ککسر عظم الحی ''(۱۶) عام حالات پر محمول ہے، جب کہ کوئی انسانی ضرورت اس سے متعلق نہ ہو، نیز دوسرے اہل فن کے نزدیک یہ روایت ضعیف بھی ہے، اس کے سلسلۂ سند میں ایک راوی سعد بن سعید انصاری ہیں، جن کے بارے میں ابن حزم کی رائے ہے کہ ''وهو ضعيف جد الا يحتج به لا خلا ف فی ذالك''(۱۷)

اس لئے حقیقت یہ ہے کہ اجزاء انسانی سے انتفاع کی حرمت پر کوئی صریح اور غیر محتمل نص موجود نہیں ہے۔(۱۸) واللہ اعلم بالصواب

حوالہ جات

(۱) خانیہ ۳/ ۴۱۱، زکریا دیوبند
(۲) ابوداؤد حدیث نمبر: ۳۲۰۷
(۳) مسلم شریف حدیث نمبر: ۲۱۲۲
(۴) شرح نووی علی المسلم ۳/ ۱۶۶، داراحیاء التراث العربی
(۵) بدائع الصنائع ۷/ ۱۷۷، دارالکتب العلمیہ، شامی ۷/ ۲۴۵، دیوبند، کشاف القناع ۶/ ۱۹۸، دارالکتب العلمیہ
(۶) جدید فقہی تحقیقات ۱/ ۲۷۹، نعیمیہ دیوبند
(۷) الاشباہ والنظائر ۱/ ۳۷، دارالکتب العلمیہ
(۸) الاشباہ والنظائر ۱/ ۴۹، دارالکتب العلمیہ
(۹) منتخبات نظام الفتاوی ۱/ ۳۸۶، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا
(۱۰) دارالافتاء والقضاء الجامعۃ البنوریہ العالمیہ آن لائن علاج ومعالجہ فتوی نمبر: ۳۸۹۳، مورخہ ۷/ ۱/ ۲۰۰۸ء
(۱۱) البیوع المرمہ والمنہی عنہا ص: ۴۱۴
(۱۲) حوالہ سابق
(۱۳) جدید فقہی مسائل ۵/ ۸۹
(۱۴) ملخصا جدید فقہی مسائل ۵/ ۷۳ تا ۷۴، نعیمیہ دیوبند
(۱۵) مسلم شریف حدیث نمبر: ۲۱۲۲
(۱۶) ابوداؤد حدیث نمبر: ۳۲۰۷
(۱۷) المحلی لابن حزم ۱۱/ ۴۰
(۱۸) جدید فقہی مسائل ۵/ ۸۱، نعیمیہ دیوبند

اعضاء کی پیوند کاری

مولوی محمد رشید احمد قاسمی

تمام تر تعریفیں خدائے وحدہ لاشریک لہ کے لئے ہیں، جس نے انسان کی تخلیق فرمائی ، اور انسانوں کی رشد وہدایت کے لئے انبیاء کرام کا سنہرا سلسلہ شروع فرمایا، جس سلسلہ کی آخری کڑی سید المرسلین حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذات بابرکت ہے، جن کو خالق کائنات نے جن وانس کی طرف قیامت تک کے لئے مبعوث فرمایا، اور ایسا کامل ومکمل دین عطا کیا، جس میں زندگی کے ہر شعبہ کے مسئلہ کا جواب صراحۃ یا دلالۃ ضرور پایا جاتا ہے، خواہ وہ دور نبوی میں پیش آیا ہو، یا دور حاضر میں۔

زمانہ بڑی تیزی کے ساتھ ترقی کی طرف رواں دواں ہے، نت نئی ایجادات نے انسانوں کو متحیر کر رکھا ہے، کل تک جس چیز کا تصور بھی مشکل تھا، وہ حقیقت بن کر سامنے آرہی ہے، جدید تحقیقات وانکشافات کو نظر انداز کرنا بھی ممکن نہیں، اور ان سے کام نہ لینا بھی ناشکری ہوگی، البتہ یہ دیکھنا اور سمجھنا ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے، کہ جن چیزوں سے جس جس طرح کام لیا جاسکتا ہے، وہ کتاب وسنت کے خلاف تو نہیں ہے، یا عہد صحابہ یا بعد کے ائمہ نے جو اصول وقواعد مقرر کئے ہیں، اس سے ٹکراتا تو نہیں ہے، نئی ایجادات سے اگر کتاب وسنت اور اقوال صحابہ کے دائرہ میں رہ کر فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے، تو ہمیں اس سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے، اور اگر ادلہ شرعیہ اس کی اجازت نہیں دیتے تو اس سے فائدہ اٹھانا دراصل اپنی

اخروی زندگی کو برباد کرنا ہے۔

چنانچہ اعضاء کی پیوندکاری بھی ان جدید مسائل میں سے ایک ہے، جس کا حکم قرآن و حدیث میں صراحۃ نہیں ہے، البتہ فقہاء کے بیان کردہ قرآن وحدیث سے مستنبط اصول وقواعد اور متقدمین کے بیان کردہ بعض فقہی جزئیات کی روشنی میں علماء نے اس کا حکم بیان فرمایا ہے، پیوندکاری کی بعض صورتیں ایسی ہیں، جن کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے، اور بعض میں اختلاف ہے۔

پیوندکاری کی حقیقت

اعضاء کی پیوندکاری یعنی آنکھیں، دل، گردے، جگر وغیرہ یا جسم کے دوسرے وہ حصے جو بیماری یا کسی حادثہ کا شکار ہوجانے کی وجہ سے کارآمد نہ رہے ہیں، ان کی جگہ پر سرجری کے ذریعہ انسانی یا حیوانی یا مصنوعی عضو لگانا تاکہ مریض کی زندگی بچائی جاسکے، یا اس کے ناکارہ عضو کی کارکردگی بحال کی جاسکے(۱)

پیوندکاری کی صورتیں

پیوندکاری کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں، مثلا:

۱۔ جمادات ونباتات سے بنے ہوئے مصنوعی اعضاء کو انسانی جسم میں جوڑنا جیسے لکڑی وغیرہ کا ہاتھ پاؤں لگالینا، پتھر سونا وغیرہ کا دانت لگالینا وغیرہ

۲۔ حیوانات کے اعضاء سے پیوندکاری

۳۔ خود انسان کے اپنے اعضاء سے پیوندکاری جیسے ران کی کھال، یا کسی رگ کو جسم کے دوسرے حصہ میں استعمال کیا جائے۔

۴۔ دوسرے زندہ آدمی کا بطور عطیہ دیا ہوا یا خریدا ہوا کوئی عضو استعمال کیا جائے، جیسا کہ آج کل گردے کی پیوندکاری کا عام رواج ہے۔

۵۔ مردہ کے جسم سے حاصل شدہ کار آمد اجزاء، مثلاً: آنکھ کی پتلی، پھیپھڑے، دل وغیرہ کا استعمال۔

مصنوعی اعضاء سے پیوند کاری

جمادات ونباتات سے بنے ہوئے مصنوعی اعضاء کی پیوند کاری متفقہ طور پر جائز ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے ساری کائنات کو انسانوں کے نفع کے لئے بنایا ہے "ھو الذی خلق لکم مافی الا ر ض جمیعا" (البقرة : ۲۹) اور انسانوں کے لئے ان چیزوں سے جائز فائدہ اٹھانے کی گنجائش بھی رکھی ہے، بلکہ بعض وہ چیزیں جو عام حالات میں غیر جائز الاستعمال ہیں، ان سے بنے ہوئے اعضاء کی پیوند کاری کو بھی شریعت نے جائز قرار دیا ہے، پس عام حالات میں مردوں کو سونا استعمال کرنے کی اجازت نہیں، لیکن ناک وغیرہ کے کٹ جانے کی صورت میں اگر سونے کے علاوہ کوئی دوسری چیز کار آمد نہ ہوسکتی ہو تو سونے کا استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے، صحیح حدیث میں ہے حضرت عرفجہؓ فرماتے ہیں:

> زمانۂ جاہلیت میں ہونے والی کلاب کی جنگ میں میری ناک کٹ گئی تھی، تو میں نے چاندی کی ناک بنوالی پھر جب اس میں بدبو پیدا ہوگئی تو رسول ﷺ نے مجھے یہ حکم فرمایا کہ میں سونے کی ناک بنوالوں (۲)

حیوانات کے اعضاء سے پیوند کاری

حیوانات کے اعضاء کی پیوند کاری بھی بالاتفاق جائز ہے، حیوانات کو اللہ تبارک وتعالی نے انسان کے فائدے کے لئے پیدا فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: والا نعام خلقھا لکم فیھا دف ء ومنافع ومنھا تاکلو ن (النحل : ۵) عالمگیری میں ہے:

> امام محمدؒ نے فرمایا کہ: ہڈیوں سے علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں

ہے ، جب کہ ہڈی بکری ، گائے اونٹ ، گھوڑا یا ان کے علاوہ دیگر
جانوروں کی ہو سوائے خنزیر اور آدمی کی ہڈی کہ ان سے علاج مکروہ
ہے (۳)

اس صورت میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ماکول اللحم جانوروں کے اعضاء سے علاج ممکن ہو تو اسی کو استعمال کیا جائے ، اگر یہ فراہم نہ ہو سکے ، یا ان سے علاج ممکن نہ ہو تو مذبوحہ (ذبح کرنے سے پاک ہوجانے والے) جانوروں کے اعضاء سے فائدہ اٹھایا جائے اور اگر نجس العین جانور کے اعضاء کی ضرورت پڑ جائے اور اس کے علاوہ کوئی متبادل شئی دستیاب نہ ہو تو اس کے استعمال کی اجازت دی جائے گی ، قرآن مجید میں ہے :

وقد فصل لکم ماحرم علیکم ، الا ما اضطررتم الیه
(الانعام : ۱۱۹)

مولانا مفتی تاج الدین صاحب لکھتے ہیں :

اضطراری حالت میں ماکول اللحم وغیر ماکول اللحم ہر دونوں غیر مذبوح ہوں ، اور مضطر کے لئے کوئی متبادل شئی دستیاب نہ ہو سکے تو اس کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ، کیوں کہ یہ صورت " الا ما اضطررتم " میں داخل ہوگی اور نجس العین خنزیر کے علاوہ کوئی متبادل شئی دستیاب نہ ہو سکے ، تو اس کے استعمال کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ، کیونکہ یہ صورت بھی " الا ما اضطررتم " کی صورت میں داخل ہو کر جواز کی گنجائش ہوگی ۔ (۴)

مصنوعی اعضاء اور حیوانات کے اعضاء کی پیوندکاری کے بارے میں مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں :

یہ دونوں صورتیں دینی ، دنیوی ، شخصی ، اجتماعی ہر حیثیت سے بے خطرو

بے ضرر ہیں (۵)

انسان کی خود اس کے اعضاء سے پیوند کاری

انسان کے اپنے کسی کٹے ہوئے عضو کو جوڑ دینے یا اس کے کسی عضو یا جز کو ایک جگہ سے لے کر خود اسی کے جسم میں دوسری جگہ پیوند کاری کرنے کے سلسلہ میں فقہاء کی دو رائے ہیں ،حضرت امام ابوحنیفہ اور امام محمدؒ اسے ناجائز سمجھتے ہیں، اس لئے کہ جسم کا جو حصہ جسم سے کٹ گیا وہ میت و مردار کے حکم میں ہے، اس کو دفن کیا جانا ضروری ہے، عضو کے دوبارہ استعمال میں اس سے انحراف پایا جاتا ہے، علامہ کاسانی فرماتے ہیں : پس جب کوئی جزء بدن سے جدا ہو جائے تو وہ مستحق دفن ہو گیا، جیسے کل بدن اور اس جزء کو دوبارہ استعمال کرنا اس کو اس کے استحقاق سے روکنا ہے۔(۶) دوسری رائے جواز کی ہے، جو امام ابو یوسفؒ کا مذہب ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ انسان کے اعضاء سے فائدا اٹھانے کے عدم جواز کی وجہ تکریم انسانیت ہے، یعنی اس سے انتفاع انسانیت کی توہین ہے، لیکن اپنے عضو سے انتفاع میں کوئی توہین نہیں ہے ، بدائع میں ہے:

> دوسرے آدمی سے علحدہ جز کا استعمال کرنا، اس آدمی کی توہین ہے اور آدمی کا ہر جز مکرم و قابل احترام ہے، اور خود اپنے جز کو اس کی جگہ پر رکھنے میں کوئی توہین نہیں ہے۔(۷)

دلائل کی بنیاد پر دوسرے قول کو راجح قرار دیا گیا ہے، مفتی بہ قول کے متعلق مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب فرماتے ہیں:

> اس باب میں فتوی امام ابو یوسف ہی کی رائے پر ہے، اور عام طور پر فقہاء نے اس کو جائز ہی رکھا ہے(۸)

نیز علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

زندہ سے جدا کیا ہوا عضو مردار کی طرح ہے، مگر صاحب عضو کے حق میں (۹)

مردہ یا زندہ انسان کے اعضاء کی پیوندکاری

اعضائے انسانی کی پیوندکاری میں علماء کے دو نظریے ہیں، بعض علماء نے مطلقا اعضاء انسانی کی پیوندکاری کو ناجائز قرار دیا ہے، اور بعض نے چند شرائط کے ساتھ جواز کا فتوی دیا ہے۔

مانعین کے دلائل

جن حضرات نے اعضاء کی پیوندکاری سے منع کیا ہے، ان کے پیش نظر یہ چیزیں ہیں، انسان کے علحدہ شدہ اعضاء کا ناپاک ہونا، حرام ہونا، انسان کا خود اپنے جسم کا مالک نہ ہونا، اللہ کی طرف سے اپنے وجود کا امین ہونا اور پیوندکاری کی صورت میں مثلہ اور تغییر خلق اللہ لازم آتا ہے جو جائز نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے:

ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة (البقره : ۱۹۵)

تم اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

انسان کا اپنے کسی عضو کو کٹوا کر کسی دوسرے کو دینا ہلاکت کی کوشش کرنا ہے جو درست نہیں ہے۔

ولقد کرمنابنی آدم (الإسراء : ۷۰)

اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔

یہ آیت کرامت انسانی کو بتلاتی ہے، اس کے بدن سے کسی عضو کا نکال لینا تکریم کے منافی ہے، چاہے زندے کا نکالا جائے یا مردے کا۔ بخاری شریف میں ہے:

قال قتادة : بلغنا ان النبی ﷺ بعد ذالك كان يحث

على الصد قة وينهى عن المثلة (۱۰)

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مثلہ حرام ہے، اور یہ صرف حیوان یا انسان کی خلقت کی تغییر ہی کو شامل نہیں ہے، بلکہ کسی بھی جزء کے کاٹنے پر مشتمل ہے، چاہے وہ مردہ ہو یا زندہ؛ حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتی ہیں:

كسر عظم الميت ككسره حيا (۱۱)

حدیث کا مستفاد یہ ہے کہ زندہ آدمی کی ہڈی یا اس کے بدن کا کوئی جزء کاٹنا حرام ہے، اسی طرح میت کے بدن کا کوئی حصہ نہ توڑا جاسکتا ہے نہ کاٹا جاسکتا ہے۔ نیز مسلم شریف کی حدیث ہے:

لعن الله الواصلة والمستوصلة (۱۲)

اس حدیث سے اعضاء انسانی سے انتفاع کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ اس حدیث میں انسانی بال سے انتفاع کرنے والیوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

لايجوز بيع شعور الانسان ولاالانتفاع به لان الادمى مكرم لامبتذل فلا يجوز ان يكون شى من اجزائه مهانا مبتذلا (۱۳)

نیز انسان اپنے جسم کا مالک نہیں، امین ہے، یہی وجہ ہے کہ بحالت اضطرار بھی انسانی جسم اور اعضاء کے کھانے اور استعمال کو حرام قرار دیا گیا ہے، چاہے کوئی اپنے کسی عضو کو استعمال کرنے کی اجازت دے دے (۱۴)

پس ان جیسے دلائل کی بنیاد پر علماء کی ایک بڑی جماعت نے اعضائے انسانی کی پیوند کاری کو ناجائز قرار دیا ہے۔

قائلین جواز کے دلائل

قائلین جواز کے پیش نظر قرآن مجید کی وہ آیات ہیں جن میں جان بچانے کے لئے حالت اضطرار میں حرام چیزوں کے کھانے یا حالت اکراہ میں کلمہ کفر زبان سے ادا کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔اسی طرح وہ فقہی قواعد ہیں جن کے مطابق ضرورت کی وجہ سے ناجائز چیزیں جائز قرار پاتی ہیں:الضرورات تبیح المحظورات (۱۵)

یا مشقت پیدا ہوجائے تو یسر وآسانی کی راہ اختیار کی جاتی ہے:المشقة تجلب التیسیر (۱۶)

نیز صاحبین نے بطور علاج پیشاب کے استعمال کی اجازت دی ہے:

وقالا لا باس بابوال الإبل ولحم الفرس للتداوی (۱۷)

اور فتاوی ہندیہ میں ہے:

"واکل خرء الحمام للدواء لاباس به"(۱۸)

دواء میں کبوتر کی بیٹ کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

"یجوز للعلیل شرب البول والدم والمیتة للتدوای اذا اخبره طبیب مسلم ان شفاء ه فیه ولم یجد فی المباح مایقوم مقامه وان قال الطبیب یستعجل شفاء ك فیه وجهان "(۱۹)

ان سے حرام اشیاء کو علاجاً استعمال کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔جہاں تک تکریم انسانی کی بات ہے تو قائلین جواز نے کہا کہ ایک انسان کی بقاء کے لئے دوسرے کے تکریم کے پہلو کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے،علامہ سمرقندی نے مردہ حاملہ کے پیٹ میں زندہ رہنے والے بچے کو نکالنے کیلئے پیٹ چاک کئے جانے کا جو جزئیہ بیان کیا ہے اس سے یہاں استدلال کیا جاسکتا

ہے(۲۰)

نیز شوافع اور بعض احناف کے یہاں مضطر اپنی جان بچانے کیلئے مردہ انسان کو کھا سکتا ہے؛ اس لئے کہ زندہ کی حرمت مردہ سے بڑھ کر ہے(۲۱) نیز اجزائے انسانی سے انتفاع کی حرمت سے بھی بعض چیزیں مستثنیٰ ہیں، جیسے بچہ کا ماں کے دودھ کو پینا، شوہر کا بیوی کے اجزاء سے انتفاع وغیرہ۔

الغرض ان جیسے دلائل کے پیش نظر موجودہ دور کے علماء نے جواز کا فتوی دیا ہے لیکن ان شرائط کے ساتھ کہ اس کا مقصد کسی مریض کی جان بچانا یا کسی اہم جسمانی منفعت کو لوٹانا ہو، طبیب حاذق نے بتایا ہو کہ اس کی وجہ سے صحت کا غالب گمان ہے، مردہ کے عضو لینے میں ورثہ کی اجازت ہو یا اس نے خود اپنی زندگی میں اجازت دے دی ہو، عضو دینے والا زندہ ہو تو اس نے اس کی اجازت دی ہو، مکہ فقہ اکیڈمی اور اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی جانب سے بھی جواز ہی کا فیصلہ کیا گیا ہے(۲۲)

حوالہ جات

(۱) عصر حاضر کے فقہی مسائل: ۸۶، بھارت آفسٹ دہلی
(۲) ترمذی، رقم الحدیث: ۱۷۷۰
(۳) عالمگیری ۵/۳۵۴، دار الفکر بیروت
(۴) جدید فقہی تحقیقات ۱/۳۳۳، نعیمیہ
(۵) جواہر الفقہ ۲/۴۲، مکتبہ تفسیر القرآن دیوبند
(۶) بدائع ۵/۱۳۳، دار الکتب العلمیہ
(۷) بدائع ۵/۱۳۳، دار الکتب العلمیہ
(۸) جدید فقہی تحقیقات ۱/۳۰۹، نعیمیہ
(۹) درمختار ۱/۲۰۷، دار الفکر
(۱۰) بخاری رقم الحدیث: ۴۱۹۲
(۱۱) سنن ابوداود، رقم الحدیث: ۳۲۰۷
(۱۲) مسلم شریف: ۲۱۲۲
(۱۳) ہدایہ ۳/۵۵
(۱۴) ردالمحتار: ۹/۴۸۸، زکریا
(۱۵) الاشباہ والنظائر: ۱۴۰ ایاسر ندیم اینڈ کمپنی
(۱۶) حوالہ سابق: ۱۲۵
(۱۷) ردالمحتار: ۶/۳۴۰ دار الفکر
(۱۸) ہندیہ: ۵/۳۵۵، مکتبہ زکریا دیوبند
(۱۹) ایضا
(۲۰) تحفۃ الفقہاء ۳/۳۴۵، دار الکتب العلمیہ
(۲۱) المغنی ۹/۴۲۱، مکتبہ القاہرہ
(۲۲) فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے ص: ۲۰۰، جدید فقہی مسائل: ۵/۸۹، ۹۰، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

دانت------احکام ومسائل

مولوی میر احمد علی سفیان رشادی

خداوندِ قدوس کی ساری نعمتیں اپنی افادیت واہمیت کے اعتبار سے ایسی ہیں کہ ان پر جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے، اور اگر نعمت ہائے خداوندی کا تعلق انسانی اعضاء وجوارح سے ہو تو اس کی قدر ومنزلت کا اندازہ اس شخص سے پوچھئے جس کے پاس وہ نعمت نہیں ہے، ایسی ہی نعمتوں میں سے ایک نعمت ''دانت'' ہے اور یہ ایسا عطیۂ خداوندی ہے کہ اس کی افادیت پر غور کرنے کے بعد بارگاہ خداوندی میں جتنا بھی سجدۂ شکر بجالایا جائے، کم ہے۔

قدرت نے دانتوں کی تخلیق ایسے انوکھے انداز میں فرمائی ہے، جیسے انار میں دانے اور جیسے ہری ہری گھاسوں پر شبنم کے چمکتے ہوئے قطرے جو ابن آدم کے حسن وجمال میں چار چاند لگادیتے ہیں، مزید برآں یہ کہ وہ چبانے کا ذریعہ اور غذا کے ہضم ہونے میں مدومعاون ہیں۔

لیکن انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی اسے بطور آزمائش کے جسمانی امراض وعوارض لاحق ہوتے ہیں، جن کا تعلق آب وہوا، خوراک اور بالخصوص خود انسان کی نامناسب عادتوں، بدپرہیزیوں اور اس کی بے اعتدالیوں سے ہے، نتیجۃً انسان مختلف بیماریوں کا شکار ہوجاتا ہے، اسی طرح دانتوں کی بوسیدگی اور دانت کی نگہداشت سے لاپرواہی تو بڑی بڑی بیماریوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے، اور جب دانت خراب ہوتے ہیں تو انسان کی شخصیت کی جاذبیت ماند پڑ

جاتی ہے ،اس لئے انسان کو چاہئے کہ بیماری کے آنے سے پہلے ہی حفظان صحت کی تدابیر اختیار کرے ،خصوصاً دانتوں کے سلسلہ میں تو بہت محتاط رہنا چاہئے۔

اسلام میں صفائی وستھرائی کی تاکید

اسلام میں طہارت و پاکیزگی کی حیثیت صرف یہی نہیں کہ وہ نماز ،تلاوتِ قرآن اور طوافِ کعبہ جیسی عبادت کے لئے لازمی شرط ہے ، بلکہ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بذات خود بھی دین کا ایک اہم جزء ہے ، خداوند قدوس نے اپنی کتاب میں طہارت ونظافت کا اہتمام کرنے والے بندوں کی تعریف فرمائی ہے ، اور ان کو محبوبیت کی سند عطاء فرمائی ہے (البقرۃ :۲۲۲)اور سرکار دوعالم ﷺ کی کتابِ زندگی میں طہارت ونظافت کا ایک مستقل باب اور روشن عنوان ہے ، چنانچہ آپ ﷺ نے طہارت و پاکیزگی کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے (۱)

طہارت ونظافت صرف وضو اور غسل کا نام نہیں ہے ، بلکہ شعبہ ہائے حیات میں ہر جگہ طہارت ونظافت مقصود ومحمود ہے ،خواہ وہ ظاہری جسم کی گندگی اور میل کچیل کو دور کرنا ہو یا داخلی اور اندرونی بدبو اور بیماری کو ختم کرنا ہو ،اور دانت کی صفائی ستھرائی تو بہت ہی اہم چیز ہے ؛ چنانچہ شریعت نے وضو کے وقت مسواک کو مسنون قرار دیا ہے ، تاکہ نماز میں رب کائنات سے ہم کلامی کے شرف میں دانتوں کی بدبو اور گندگی خلل انداز نہ ہو۔

بقائے صحت کے لئے احتیاطی تدابیر کی ترغیب

بقائے صحت کے لئے جسمانی طہارت ،مکان کی صفائی ،محرمات سے اجتناب ، متعدی امراض زدہ علاقہ میں جانے کی ممانعت جیسی تعلیمات ،طب نبوی کا ایک روشن باب ہے ، سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت ابو درداءؓ سے فرمایا : اے ابودرداءؓ! تمہارے جسم کا بھی تمہارے اوپر حق ہے ۔ (۲) یعنی تمام حقوق کی رعایت کے ساتھ ساتھ جسم کے حقوق کی نگہداشت ایک امر لابدی ہے۔

حقیقی طبیبِ امت؛ بلکہ طبیب الاطباء سرکار دوعالم ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے طہارت کے جو طریقے اور بیماری سے جو احتیاطی تدابیر اپنی امت کو سکھائے تھے، ان طریقوں اور تعلیمات کو دورِ جدید کی ترقی یافتہ سائنس بھی تسلیم کرتی ہے۔

دانتوں کی حفاظت وصفائی اور مسواک کی حیثیت

دانتوں کا صحت مند ہونا اور اپنے وظیفۂ حیات کو کما حقہ انجام دینا انسانی جسم کی توانائی اور نشو ونما کی طرف پہلا قدم ہے، دانت اگر صحیح طور پر غذا چبانے کے قابل نہیں ہوں گے تو اس کا خمیازہ معدہ کو بھگتنا پڑتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ معدہ خوراک کے ہضم کرنے سے قاصر رہ جائے گا اور غیر منہضم غذا خون صالح پیدا نہیں کر سکے گی؛ اسلئے جسم مختلف بیماریوں کی لپیٹ میں آجائیگا، معدہ کی اکثر بیماریاں دانتوں کے صاف نہ کرنے اور خلال نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں، اس لئے رحمۃ للعالمین ﷺ نے مسواک کرنے کی تاکید کی ہے اور مسواک کرنے کو منہ کی طہارت کے ساتھ ساتھ رب کی خوشنودی کا ذریعہ بھی قرار دیا ہے (۳)

اگر انسان کے دانت صاف نہیں ہیں تو اس کے منہ سے بدبو آتی ہے اور دانت کی سفیدی پیلے پن سے بدل جاتی ہے، اسی وجہ سے حضور ﷺ نے کثرت سے مسواک کرنے کا ارشاد فرما کر امت کی رہنمائی فرمادی کہ دیکھو مسواک کیا کرو، مسواک کرنے سے دانت صاف و شفاف رہتے ہیں، مسواک منہ کو پاکیزہ کرتی ہے، مسواک نہ کریں تو دانت گندے اور بدنما دکھتے ہیں۔

آجکل کی جدید سائنس کا انکشاف ہے کہ مسواک کرنے سے دماغی امراض نہیں ہوتے، کان کے درد اور دیگر بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے، آنکھوں کو قوت حاصل ہوتی ہے، بصارت میں اضافہ ہوتا ہے، غرض دانتوں کی صفائی ستھرائی کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے کہ جس سے بے التفاتی روا ہو۔ (۴)

دانتوں سے متعلق چند احکام

دانت سے جیسے طبی اور طبعی امور متعلق ہوتے ہیں ویسے ہی شرعی امور بھی متعلق ہوتے ہیں، فقہاء نے دانت کے حوالے سے مستقل مسائل لکھے ہیں، افادہ کے پیش نظر چند منتخب احکام ومسائل نذرِ قارئین کئے جا رہے ہیں۔

متعلقات وضو وغسل

۱۔ ڈاڑھ میں کیڑ لگنے کی وجہ سے ڈاڑھ کھوکھلا ہوجاتا ہے اور اس جگہ میں چاندی بھردی جاتی ہے اس چاندی کی وجہ سے غسل میں کمی واقع نہیں ہوتی، غسل صحیح ہوجاتا ہے(۵)

۲۔ جس شخص کے دانت کھوکھلے ہوگئے ہوں جس کی وجہ سے اسکے دانتوں کے درمیان میل یا غذائی اجزاء اٹک گئے ہوں تو غسل واجب کرتے وقت اس کی موجودگی نقصان دہ نہ ہوگی، اور اس کا غسل تام ہوجائے گا(۶)

متعلقات نماز وروزہ

۳۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کے تھوڑی دیر بعد دانتوں میں خون دیکھا اور اس شخص کو یہ پتہ نہیں کہ یہ خون کب کا ہے تو اس شخص کی پڑھی ہوئی نماز صحیح شمار ہوگی۔(۷)

متعلقاتِ روزہ

۴۔ روزہ دار شخص کے دانت سے خون نکلا، مگر پیٹ میں نہیں گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا(۸)

۵۔ اگر روزہ دار شخص کے دانت سے خون نکل کر پیٹ تک پہنچ گیا ہو تو دیکھا جائے گا کہ خون کتنا ہے؟ اگر خون تھوک پر غالب ہو یا برابر ہو تو روزہ فاسد ہوجائے گا، اور اگر کم ہو تو فاسد نہیں ہوگا۔(۹)

۶۔ روزہ دار شخص کے منہ میں اگر چنے کی مقدار سے کم کوئی غذائی شئ اٹکی ہوئی ہو

اور اس کو منہ سے نکالے بغیر نگل لیا ہو تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر غذائی شئی چنے کی مقدار سے زیادہ ہو تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔(۱۰)

۷۔ اگر دانت میں اٹکی ہوئی تھوڑی سی غذا بھی منہ سے نکال کر ہاتھ میں لیا اور پھر اس کو نگل لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا(۱۱)

۸۔ روزہ کی حالت میں روزہ دار کے لئے خشک یا تر مسواک کرنا بلا کراہت جائز ہے۔(۱۲)

۹۔ روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ، کوئلہ یا کوئی منجن وغیرہ استعمال کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔(۱۳)

۱۰۔ اگر کوئی روزہ دار شخص رمضان کے مہینہ میں دانت نکلوایا اور خون پیٹ میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائیگا اور قضاء لازم ہوگی۔(۱۴)

متفرقات

۱۱۔ عذر کے وقت سونے کے ایک دو دانت لگوانا جائز ہے؛ لیکن اگر کسی کے سب دانت مصنوعی ہوں اور ان میں سونے کے ایک دو دانت لگوا لے تو جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ فرماتے ہیں:

> اس صورت میں کوئی شرعی عذر نہیں پایا جاتا، مصنوعی دانتوں کو نکال کر دھو سکتے ہیں؛ اسلئے اس میں بدبو پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں ہے؛ لہذا اس صورت میں سونے کے دانت بنوانے کی اجازت نہیں البتہ پہلی صورت میں عذر شرعی پایا جاتا ہے؛ اسلئے وہاں اجازت ہے(۱۵)

۱۲۔ اگر کسی شخص کے دانت سونے یا چاندی کے تاروں سے بندھے ہوئے ہوں یا سونا یا چاندی دانتوں میں بھر دیا گیا ہو تو اس پر زکوۃ واجب نہیں ہے(۱۶)

۱۳۔ اگر میت کے منہ میں مصنوعی دانت ہو اور نکالنا مشکل ہو تو اندر ہی چھوڑ دیے جائیں (۱۷)

۱۴۔ دانتوں کے درمیان اٹکے ہوئے غذائی ذرات خلال کے ذریعہ منہ سے نکال کر پھر منہ میں ڈال لینا نظافت کے خلاف ہے؛ لیکن زبان سے ہی نکال کر نگل لینے میں کوئی حرج نہیں (۱۸)

۱۵۔ جس شخص کے دانت ہل رہے ہوں اور گر جانے کا خوف ہو تو سونے چاندی کے تاروں سے باندھنا جائز ہے (۱۹)

۱۶۔ دانتوں کے برش بنانے میں مختلف جانوروں کے بال استعمال کئے جاتے ہیں بعض برش خنزیر کے بالوں سے بنائے جاتے ہیں، جو شرعی نقطۂ نظر سے حرام ہے، اگر اس بات کا یقین ہو کہ وہ خنزیر کے بالوں سے بنا ہوا نہیں ہے تو اس کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر کسی برش کے بارے میں شک وشبہ ہو تو اصل اشیاء کے اندر چونکہ حلت ہے؛ اسلئے استعمال کرنے کی گنجائش ہے؛ البتہ احتیاط اس میں ہے کہ استعمال نہ کرے (۲۰)

۱۷۔ زیب وزینت کی غرض سے دانتوں کے درمیان کشادگی پیدا کرنا اور دانتوں کو گھسانا ناجائز اور باعث لعنت ہے۔ (۲۱)

حوالہ جات

(۱) مسلم شریف حدیث نمبر: ۲۲۳
(۲) سنن دارقطنی، حدیث نمبر: ۲۲۳۵
(۳) سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۸۹
(۴) سنت نبوی اور جدید سائنس ۱/ ۱۷، ۱۹
(۵) فتاوی عالمگیری ۱/ ۱۳، مکتبہ زکریا
(۶) فتاوی شامی ۱/ ۲۲۰، مکتبہ زکریا
(۷) فتاوی شامی ۳/ ۳۶۸ مکتبہ زکریا
(۸) فتاوی شامی ۳/ ۳۶۸ مکتبہ زکریا
(۹) فتاوی عالمگیری ۱/ ۲۰۲ مکتبہ زکریا
(۱۰) فتاوی عالمگیری ۱/ ۲۰۲ مکتبہ زکریا
(۱۱) ہدایہ ۱/ ۲۲۱، یاسر ندیم
(۱۲) فتاوی شامی ۳/ ۳۹۵ زکریا
(۱۳) فتاوی شامی ۳/ ۳۶۸ زکریا
(۱۴) فتاوی رحیمیہ ۶/ ۲۷۳، مکتبہ رحمانیہ لاہور

(۱۵) امداد الفتاوی ۲/ ۴۹، مکتبہ دار العلوم کراچی (۱۶) احسن الفتاوی ۴/ ۲۵۱، مکتبہ زکریا
(۱۷) سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۳۵ (۱۸) فتاوی عالمگیری ۵/ ۳۳۶، مکتبہ زکریا
(۱۹) انبیاء کرام کی سنتیں ص: ۲۱۹، ناشر دار العلوم حیدر آباد (۲۰) نسائی شریف، حدیث نمبر: ۵۰۹۹

پلاسٹک سرجری فقہ اسلامی کی روشنی میں

مولوی سید عبدالعزیز ہاشمی قاسمی

شریعتِ اسلامی کا خصوصی امتیاز ہے کہ وہ فطرتِ انسانی کا گلا نہیں گھوٹتی؛ بلکہ ایک حد تک انسان کی اپنی خواہشات اور طبعی جذبات کا نہ صرف لحاظ رکھتی ہے، بلکہ شرعی حدود میں اس کے پورا کرنے کی اجازت بھی دیتی ہے، البتہ ایسے غلو اور افراط کو پسند نہیں کرتی کہ انسان اخلاقی حدودکو پامال کر بیٹھے، غیر ضروری چیزوں کو ضروری سمجھ کر اس کے کرنے پر مصر ہو، شریعتِ مطہرہ انسان کو راہ اعتدال کی تعلیم دیتی ہے، حتی کہ تزئین و آرائش کے باب میں بھی اس نے اسی راہ پر چلنے کی تلقین کی ہے، موجودہ زمانہ میں جسمانی اعضاء میں حسن وخوبصورتی پیدا کرنے یا نقص وقصور کو دور کرنے کیلئے پلاسٹک سرجری کی ایک عام ابتلاء پائی جارہی ہے، ہر مسلمان کو اس کے شرعی حدود کا علم ضروری ہے؛ اسی کے پیش نظر پلاسٹک سرجری کے احکام و مسائل قلمبند کئے جارہے ہیں۔

پلاسٹک سرجری کی تعریف

وہ سرجری جو جسم کے ضائع، مجروح، ناقص یا بدنما اور بدشکل حصوں کی اصلاح کیلئے کی جاتی ہے، اسے پلاسٹک سرجری کہتے ہیں، اور عربی میں اس کو جراحة التجميل يا العمليات التجميلية سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کی تعریف کرتے ہوئے فضیلة الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن

الجبرین لکھتے ہیں:

جراحة تجری لتحسین منظر جزء من اجزاء الجسم الظاهرة (۱)

وہ آپریشن جو جسم کے ظاہری اجزاء میں سے کسی جزء کو خوشنما بنانے کیلئے کیا جاتا ہے۔

پلاسٹک سرجری کی تاریخ

یہ سرجری زمانۂ قدیم سے موجود ہے، حتی کہ فراعنۂ مصر کے زمانہ سے ہی اس کا ثبوت ملتا ہے، عربوں میں بھی کسی نہ کسی شکل میں اس کا وجود رہا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک صحابی حضرت عرفجہ کی ناک ایک موقع پر ضائع ہوگئی تھی، پھر آنحضرت ﷺ کے مشورہ سے سونے کی لگوائی گئی (۲)

لیکن دوسرے علوم وفنون کی طرح باقاعدہ ایک فن اور مستقل علم کی حیثیت سے یہ ہنر پہلی جنگِ عظیم کی شروعات سے سامنے آیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنی ایک الگ پہچان بنالی۔

پیدائشی عیب کے لئے سرجری

ایسا عیب جو پیدائش سے ہو اور یہ عام قانونِ فطرت کے خلاف ہو، جیسے ہونٹ کا کٹا ہونا، یا ناک کا ٹیڑھا ہونا، یا ہاتھ پاؤں میں پانچ کے بجائے چھ انگلیاں ہونا، تو ایسے عیب کو دور کرنے کے لئے آپریشن کرانا درست ہوگا، فقہاء نے زائد انگلی کو کٹوانے کی اجازت دی ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے:

إذا أرا د الرجل أن يقطع إصبعا زائدة أو شيئا آخر إن كان الغالب على من قطع مثل ذالك الهلاك فإنه لا

یـفـعـل ،وإن كان الغالب هوالنجاة ،فهو فی سعة من ذالك (۳)

جب آدمی کوئی زائد انگلی یا زائد عضو کو کاٹنا چاہے، تو اگر اس طرح کاٹنے سے ہلاکت کا اندیشہ ہو تو ایسا نہ کرے، اور اگر غالب امید بچنے کی ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

فتاوی محمودیہ میں زائد انگلی کو کٹوانے کے سوال کا جواب اس طرح مذکور ہے:

کٹوانا بھی جائز ہے، رضائے الٰہی کے خلاف نہیں، مگر تکلیف بھی ہوگی، اپنے تحمل کو دیکھ لیں (۴)

حادثاتی عیب کے لئے سرجری

ایسا عیب جو پیدائشی تو نہ ہو؛ بلکہ کسی حادثہ کی وجہ سے پیدا ہوا ہو، اس عیب کو دور کرنے کے لئے بھی آپریشن کرانے کی اجازت ہوگی، جیسا کہ حدیث میں مصنوعی عضو بنانے کی اجازت دی گئی ہے:

عـن عـرفـجة بن أسعد قال أصيب أنفی یوم الكلاب فـی الـجـاهـلية ،فاتخذت أنفا من ورق ، فانتن علی، فأمرنی رسول الله ﷺ أن أتخذ أنفا من ذهب (٥)

عرفجہ بن اسعد بیان کرتے ہیں: کہ زمانۂ جاہلیت میں بنوکلاب کی لڑائی میں میری ناک کٹ گئی تھی، تو میں نے چاندی کی ناک بنوائی، اس میں بو پیدا ہونے لگی، تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں سونے کی ناک بنالوں۔

خوبصورتی کے لئے سرجری

ایسا عیب جو فطری طور پر پیدا ہوتا ہے، جیسے عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے چہرہ پر جھریاں

پیدا ہو جانا، اس نوعیت کے عیب کو دور کرنے کے لئے آپریشن کرانا جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ آپریشن محض خوبصورتی کے لئے ہے، اور حدیث میں خوبصورتی کے لئے گودنے، گودوانے، بال اکھاڑنے اور دانتوں کے درمیان کشادگی کرنے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے، حدیث میں ہے:

لعن الله الواشمات والمستوشمات ،والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله (٦)

علامہ نووی (متوفی ٦٧٦ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفيه اشارة إلى أن الحرام هو المفعول لطلب الحسن ، أمالو احتاجت إليه لعلاج أو عيب فى السن ونحوه فلا بأس (٧)

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خوبصورتی کے لئے یہ فعل حرام ہے ،البتہ اگر علاج یا دانت میں عیب کی وجہ سے اس کی ضرورت پڑ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کم عمر اور خوبصورت نظر آنے کے لئے سرجری

اسی طرح کم عمر اور خوبصورت نظر آنے کے لئے پلاسٹک سرجری کرانے کی شریعت میں اجازت نہیں ہوگی؛ کیونکہ حقیقی عمر سے کم عمر ظاہر کرنا دھوکہ ہے، جو شریعت میں حرام ہے، کم عمری ظاہر کرنے کے لئے دانتوں کے درمیان کشادگی کرنے والیوں پر بھی حدیث میں لعنت کی گئی ہے:

لعن الله ...... المتفلجات للحسن المغيرات خلق الله (٨)

خوبصورتی کے لئے دانتوں کو کشادہ کرنے والیوں اور اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والیوں پر لعنت کی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ نوویؒ (متوفی ٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

عورتیں اپنے دانتوں کے درمیان یعنی ثنایا اور رباعی دانتوں کے درمیان کشادگی کرتی ہیں، عموماً بوڑھی اور سن رسیدہ عورتیں ایسا کرتی ہیں؛ تاکہ کم سن نظر آئیں اور دانت خوبصورت معلوم ہوں؛ کیونکہ چھوٹی بچیوں کے دانتوں کے درمیان باریک کشادگی ہوتی ہے، جب عورت بوڑھی اور سن رسیدہ ہونے لگتی ہے تو وہ ایسا کرتی ہے؛ تاکہ دانت باریک اور خوبصورت معلوم ہو اور کم سن ہونے کا گمان ہو(۹)

شناخت چھپانے کے لئے سرجری

بعض مجرم اپنی شناخت چھپا کر جرائم پر پردہ ڈالنے کے لئے سرجری کرواتے ہیں، اس میں دھوکہ اور اشتباہ ہے، حدیث میں ہے:

من غشنا فلیس منا (۱۰)

جس نے ہم کو دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اس لئے یہ جائز نہیں ہوسکتا، ایک دوسری حدیث میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ ﷺ یلعن القاشرة والمقشورة والواشمة والمستوشمة والواصلة والمستوصلة (۱۱)

رسول اللہ ﷺ چہرہ کو رنگنے والی، رنگوانے والی، گودنے والی، گودوانی

والی، بال جوڑنے والی اور بال جڑوانے والی عورت پر لعنت فرماتے تھے۔

عربی زبان میں ''قشر'' کے معنی کھال اتارنے اور کھال چھیلنے کے ہیں، ابن اثیر نے لکھا ہے کہ زعفران وغیرہ سے چہرہ صاف کرنے کو قشر کہتے ہیں۔(۱۲)

اور علامہ زمخشریؒ لکھتے ہیں:

القشر أن تعالج المرأة وجهها بالغمرة حتى ينسحق أعلى اجلد ويصفو اللون (۱۳)

قشر یہ ہے کہ عورت اپنے چہرہ پر کوئی سرخ چیز ملے، یہاں تک کہ اوپر کا چمڑا بہت باریک ہوجائے اور رنگ پیلا ہوجائے۔

ان دلائل کی بناء پر اپنی شناخت چھپانے کے لئے سرجری کرانا صحیح نہیں ہوگا۔

ازالۂ عیب کے لئے جسم کے کسی حصہ کا گوشت دوسری جگہ لگانے کا حکم

مریض کا ازالہ عیب کے لئے اپنے جسم کے کسی حصہ کا گوشت، چمڑا یا ہڈی کے استعمال کرنے کو جب کہ مریض کے لئے مذکورہ صورت کے علاوہ کوئی اور شکل ممکن نہ ہو تو فقہاء نے مریض کے اپنے جسم کے کسی حصہ سے انتفاع کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ دوسری جگہ سے گوشت، چمڑا، یا ہڈی وغیرہ لینے میں اس عضو کے معطل ہونے یا غیر معمولی نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ چنانچہ علامہ کاسانی (متوفی ۵۸۷ھ) لکھتے ہیں:

ولا إهانة في استعمال جزء نفسه (۱٤)

حاصل یہ کہ کسی کے جسم میں کوئی ایسا عیب ہے، جس سے اس کو تکلیف ہے، اور وہ اس بات کی متقاضی ہے کہ اس عیب کو زائل کیا جائے، اور اس کا عیب پلاسٹک سرجری کے علاوہ کسی اور طریقہ سے زائل نہ ہوتا ہو اور مریض کے جسم سے مطلوبہ حصہ کو لینے سے اس عضو کو ضرر فاحش

لاحق نہ ہو،تو دفعا للضرر والعیب ودرأ للمفسدة کے تحت اس کی اجازت ہوگی،اور اگر اس عیب یا نقص سے جسمانی یا ذہنی کوئی تکلیف نہ ہوتو درست نہیں ہے۔فتاوی محمودیہ میں ہے:

زید کے لئے اس طرح دوسروں کی آنکھیں استعمال کرنا جائز نہیں،
زندہ آدمی کی بیع بھی ناجائز ہے،مردہ کی بھی ناجائز ہے۔(۱۵)

حوالہ جات

(۱)الفتاوی الشرعیۃ فی المسائل الطبیۃ:۳/۵۹
(۲)ابوداؤد،رقم الحدیث:۴۲۳۲
(۳)الفتاوی الہندیہ۵/۳۶۰،
(۴)فتاوی محمودیہ۱۸/۲۳۴،شیخ الاسلام
(۵)ابوداود،رقم الحدیث:۴۲۳۲
(۶)دارالفکرشرح النووی علی مسلم:۱۴/۱۰۷،بیروت
(۷)بخاری،رقم الحدیث:۵۹۳۱
(۸)شرح النووی علی مسلم۱۴/۱۰۷،
(۹)بخاری،رقم الحدیث:۵۹۳۱
(۱۰)شرح النووی علی مسلم۱۴/۱۰۶،
(۱۱)مسلم،رقم الحدیث:۱۰۱
(۱۲)مسند احمد،رقم الحدیث:۲۶۱۲۸
(۱۳)النہایۃ۴/۶۴
(۱۴)الفائق فی غریب الحدیث۳/۱۹۶،دارالمعرفۃ لبنان
(۱۵)فتاوی محمودیہ ۱۸/۳۳۸،شیخ الاسلام

تبدیلی جنس------احکام ومسائل

مولوی محمد کریم اللہ غازی قاسمی

اللہ تعالی نے انسانی نسل کا سلسلہ مرد اورعورت دونوں سے قائم کیا ہے، اور دونوں کو بہترین قالب میں پیدا کیا ہے:لقد خلقنا الا نسان فی احسن تقویم (التین :٥) اور دونوں کی جسمانی ساخت اور ذہنی ونفسانی خصوصیات کوملحوظ رکھتے ہوئے اس کائنات کوانسانی دنیا سے آراستہ کیا اوران میں غیر معمولی صلاحیتیں ودیعت فرمائیں،اوران کوحدود شرع میں بروئے کارلانے کی اجازت دی، چنانچہ ان کی قابلیتوں نے اس دنیا میں بہت سے کارہائے نمایاں انجام دی ہیں،لیکن شیطانی وساوس نے ان کوربانی احکام سے بے بہرہ کردیا، جوں جوں دنیا قیامت کے قریب ہونے لگی،انسان بجائے حکم ربانی کی تعمیل اور اسلامی کلچر اپنانے کے مغربی کلچرکوقبول کرنے لگا ہے، اور چوں کہ مغربی تہذیب اور مادی کلچر نے ایمانی اوراخلاقی قدروں کو پامال کردیا ہے،اس لئے مغربی نظریات کوقبول کرنے سے نظام الہی مختل ہوکر رہ جاتا ہے،انسان جوکہ اشرف بنایا گیا ہے،مغرب نے اس کوبھی ذلیل ورسوا کردیا،اس کی رسوائی کی ایک مثال تبدیلی جنس بھی ہے۔

تبدیلی جنس کی حقیقت

آپریشن کے ذریعہ مرد کے ظاہری اعضاء کوعورت کے ظاہری اعضاء میں تبدیل

کرنے یا عورت کے ظاہری اعضاء کو مرد کے ظاہری اعضاء میں تبدیلی کرنے کو تبدیلی جنس سے تعبیر کرتے ہیں۔(۱)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ماہر ڈاکٹر تبدیلی جنس کے آرزومند مرد کے آلہ تناسل وخصیتین کو آپریشن کے ذریعے نکال دیتا ہے اوراس کی جگہ عورت کی شرمگاہ کے مثل ایک سوراخ بنادیتا ہے، نیز دواؤں کے ذریعے وہ مرد کے جسم میں عورت کے ہارمونز ڈال دیتا ہے، جس کی وجہ سے اس کے سینے پر ابھارپن پیدا ہوجاتا ہے اوراس کی آواز اور چال ڈھال عورت کی طرح ہوجاتی ہے، اوراگر عورت اپنی جنس تبدیل کرانا چاہتی ہے، تو ڈاکٹر آپریشن کے ذریعہ اس کے سینے کے ابھار، رحم وغیرہ کو ختم کر دیتا ہے اور بچہ دانی کے سوراخ کو بند کر دیتا ہے، اور جدید ٹکنالوجی کے ذریعے مرد کے آلہ تناسل کے مماثل ایک مصنوعی آلہ عورت کی شرمگاہ کی جگہ لگا دیتا ہے، جس کے ذریعے اگرچہ اس کے اندر جماع کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے، مگر اس سے مادہ منویہ کا خارج ہونے اوراس سے حمل ٹھہر جانے کا کوئی امکان نہیں رہتا، نیز وہ عورت کے اندر مرد کے ہارمونز ڈال دیتا ہے جس سے اس کی آواز، چال ڈھال مرد کی طرح ہوجاتی ہے، اوراس کے چہرے پر بال بھی نکلنے لگتے ہیں(۲)

جنس کی تبدیلی حقیقت میں ہوجاتی ہے؟

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ تبدیلی جنس کے ذریعہ، اگرچہ ظاہری تبدیلی تو ہوجاتی ہے، مگر حقیقت میں مرد مرد ہی رہتا ہے اور عورت عورت ہی رہتی ہے، چنانچہ عورت بننے والے مرد کے لئے ناممکن ہے کہ اس کو حیض آئے یا اس کو حمل ٹھہرے، اسی طرح مرد بننے والی عورت کے لئے ناممکن ہے کہ اس کے آلہ تناسل سے مادہ منویہ خارج ہو۔(۳)

تبدیلی جنس کے قائلین کے دلائل

بعض مخالفین اسلام تبدیلی جنس کے قائل ہیں، اس پر انہوں نے چند فرضی دلائل پیش

کرنے کی لا حاصل سعی کی ہے، چنانچہ: ۲۴/۴/۲۰۰۴ء کو کویت میں منعقد ایک مجلس میں تبدیلی جنس کے جواز کے حوالے سے، ایک عدالتی فیصلہ سنایا گیا اوراس پر دلائل بھی دئے گئے، جو درج ذیل ہیں:

۱) جنس کو تبدیل کرانے والا شخص مجبور محض ہوتا ہے، وہ نفسیاتی طور پر دباؤ کا شکار ہوتا ہے، حتی کہ بعض دفعہ خودکشی کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے، لہذا اس کو معذور قرار دیا جائے گا۔

۲) تبدیلی جنس یہ تشبہ بالجنس الآخر میں داخل نہیں، کیوں کہ اس میں تشبہ سے مراد لباس، زینت، بات چیت، چال ڈھال میں مشابہت اختیار کرنا ہے۔

۳) تبدیلی جنس یہ تغییر لخلق اللہ نہیں، بلکہ یہ مریض کی حالت کو بدلنا ہے۔

شریعت کے مقاصد پر نظر کرتے ہوئے بھی یہ عمل جائز ہونا چاہئے؛ کیوں کہ شریعت میں مریض کو علاج کرانے کی اجازت دی گئی ہے (۴)

مذکورہ دلائل کا جائزہ

۱) پہلی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ انسان اپنے اختیار سے نکل جاتا ہے اوراس کا داخلی دباؤ اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ اس عمل کے حوالے سے مجبور محض بن جاتا ہے، اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اگر اس بنیاد پر تبدیلی جنس کو جائز قرار دے دیا جائے تو یہ علت بہت سے جرائم کے جواز کی دلیل بن جائے گی؛ چنانچہ قاتل ہو یا سارق یا کوئی مرتکب جرم، وہ بطور جواز کے یہی دلیل پیش کرے گا کہ وہ اس جرم کے حوالے سے مجبور محض اور داخلی دباؤ کا شکار تھا۔

۲) دوسری دلیل بھی چند وجوہ کی بناء پر باطل ہے، یہ دعوی کرنا کہ تشبہ بالجنس الآخر کی حرمت کا تعلق لباس، زینت چال ڈھال، بات چیت میں مشابہت سے ہے، تو یہ دعوی بلا دلیل ہے؛ کیوں کہ احادیث شریفہ میں غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مشابہت کا انحصار مذکورہ چار چیزوں میں ہی نہیں، بلکہ عورت سے مشابہت کی ممانعت مطلق ہے، جیسا کہ بخاری

میں روایت ہے:

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال (٥)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ مشابہت خواہ لباس میں ہو یا وضع قطع اختیار کرنے میں ہو ، یہی وجہ ہے کہ بغیر کسی معقول عذر کے عورتوں کے واسطے سر منڈانا درست نہیں ، حتی کہ حج وعمرہ کے موقع پر بھی نہیں ، لہذا مذکورہ چار چیزوں کے ساتھ مشابہت کو مقید کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔

۳) یہ کہنا کہ تبدیلی جنس یہ تخلیق الٰہی کی تبدیلی نہیں ، بلکہ مریض کی حالت کو بدلنا ہے ، انتہائی جاہلانہ اور ناسمجھی کی بات ہے ، جس کے پاس تھوڑی بہت عقل ہوگی وہ سمجھ سکتا ہے کہ جب مرد کی مخصوص چیزوں کی جگہ عورتوں کی مخصوص چیزیں لگا دی جائیں تو یہ یقیناً تغییر لخلق اللہ ہے ، نیز اللہ تبارک وتعالی نے مذکر ومونث دونوں کو الگ الگ کچھ کام اور ذمہ داریاں دے رکھی ہیں ، مرد کی ذمہ داریاں الگ ہیں ، اور عورت کی ذمہ داریاں الگ ، اب اگر کوئی مرد سے عورت بنتا ہے یا اس کے برعکس تو یہ بلا شبہ تخلیق الٰہی میں تبدیلی ہے جو حرام وناجائز ہے۔

۴) آخر میں ان کی یہ دلیل کہ جنس تبدیل کرانے والا شخص نفسیاتی مریض ہوتا ہے ، اور شریعت میں علاج ومعالجہ کے حوالے سے وسعت سے کام لیا گیا ہے ، لیکن سوال یہ ہے کہ تبدیلی جنس یہ نفسیاتی مرض کا علاج ہے ، یا خود بہت سے امراض ومفاسد کا مجموعہ ہے؟ اور اگر نفسیاتی مرض کے علاج کے سلسلہ میں اس جیسی فطرت سے متصادم اور دینی ودنیوی مفاسد پر مشتمل صورت کو جائز قرار دیدیا جائے تو ایک زانی بھی نفسیاتی مریض ہوتا ہے ، اور شرابی بھی

نفسیاتی مریض ہوتا ہے، ان کے علاج کے لئے زنا اور شراب کو بھی ناجائز قرار دینا چاہیے؟

خلاصہ یہ کہ تبدیلی جنس کسی مرض کا علاج، ضرورت، داخلی دباؤ، طبعی میلان نہیں، بلکہ فطرت الٰہی سے ہٹ کر دوسرے راستے سے اپنی جنسی خواہش پورا کرنے کا ایک نیا طریقہ ہے، جس کا ارتکاب کرنا سراسر گمراہی ہے، اور حد سے تجاوز اور نقل کے مقابلہ میں عقل کو ترجیح دینا ہے۔(۶)

عدم جواز کے دلائل

ماقبل میں ہم تبدیلی جنس کو جائز قرار دینے والوں کے دلائل اور اس کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا ہے، اب ہم یہ بیان کریں گے کہ اس فعل کا ارتکاب کرنے والا شخص کتنے جرم کا ارتکاب کرتا ہے، اور محض اپنی خواہشات کو پورا کرنے کی خاطر کتنے احکام خداوندی کو توڑتا ہے۔

(۱) تبدیلی جنس تخلیق الٰہی کو بدلنا ہے

شیطان نے اللہ کے سامنے انسانوں کو گمراہ کرنے کے تعلق سے جن عزائم کا اظہار کیا تھا، اسے قرآن نے یوں نقل کیا ہے:

> میں انہیں ضرور گمراہ کروں گا اور انہیں خواہشات میں مبتلا کروں گا اور انہیں حکم دوں گا کہ جانوروں کے کان چیریں اور انہیں حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی خلقت میں تبدیلی پیدا کریں، اور جو شخص خدا تعالی کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنائے گا وہ صریح نقصان میں واقع ہوگا (النساء ۱۱۹)
>
> اس آیت میں تبدیلی جنس کو شیطانی زندگی اور دنیا و آخرت میں خسارے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

نیز یہ آیت صاف صاف تغییرلخلق اللہ کی حرمت کو بتلا رہی ہے، لہذا عورت کے دونوں پستانوں کو جڑ سے اکھاڑ دینا اور عورت کے افزائش نسل کے سوراخ کو بند کرنا اور مرد کی شرم گاہ کو اسی جگہ پر رکھ دینا کسی معتبر اور معقول حاجت کے بغیر تغییرلخلق اللہ ہے اس لئے یہ حرام ہوگا (۷)

(۲) تبدیلی جنس کرانے والوں پر اللہ کی لعنت

لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن والمغيرا ت خلق الله تعالى (۸)

اللہ تعالی کی لعنت ہو گودنے والی، گودانے والی پر، بال اکھاڑنے والی، اکھڑ وانے والی پر، خوبصورتی کے لئے دانتوں میں کشادگی پیدا کرنے والی پر اور اللہ کی خلقت میں تبدیلی کرنے والیوں پر۔

ایک دوسری روایت میں مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر، اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت کی گئی ہے۔

لعن رسو ل الله صلى الله عليه و سلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال (۹)

عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

پہلی حدیث اس شخص کی لعنت کو متضمن ہے جو سابقہ افعال (یعنی تبدیلی جنس) انجام دے، اور لعنت ملعون فعل کی حرمت کا تقاضہ کرتی ہے، اور یہ آپریشن چوں کہ تخلیق خداوندی پر زیادتی ہے، جو تغییرلخلق اللہ میں داخل ہے اور یہ حرام ہے۔

دوسری حدیث اس شخص کی لعنت پر صریح نص ہے، جو عورت کی مشابہت اختیار کرے یا اس کے برعکس، تشبہ کی صورتوں میں سے کسی بھی صورت کے ذریعہ، اور لعنت امر ملعون کی حرمت کا تقاضہ کرتی ہے، اور تغییر جنس کے لئے آپریشن کرانا عورت کا مرد کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا ہے، چنانچہ یہ لعنت کے دائرہ میں داخل ہونے کی وجہ سے حرام ہوگا (۱۰)

لعنت کی حکمت

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تشبہ میں لعنت کی حکمت یہ ہے کہ یہ کسی چیز کو اس کی ہیئت سے نکال دینا ہے، جس پر احکم الحاکمین نے اس کو بنایا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس آپریشن میں انسان کو عورت یا مرد کی ہیئت سے نکالنا ہے، جس پر اللہ نے اسے پیدا فرمایا ہے، نیز اللہ تعالی نے جن حکم ومصالح کی بناء پر مرد وعورت کی تخلیق فرمائی ہے اس سے ایک جنس کو دوسرے جنس سے بدل کر خالق کے منشاء کی خلاف ورزی کرنا ہے، اور اپنی خواہش کی تکمیل کرنا ہے جو شرعا حرام ہے۔(۱۱)

(۳) اس قسم کا آپریشن بہت سے منکرات کا مجموعہ

ستر کھولنا، اس کو چھونا، مرد کا عورت کے اور عورت کا مرد کے ستر پر مطلع ہونا عذر شرعی کے بغیر ہرگز جائز نہیں ہے۔ جب کہ اس آپریشن میں یہ سب لازم ہے، نیز یہ آپریشن کرانا کوئی معتبر طبی ضرورت کے بغیر ہے، لہذا یہ جائز نہیں ہے (۱۲)

تبیین جنس

البتہ کسی انسان کا مرد یا عورت ہونے میں خلقۃً شبہ پیدا ہوگیا ہو اس کے اصلاح کے لئے آپریشن جائز ہے، چنانچہ فقہاء کرام نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا: جس کے اعضاء میں مرد اور عورت دونوں کی علامتیں جمع ہوگئی ہوں اس میں دیکھا جائیگا کہ کون سے اعضاء کا تناسب زیادہ ہے، اگر مرد کے اعضاء زیادہ ہوں تو طبی علاج کے ذریعہ عورت ہونے

کے اشتباہ کو دور کر لینا جائز ہے، اور اگر عورت کے اعضاء غالب ہوں تو طبی علاج کے ذریعہ مرد ہونے کے اشتباہ کو دور کر لینا جائز ہے، خواہ یہ علاج سرجری (Surgery) کے طور پر ہو یا ہارمون کے ذریعہ، اس لئے کہ یہ ایک قسم کا مرض ہے، اور علاج کے ذریعہ مرض سے شفاء اور اس کی اصلی جنس واضح اور ظاہر کرنا مقصود ہے، نہ کہ اللہ کی خلقت میں تبدیلی کرنا ہے، لہذا یہ جائز ہے۔(۱۳)

ڈاکٹر محمد خالد المنصور نے مذکورہ صورت کو جائز قرار دیتے ہوئے مندرجہ ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے:

(۱) اس صورت میں ان کو ان امراض میں شمار کیا جائیگا جن کے بارے میں شریعت نے جائز دواؤں اور آپریشن کے ذریعہ معالجہ کرانے کو جائز قرار دیا ہے۔

(۲) اس طرح کا آپریشن کرانا ایسا ہی جائز ہے جیسا کہ ضرورت کے وقت سرجری اور آپریشن کرانا جائز ہوتا ہے۔

(۳) اس صورت میں ایسا آپریشن تغییر لخلق اللہ میں سے نہیں ہے، بلکہ ضرورت اور حاجت کے پیش نظر جائز ہے، چنانچہ اس صورت کو ان نصوص سے استثناء کرنا ضروری ہوگا جو کہ تغییر لخلق اللہ کے تحریم پر دلالت کرتی ہیں۔

(۴) اس صورت میں اپنی اصلی حالت پر باقی رکھنے سے بہت مصیبت اور دونوں پر بڑی مشقت لازم آئے گی، اور اسلام مصالح کو آسان کرنے، مشقت اور مصیبت کو دور کرنے کے لئے آیا ہے، نیز قاعدہ ہے ''الضرر یزال''،(۱۴) والمشقة تجلب التیسیر (۱۵)

(۵) اس صورت میں آپریشن کرانا نہ دھوکہ ہے نہ تغییر لخلق اللہ ہے اور نہ ملمع سازی ہے، اس لئے کہ یہاں اس طرح کا آپریشن کرانے کا مقصد ایک خاص علاج کے ذریعہ اس کو اپنی اصلی خلقت کی طرف پھیر دینا ہے، اور یہ شرعاً جائز ہے، چنانچہ اس میں کوئی قباحت

اور برائی شرعا لازم نہیں آتی۔(۱۶)

تبدیلی جنس کے بعد کس کے احکام جاری ہوں گے؟

یہ بات تو طے ہے کہ کسی بھی مرد یا عورت کا اپنی جنس تبدیل کرنے کی کوشش کرنا قطعا حرام اور قابل لعنت عمل ہے، احادیث شریفہ میں ایسے مردوں اور عورتوں پر سخت لعنت آئی ہے، لیکن اب یہ مسئلہ زیرغور ہے کہ جنس تبدیل کرانے والے شخص پر کس کے احکام جاری ہوں گے، جنس بدلنے کے بعد کے احکام جاری کیے جائیں گے یا اس کو پرانی حالت پر برقرار مانتے ہوئے اسی کے مطابق احکام جاری کریں گے؟ یہاں یہ واضح رہنا چاہیے کہ معتبر اور ماہر ڈاکٹروں سے تحقیق کے بعد یہ بات ثابت ہوئی کہ مکمل طور پر مرد یا عورت کی جنس کی تبدیلی قطعا ناممکن ہے، یعنی ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ جنس کی تبدیلی سے مرد میں قوت ولادت ورضاعت پیدا ہو جائے یا عورت میں قوت رجولیت پیدا ہو جائے، اسی طرح اعضاء جنسیہ میں بھی حقیقتا تبدیلی ناممکن ہے، البتہ بعض آثار میں تبدیلی ہوسکتی ہے، مثلا عورت کے چہرے پر بال نکل آئیں یا مرد کے سینے میں ابھار آجائے یا آواز میں لچک آجائے وغیرہ، بریں بناء مسئلہ کا اصل حکم یہ ہے کہ تبدیل جنس کے بعد جس شخص میں جوصفات غالب ہوں اسکا شمار اسی جنس سے ہوگا، یعنی مرد کی علامتیں ہیں تو مرد رہے گا، اور اگر عورت کی علامتیں ہیں تو عورت رہے گی، اور اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ فیصلہ کرنا مشکل ہو کہ مرد ہے یا عورت تو اس کا حکم خنثی مشکل کے درجہ میں ہوگا، فقہ میں اس کے متعلق علحدہ احکام بیان کئے گئے ہیں۔(۱۶)

حوالہ جات

(۱) احکام الجراحۃ الطبیۃ ۱/۱۹۹
(۲) تبدیل الجنس ضرورۃ طبیۃ مقالہ الشیخ عمر عبداللہ حسن الشہابی
(۳) تبدیل الجنس ضرورۃ طبیۃ
(۴) تبدیل الجنس ضرورۃ طبیۃ مقالۃ الشیخ عمر عبداللہ حسن الشہابی

(۵) بخاری حدیث نمبر: ۵۸۸۵
(۶) تبدیل الجنس ضرورة طبية مقالة الشيخ عمر عبدالله حسن الشهابی
(۷) الاحکام الطبیہ المتعلقۃ بالنساء فی الفقہ الاسلامی ص: ۲۰۳)
(۸) بخاری، حدیث نمبر: ۵۹۳۱
(۹) بخاری حدیث نمبر: ۵۸۸۵
(۱۰) الاحکام الطبیہ المتعلقۃ بالنساء فی الفقہ الاسلامی ص: ۲۰۳)
(۱۱) الاحکام الطبیہ المتعلقۃ بالنساء فی الفقہ الاسلامی: ۲۰۵)
(۱۲) الاحکام الطبیہ المتعلقۃ بالنساء فی الفقہ الاسلامی: ۲۰۵)
(۱۳) اسلامک فقہ اکیڈمی، مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے ص ۳۲۲ ایفا پبلیکیشنز
(۱۴) الاشباہ ص ۱۳۹ یاسر اینڈ کمپنی دیوبند
(۱۵) الاشباہ ص ۱۲۵)
(۱۶) الاحکام الطبیہ المتعلقۃ بالنساء فی الفقہ الاسلامی: ۲۰۷)
(۱۶) فتوی جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد شائع کردہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند جون ۲۰۱۲ء

ضبط تولید کی شرعی حیثیت

مولوی عبد القادر قاسمی

انسان کا وجود اللہ تبارک وتعالی کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

ومن اياته ان خلقكم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون ومن اياته ان خلق لكم من انفسكم ازواجا لتسكنو االيها وجعل بينكم مودة ورحمة ان فى ذلك لايات لقوم يتفكرون ومن اياته خلق السماوات والارض واختلاف السنتكم والوانكم ان فى ذلك لايا ت للعالمين (الروم: ۲۲۲۰)

اوراسی کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تھوڑے ہی دنوں بعد تم آدمی بن کر پھیلے ہوئے پھرتے ہواوراسی کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں؛ تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت وہمدردی پیدا کی ،اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں اوراسی کی نشانیوں میں آسمان

وزمین کا بنانا ہے اور تمہارے لب ولہجہ اور رنگوں کا الگ الگ ہونا ہے، اس میں دانشمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تبارک وتعالی اس کائنات کے خالق بھی ہیں اور رب بھی اور نہ صرف اس وسیع وعریض کائنات کا منصوبہ بند طور پر مسلسل چلتے رہنا اس کی شان ربوبیت کا مظہر ہے بلکہ سر کے بال سے پاؤں کے ناخن تک خود انسان کا پورا وجود اور اس کے جسم میں چھپا ہوا ایک ایک قطرہ خون اور گوشت وپوست بھی خدا کی قدرت اور اس کی ربوبیت کی نشانی ہے، اسی وجہ سے کہا گیا ہے:

من عرف نفسه فقد عرف ربه۔ (۱)

چنانچہ جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے خدا کی نشانیوں سے پردہ اٹھتا جاتا ہے اور قدرت الٰہی کی ایسی ایسی شہادتیں سامنے آتی رہتی ہیں کہ عقل سلیم کے لئے خدا کی ذات پر ایمان لانے اور اس کی ہستی کے سامنے سربسجود ہونے کے سوا چارہ نہیں رہتا، اور نہ معلوم قدرت کی اور کیا کیا نشانیاں ہیں جو آئندہ نگاہوں کے سامنے آتی رہیں گی۔

قدرت کی ایک انمول نشانی

ان ہی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی مرد وعورت کے اختلاط سے بچہ کا وجود میں آنا ہے، حق جل مجدہ نے اولاد کو ایک عظیم نعمت قرار دیا، اور نیک بندوں کی صفات کو بیان کرتے ہوئے ان کی زبانی اولاد کی اہمیت کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

والذین یقولون ربنا هب لنا من ازوا جنا و ذریتنا قرة اعین وجعلنا للمتقین اماما(الفرقان : ٧٤)

اور وہ ایسے ہیں کہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما

اور ہم کو متقیوں کا افسر بنا۔

اور یہ دعاء بھی انہی نیک بندوں میں سے ایک سے قرآن پاک نے نقل کیا ہے:

فهب لی من لدنك وليا يرثنى ويرث من آل يعقوب وا جعله رب رضيا (مریم : ۵، ٦)

سو آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے ایک ایسا وارث دیجئے کہ وہ میرا وارث بنے اور یعقوب کے خاندان کا وارث بنے اور اس کو اے میرے رب پسندیدہ بنائیے۔

ان آیات کی روشنی میں اولاد کی اہمیت وافادیت بالکل واضح اور ظاہر ہے؛ لیکن یہ بھی ایک روشن حقیقت ہے کہ زمانہ جتنا نبی کے عہد سے دور اور قیامت کے قریب ہوتا جائے گا ، اتنی ہی آزمائشیں دروازے پر دستک دیں گی، اور شیطان اپنے فریبی جال میں پھانسے گا، انہی دستکوں اور شیطانی جالوں میں سے ایک ضبط تولید کا مسئلہ بھی ہے، ضبط تولید کا اصل مقصد نسل انسانی کی افزائش کو روکنا ہے۔

ضبط تولید

صبط تولید کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے؛ بلکہ مختلف ضرورتوں کے تحت مختلف صورتوں سے ہر زمانہ اور ملک میں یہ زیر بحث آتا رہا ہے؛ لیکن دور جدید میں اس تحریک کو عالمی شہرت کچھ اس طرح ہوئی کہ اٹھارہویں صدی ہجری کے اواخر میں یورپ میں ایک تحریک چلائی گئی، اور اس کا پہلا محرک غالباً انگلستان کا مشہور ماہر معاشیات مالتھوس (Malthus) تھا، اس کے عہد میں انگریزی قوم کی روز افزوں خوشحالی کے سبب سے انگلستان کی آبادی تیزی کے ساتھ بڑھنی شروع ہوئی، آبادی میں اس غیر معمولی اضافہ کو دیکھ کر اس نے حساب لگایا کہ زمین پر قابل سکونت جگہ محدود ہے، لیکن انسانی نسل کی افزائش غیر محدود ہے، اگر نسل اپنی فطری رفتار کیساتھ

بڑھتی رہی تو زمین اس کے لئے تنگ ہو جائے گی، اور نسل انسانی کی کفایت نہ کر سکے گی، اس غرض کے لئے اس نے برہم چرچ کے قدیم طریقہ کو رائج کرنے کا مشورہ دیا، یعنی بڑی عمر میں شادی کی جائے اور ازدواجی زندگی میں ضبط نفس سے کام لیا جائے، یہ خیالات پہلی مرتبہ ۱۷۹۸ء میں اس نے ایک رسالہ آبادی اور معاشرے کی آئندہ ترقی پر اس کے اثرات میں پیش کئے تھے، اس کے بعد فرانسس پلاس نے اور اس کے بعد ڈاکٹر چارلس نولٹن نے ۱۸۳۳ء میں آواز بلند کی۔

اس تحریک کو ابتداء میں کچھ زیادہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی، لیکن چارلس بریڈلا نے ڈاکٹر نولٹن کی کتاب ''ثمرات فلسفہ'' کو اتنا فروغ دیا اور اتنی شہرت دی کہ ملک کا ہر چھوٹا بڑا اس فعل قبیح سے آگاہ ہو گیا اور یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ انسان معصیت کی طرف بمقابلہ نیکی کے بہت جلد مائل ہوتا ہے، چنانچہ لوگ اس کی طرف ٹوٹ پڑے؛ لیکن سب سے بڑی وجہ صنعتی انقلاب تھا، یعنی یورپ نے جب بڑی بڑی مشینیں ایجاد کیں تو لوگ دیہاتوں اور قریوں سے شہروں میں منتقل ہونے لگے، ابتداء میں تو کچھ زیادہ فرق نہیں پڑا؛ لیکن کچھ عرصہ بعد معاش کی تنگی اتنی زیادہ بڑھ گئی کہ باپ کا اپنی اولاد کو اور شوہر کا اپنی بیوی کو پالنا مشکل ہو گیا، بالآخر عورتوں کو کمانے کے لئے میدان میں آنا پڑا اور دفتروں میں ان کا کافی وقت صرف ہونے لگا، جس کی وجہ سے ان کے لئے افزائش نسل مشکل ہو گیا، نیز جدید تہذیب وتمدن نے بھی ایسے اسباب فراہم کر دئے جس کی وجہ سے افزائش نسل اور اولاد کی تربیت غیر ممکن سی ہو گئی، جن کی تفصیل اس موضوع کی کتابوں میں موجود ہے۔

شرعی حیثیت

مسئلہ کی نوعیت سامنے آجانے کے بعد اب دیکھا جائے کہ اس کا حل شریعت اسلامی میں موجود ہے یا نہیں، یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ شریعت کا مدار کتاب اللہ اور سنت رسول

اللہ پر ہے، عہد رسالت اور زمانہ نزول قرآن میں بھی ضبط ولادت کی مختلف صورتیں زیر بحث آتی رہی ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ پیش بھی ہوئے اور زبان حق ترجمان سے ان کے جوابات بھی جاری ہوئے ؛ ایک مسلمان کو کسی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے سب سے اہم یہی ارشادات ہیں، انہی کی روشنی میں کوئی مسئلہ شرعی حیثیت سے طے ہوسکتا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ضبط تولید کی شکلیں ذکر کردی جائیں، پھر ہر ایک کا حکم بالترتیب درج کیا جائے ؛ تاکہ ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ حکم سمجھنا آسان ہو۔

ضبط تولید کی صورتیں

قرآن و حدیث میں غور کرنے سے اس مسئلہ کی دو صورتیں سامنے آتی ہیں، ایک دائمی ضبط تولید یعنی کوئی ایسی صورت اختیار کرنا جس کے سبب دائمی طور پر انسان اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ختم کرلے، دوسرا ''عارضی ضبط تولید'' یعنی اولاد پیدا کرنے کی قابلیت باقی رہتے ہوئے کوئی ایسی صورت اختیار کرنا جس سے حمل قرار نہ پائے۔

دائمی ضبط تولید

اسلام میں دائمی ضبط تولید بالکل ناجائز وحرام ہے، چنانچہ علامہ عینی تحریر فرماتے ہیں:

وھو ای قطع النسل محرم بالاتفاق (۲)

قطع نسل کا ہر عمل بالاتفاق حرام ہے۔

اس کی جو صورت قرن اول میں معروف تھی وہ ''اختصاء'' ہے (یعنی خصیتین نکلوا کر قوت مردمی ختم کر دینا) حدیث شریف میں اس سلسلہ کے چند سوالات آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے، سب کے جواب میں آپ نے اس عمل کو سختی سے منع فرمایا اور حرام قرار دیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے،

جوانی کے تقاضے سے ہمیں جنسی خواہش پریشان کرتی تھی، اس لئے ہم نے آپ ﷺ سے اس کی اجازت چاہی کہ ہم (اختصاء) کے ذریعہ قوت مردمی کو قطع کر دیں، تاکہ اس سے آزاد ہوکر جہاد کے کام کریں، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا: پھر اس فعل کے حرام ہونے کے متعلق قرآن کریم کی آیت پڑھی:

یا ایھا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ
لکم و لا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (الانعام :
۸۷)

اے ایمان والو! اللہ تعالی نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں
ان میں لذیذ چیزوں کو حرام مت کرو، اور حد سے آگے مت نکلو، بے
شک اللہ تعالی حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

اسی طرح کا سوال حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عثمان بن مظعونؓ نے بھی نبی کریم ﷺ سے کیا اور جواب نفی میں ملا (۴)

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی ایسی صورت اختیار کرنا جس سے جنسی خواہش ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے، مطلقا ناجائز وحرام ہے

عارضی ضبط تولید

عارضی ضبط تولید کی جو صورت صدر اول میں معروف تھی اسے عزل کہا جاتا ہے، یعنی ایسی صورت اختیار کرنا جس سے مادہ تولید رحم میں نہ پہونچے، خواہ مرد کوئی صورت اختیار کرے، یا عورت فم رحم کو بند کرنے کی کوئی تدبیر کرے، یہ دونوں شکلیں قدیم زمانے سے معروف ہیں، بعض صحابہ کرام سے خاص خاص ضرورتوں کے ماتحت ایسا کرنا منقول ہے، اور رسول کریم ﷺ نے جو ارشادات اس کے متعلق مختلف سوالوں کے جواب میں فرمائے ہیں،

وہ ایسے ہیں کہ نہ ان سے صاف طور پر ممانعت معلوم ہوتی ہے اور نہ صریح طور پر جائز ہونا مستفاد ہوتا ہے، البتہ اتنا ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس عمل کو پسند نہیں فرمایا؛ اسی وجہ سے اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ عمل فی نفسہ ناپسندیدہ ہے، مگر خاص خاص ضرورتوں کے تحت اجازت بھی دی جاسکتی ہے، اور اگر کسی غرض فاسد کی وجہ سے کی جائے تو ناجائز ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں:

كنا نعزل والقرآن ينزل (٥)

ہم عزل کیا کرتے تھے درآں حالیکہ قرآن کے نزول کا سلسلہ جاری تھا۔

ان ہی کی ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

كنا نعزل على عهد النبى ﷺ والقرآن ينزل (٦)

ہم نبی ﷺ کے زمانہ میں عزل کرتے تھے، درآں حالیکہ قرآن کے نزول کا سلسلہ جاری تھا۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے روایت کے راوی حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں:

لوكان شيئا ينهى عنه لنهانا عنه القرآن (٧)

اگر یہ کوئی ایسی چیز ہوتی جس سے منع کیا جانا ضروری ہوتا تو قرآن ضرور اس سے منع کرتا۔

اس کے مقابلہ میں آپ ﷺ کی دوسری احادیث ہیں جن سے اس فعل کی ممانعت کا اشارہ نکلتا ہے، اس سلسلہ میں سب سے صریح مسلم کی روایت ہے، آپ ﷺ سے ایک موقع پر عزل کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ذالك الوا د الخفى ، یہ چھوٹے پیمانے پر زندہ درگور کرنے کے برابر ہے(۸)

بعض دوسری روایات میں آپ ﷺ کے انداز کلام کا بھی یہی منشاء سمجھا گیا، حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں:

سئل النبی ﷺ عن العزل فقال لا علیکم ان لا تفعلوا ذاکم فانما هو القدر (۹)

نبی ﷺ سے عزل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا نقصان ہے اگر تم ایسا نہ کرو، اصلی چیز تو قضاء وقدر کا فیصلہ ہے۔

اس کے ایک راوی محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں:

قوله لا علیکم اقرب الی النهی (۱۰)

آپ کا یہ فرمانا کہ تمہارا کیا نقصان ہے اگر تم ایسا نہ کرو، ممانعت سے زیادہ قریب ہے۔

عام فقہائے امت کا رجحان ان تمام روایات حدیث کو دیکھنے کے بعد یہی ہے کہ یہ عمل مکروہ وناپسندیدہ ہے، اور اجتماعی طور پر اس کی ترویج جائز نہیں ہے، البتہ عذر اور مجبوری کے حالات ہر جگہ مستثنیٰ ہوا کرتے ہیں، لہذا خاص خاص اعذار کی حالت میں یہ کراہت باقی نہ رہے گی۔

عارضی منع حمل اور جواز کی صورتیں

عارضی منع حمل تدابیر مثلاً نرودھ، لوپ، دوا یا مرہم کے استعمال کی درج ذیل صورتوں میں گنجائش ہے۔

۱) دو بچوں کے درمیان مناسب وقفہ دینے کے لئے تاکہ ہر بچہ کو ماں کی طرف سے پوری توجہ اور نگہداشت مل سکے، مثلاً بچہ ایام رضاعت میں ہے، اور استقرار حمل ہوگیا تو اس

بچہ کے لئے ماں کا دودھ مضر ثابت ہوگا، جس سے فطری طور پر اس کے بدن ومزاج میں ضعف و کمزوری پیدا ہوسکتی ہے۔ چنانچہ ملاعلی قاریؒ حدیث رسول:

لا تقتلوا اولادکم سرا؛فان الغیل یدرك الفارس فید عثره عن فرسه (۱۱)

اپنی اولاد کو فعل مخفی کے ذریعہ ہلاک نہ کرو؛ کیونکہ غیل ایسی مضر چیز ہے کہ وہ گھوڑسوار کو اس کے گھوڑے سے پچھاڑ دیتی ہے اور گرادیتی ہے، یعنی بچہ کے اندر غیل کا اثر اس کے بڑے ہونے کے بعد بھی نہیں جاتا۔

کی تشریح کے ذیل میں لکھتے ہیں:

توضیحة ان المراۃ اذا جومعت وحملت فسد لبنها واذا اعتذی به الطفل بقی سوء اثره فی بدنه وافسد مزاجه الخ (۱۲)

اس کی توضیح یہ ہے کہ عورت سے جب جماع کیا جائے اور حاملہ ہو جائے تو اس کے دودھ میں ایک قسم کی خرابی پیدا ہوجاتی ہے اور بچہ جب اس سے غذا حاصل کرتا ہے تو اس کا برا اثر اس کے بدن میں باقی رہتا ہے اور اس کے مزاج میں ایک قسم کا فساد پیدا ہوجاتا ہے۔

نیز ماں کی بھرپور نگہداشت نہ ہونے کی وجہ سے اس کا بہت امکان ہے کہ دونوں بچوں کی صحت متاثر ہوجائے اور ایام طفولیت ورضاعت کا ضعف آخری عمر تک باقی رہ جائے، جس کی جانب حدیث مذکور میں اشارہ موجود ہے۔

۲) بچے کی پیدائش ماں کی جسمانی یا دماغی صحت یا اس کی زندگی کے لئے خطرناک ہو، اور خطرہ واقعی اور ظن غالب کے درجہ میں ہو۔

خــاف ای غــلــب عــلــی طـنـه بتـجـربة ســابـقة
اواخبارطبیب مسلم حا ذق (۱۳)

اور خوف ہو یعنی پہلے تجربہ سے غالب گمان ہو یا کسی مسلمان ماہر طبیب نے غالب گمان ظاہر کیا ہو محض معمولی یا موہوم نہ ہو۔ چنانچہ الاشباہ والنظائر میں ہے:

مشـقة خـفيفة كا دنی و جع فی اصبع وا دنی صدا ع
فـی الـراس او سـوء مـزا ج خـفيف فهذا لا اثر لـه ولا
التفات اليه (۱٤)

معمولی تکلیف جیسا کہ انگلی میں درد کا ہونا یا سر چکرانا یا طبیعت کا تھوڑا بہت بگڑ جانا، یہ وہ چیزیں ہیں جن کا کوئی اثر نہیں اور نہ ان کی طرف توجہ دی جائے گی۔

۳) بچے کے بارے میں خطرہ ظن غالب کے درجہ میں ہو کہ وہ خطرناک موروثی امراض مثلاً تشنج، ذہنی ناکارہ پن، جسم کا عمر کے اعتبار سے نشو ونما نہ پانا وغیرہ میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر (البقره:۱۸۵)

اللہ تعالی کو تمہارے ساتھ آسانی منظور ہے، دشواری منظور نہیں۔

نیز فقہ کا ایک مشہور قاعدہ ہے:

الضرورات تبيح المحظورات (١٥)

ضرورتوں کی وجہ سے ممنوعات مباح ہوجاتی ہیں

عارضی منع حمل اور عدم جواز کی صورتیں

درج ذیل صورتوں میں عارضی منع حمل کی بھی گنجائش نہیں ہے:

۱) معاشی اسباب کے تحت تا کہ ہر بچہ کا مستقبل بہتر ہو، یہ عذر شرعی نہیں، کیونکہ

معاش کے اعتبار سے مستقبل کی بہتری اللہ تبارک وتعالی نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے، اس لئے اس کے واسطے عزل وغیرہ عارضی مانع حمل تدابیر کو اختیار نہیں کیا جاسکتا، پیدا ہونے والے بچہ کے متعلق یہ ایسی فکر وتشویش ہے، جسے انسان نے بلاوجہ اپنے اوپر لا دلیا ہے۔

ومامن دابة فی الارض الا علی الله رزقها (هود: ٦)

اور کوئی جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو۔

وکاین من دابة لا تحمل رزقها الله یرزقها وایاکم (العنکبوت: ٦٠)

اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے، اللہ ہی ان کو روزی پہونچاتا ہے اور تم کو بھی۔

قل ان ربی یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر ولکن اکثر الناس لا یعلمون (سبا: ٣٦)

کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے، لیکن اکثر لوگ واقف نہیں۔

۲) موجودہ دور کے فیشن ''چھوٹا خاندان'' کے لئے بھی یہ تدابیر جائز نہیں ''چھوٹا خاندان'' کا تصور اسلام کے مزاج وماحول سے ہم آہنگ نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم (١٦)

تم ایسی عورتوں سے شادی کرو جو زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچہ جننے والی ہو، اس لئے کہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دیگر امتوں پر فخر

کروں گا۔

گویا اسلام کے نزدیک مرغوب بڑا خاندان ہے نہ کہ چھوٹا خاندان۔

۳) پیشہ ورانہ اسباب مثلاً ملازمت وغیرہ کی وجہ سے بیوی اپنے کریئر کو باقی رکھنا چاہتی ہے، یہ چیز بھی عذر نہیں، کیونکہ ملازمت اور کسب معاش وغیرہ عورت کے ذمہ نہیں، مردوں کے ذمہ ہے، عورت جب تک نابالغ ہے، اس کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے، بالغ ہوگی، شادی ہوگی تو نفقہ شوہر کے ذمہ ہوگا، اگر شوہر نہ رہے، اولاد ہو تو اولاد کے ذمہ ہے اور اولاد نہ ہو تو پھر باپ بھائی وغیرہ کے ذمہ ہو جائے گا، خلاصہ یہ کہ عورت کے تخلیقی فرائض انتظام خانہ داری اور پرورش اولاد ہیں، ان امور میں خلل ڈال کر کیریئر کو باقی رکھنے کا عذر، عذر شرعی نہیں بن سکتا، البتہ اگر کوئی عورت اپنی گھریلو پریشانیوں اور معاشی کمزوریوں کے تحت کمانے اور ملازمت کرنے پر مجبور ہو، تو اس کے لئے جواز کی گنجائش ہے۔

۴) حسن و جمال کا باقی رکھنا یہ اس وقت عذر بن سکتا ہے، جب شوہر بداخلاق ہو، حسن و جمال میں کمی آنے کی وجہ سے اس کی بداخلاقی اور بے مروتی بڑھ جانے کا اندیشہ ہو، اگر شوہر کے بارے میں اس طرح کا اندیشہ نہ ہو تو محض حسن و جمال عذر شرعی نہیں ہے۔

۵) عورت کی سیاسی وسماجی دلچسپیاں ہوں اور کثرت اولاد اس کی ان دلچسپیوں میں حارج و مانع ہوں، جس کی وجہ سے وہ منع حمل کی عارضی تدابیر اختیار کرے تو شرعاً یہ بھی جائز نہیں، کیوں کہ یہ امور عورت کے لئے سخت ناپسندیدہ ہے خصوصاً جب کہ ان کی وجہ سے عورت کے تخلیقی فرائض متاثر ہوں۔

۶) اس نیت سے بھی منع حمل تدابیر کا اختیار کرنا جائز نہیں کہ کہیں لڑکی نہ پیدا ہو جائے، یا عورت اس خیال سے بچنا چاہتی ہے کہ بچہ کی دیکھ بھال کرنی پڑے گی، اس کے پیشاب پاخانہ میں آلودہ ہونا پڑے گا، یا دردزہ، نفاس کی مشقت اور بچوں کو دودھ پلانے کی زحمت سے دوچار ہونا پڑے گا۔

خلاصہ کلام

خلاصہ یہ کہ کوئی بھی ایسا عمل جس کا مقصد نسل انسانی کے سلسلہ کو منقطع یا محدود کرنا ہو اسلام کے بنیادی تصورات کے خلاف اور ناجائز ہے، لہذا برتھ کنٹرول کو عمومی اور حکومتی طور پر شہرت دینا خلاف شرع ہے، اسی طرح غیر عذر شرعی کو عذر شرعی شمار کرنا اور ضبط تولید کرنا بھی ناقابل تسلیم امر ہے جو ممدوح نہیں۔

حوالہ جات

(۱)الدر المنثور فی الاحادیث: رقم الحدیث:۳۹۳

(۲)عمدۃ القاری باب ما یکرہ من التبتل:۲۰/۲۷،داراحیاء التراث العربی)

(۳)بخاری شریف، باب ما یکرہ من التبتل والخصاء حدیث:۵۰۷۵

(۴)بخاری شریف حدیث نمبر:۵۰۷۳،۵۰۷۴

(۵)سنن کبری، بیہقی رقم الحدیث:۱۴۳۰۳

(۶)ابن ماجہ، حدیث نمبر:۱۹۲۷

(۷)فتح الباری، حدیث:۵۲۰۷،دارالمعرفہ)

(۸)مسلم شریف حدیث نمبر:۱۴۱

(۹)مسلم حدیث نمبر:۱۴۳۸،

(۱۰)مسلم حدیث نمبر:۱۴۳۸(۱۱)ابوداؤد حدیث نمبر:۳۸۸۱

(۱۲)مرقاۃ المفاتیح باب المباشرۃ :۵/۲۰۹۵،دارالفکر)

(۱۳)شامی باب صلوۃ المریض:۲/۹۶،دارالفکر)

(۱۴)الاشباہ والنظائر ص:۱۰۵، یاسر ندیم)

(۱۵)الاشباہ والنظائر:۱۴۰، یاسر ندیم)

(۱۶)ابوداؤد حدیث نمبر:۲۰۵۰،

اسقاط حمل فقہ اسلامی کی روشنی میں

مولوی سید عبدالرافع قاسمی

حمل کے گرادینے اوراس کے ضائع کردینے کو اسقاط حمل کہا جاتا ہے۔ بہ ظاہر عہد صحابہ میں اسقاط حمل کی صورت نہیں پائی جاتی تھی، لیکن فقہاء کرام نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے، اور عزل کے حکم پر قیاس کرتے ہوئے اس کے احکام بیان فرمائے ہیں، مقصد کے لحاظ سے گو عزل واسقاط حمل دونوں متحد ہیں، لیکن اسباب کے اعتبار سے دونوں مختلف ہیں، عزل میں اولاد سے اعراض سبب بعید کے درجہ میں ہے، اور اسقاط میں اولاد سے اعراض سبب قوی اور قریب کے درجہ میں ہے(۱)

اسقاط حمل مزاج شریعت کے خلاف ہے

رحم مادر میں ایک نطفہ کے قرار پاجانے کے بعد اس کی نوعیت مختلف ہوجاتی ہے، اب مرد وزن کے علاوہ تیسری جان کا مسئلہ پیش آجاتا ہے، اس لئے شریعت یہاں پر پابندی لگاتی ہے، یعنی اب اسے کسی صورت میں ساقط نہیں کیا جاسکتا، یہ اسقاط ایک طرح کا ارتکاب جرم اور قتل اولاد ہوگا۔

بعض فقہاء نے اسقاط حمل کی اجازت چار مہینہ کی مدت کے اندر اندر دی ہے، ان کے پیش نظر رحم مادر میں نطفہ کے قرار پانے کے مختلف مراحل ہیں، لیکن جمہور فقہاء عدم

جواز کے قائل ہیں، ان حضرات کی رائے مزاج اسلامی سے زیادہ ہم آہنگ ہے، حضرت غامدیہؓ کے واقعہ سے بھی اس کو تقویت ملتی ہے، حضرت غامدیہؓ نے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاملہ ہونے کی حالت میں زنا کا اعتراف کیا تھا، صحابہ کرامؓ کے احساس گناہ اور فکر آخرت کے عمومی حالات کے اعتبار سے اندازہ یہی ہے کہ انہوں نے صدور زنا کے فوری بعد یہ اعتراف کیا ہوگا، لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے استقرار حمل ہونے کی بناء پر انہیں سنگسار نہیں فرمایا، بلکہ وضع حمل تک سزا کو ملتوی فرما دیا، اس سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ استقرار حمل کے بعد کسی بھی مرحلہ میں اس کو ساقط کرنا مزاج شریعت کے خلاف ہے، ہاں جن فقہاء نے اباحت کی رائے دی ہے، ان کی رائے کو عذر پر محمول کیا جا سکتا ہے (۱)

اسقاط حمل کی صورتیں

اسقاط حمل کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ حمل میں جان پڑ جانے کے بعد اسقاط

۲۔ حمل میں جان پڑنے سے قبل اور اعضاء کی تخلیق کے بعد اسقاط

۳۔ اعضاء کی تخلیق سے قبل اسقاط

پہلی صورت

۱۲۰/ دن یعنی چار ماہ کے بعد حمل میں جان پڑ جاتی ہے، البتہ عبداللہ ابن عباسؓ سے چار ماہ دس دن کے بعد جان پڑنے کی روایت منقول ہے جس کو امام احمدؒ نے اختیار کیا ہے، اور جس کو علامہ شامی نے بھی ذکر کیا ہے (۳)

اور فقہاء نے صراحت کی ہے کہ حمل میں جان پڑ جانے کے بعد بالاتفاق اس کا اسقاط جائز نہیں، لہذا نفخ روح یعنی چار ماہ بعد باتفاق علماء اور چار ماہ دس دن بعد بروایت عبداللہ بن عباسؓ اسقاط جائز نہیں ہے، اور اس صورت میں حمل کا اسقاط قتل نفس کے مرادف

ہوگا۔(۴)

مجبوری کی حالت کا حکم

البتہ اگر حمل میں جان پڑ جانے کے بعد عورت کی صحت بالکل خراب ہو جائے اور ماہر تجربہ کار ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق اسقاط کے بغیر اس کی جان بچانا ممکن نہ ہو تو اھون البلیتین (۵) یعنی دو مصیبتوں میں سے آسان مصیبت کو اختیار کیا جائے گا، اور اس جیسے مسلمہ اصول کے پیش نظر عورت کی جان بچانے کی غرض سے اسقاط کی اجازت ہوگی، اس لئے کہ عورت کی جان کا ضیاع بڑا ضرر ہے اور جنین کا اسقاط اہون ہے، کیونکہ عورت کا وجود مشاہد ہے اور جنین کا وجود غیر مشاہدہ عورت کا وجود متیقن ہے اور جنین کا وجود غیر متیقن ہے، اس لئے ایک مشاہدہ اور متیقن وجود کو بچانے کے لئے ایک غیر مشاہد اور غیر متقین وجود کو ضائع کیا جاسکتا ہے(۶)

دوسری صورت

دوسری صورت یعنی اعضاء کی تخلیق کے بعد اور جان پڑنے سے قبل بھی صحیح قول کے مطابق اسقاط جائز نہیں ہے، علامہ حصکفیؒ المتوفی ۱۰۸۸ھ فرماتے ہیں:

> اور مکروہ ہے حمل کو ساقط کرنے کے لئے دواء پلانا، اور یہ مطلق ہے، خواہ ضرر سے پہلے ہو یا اس کے بعد ہو، خانیہ میں اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے۔(۷)

ایک جگہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں :

> اعضاء کے ظہور سے پہلے بھی اسقاط مکروہ ہے؛ کیونکہ مادہ منویہ کے رحم میں جانے کے بعد اب اس کا مآل حیات اور زندگی ہے، لہذا وہ زندہ وجود کے حکم میں ہوگا، جیسا کہ حرم کے شکار کے انڈے کا حکم ہے(۸)

بلکہ شوہر اپنی بیوی کے پیٹ پر مار کر حمل ساقط کردے، تو اس کے عاقلہ پر غرہ واجب ہوگا، اسی طرح اگر عورت دواء وغیرہ کے ذریعہ حمل ساقط کردے تو عورت کے عاقلہ پر غرہ واجب ہوگا (۹)

اور ایک جان قتل کرنے کا گناہ ہوگا، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

> اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اسقاط کا گناہ قتل کا گناہ ہے، اگر اس کی خلقت ظاہر ہوجائے اور وہ اس کے فعل سے مرجائے (۱۰)

البتہ اگر عورت کی جان کا خطرہ ہو تو اس صورت میں بھی اسقاط کی اجازت ہوگی، جیسا کہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں مرجائے اور اس کے نکالنے کا راستہ نہ ہو اور نہ نکالنے کی صورت میں ماں کی جان جانے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں ماں کی جان بچانے کی غرض سے بچہ کو کاٹ کاٹ کر نکال لینا جائز ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے:

> اور جب لڑکا حاملہ کے پیٹ میں ہو اور لڑکے کو نکالنے کا کوئی راستہ نہ ملے سوائے اس کے کہ بچہ کو کاٹ کاٹ کر نکالا جائے اور اگر ایسا نہ کیا تو ماں کی جان کے نقصان کا خوف ہے، تو فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر بچہ پیٹ میں مرچکا ہو تو کاٹ کاٹ کر نکالنے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر وہ زندہ ہو تو بچہ کو کاٹ کاٹ کر نکالنا جائز نہیں ہے (۱۱)

جب جان پڑ جانے کے بعد جنین مرجائے تو ماں کی جان کو ہلاکت سے بچانے کے لئے اس جنین کو کاٹ کاٹ کر نکالنے کی اجازت ہے، تو جان پڑنے سے قبل اس عظیم مقصد کے لئے بدرجہ اولی اس کی اجازت ہوگی۔

تیسری صورت

حمل کا استقرار ہوجانے کے بعد بلا عذر شرعی اس کا اسقاط جائز نہیں ہے، خواہ اعضاء

کی تخلیق ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، اس لئے کہ اس کا مستقبل زندگی ہے، لہذا اس کو بھی زندہ کا حکم دیا جائے گا، جیسا کہ محرم اگر انڈے کو توڑ دے تو زندہ شکار مارنے کا حکم دیا جائے گا، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

> مادۂ منویہ کے رحم میں جانے کے بعد اب اس کا مآل حیات اور زندگی ہے؛ لہذا وہ زندہ وجود کے حکم میں ہوگا، جیسا کہ حرم کے شکار کے انڈے کا حکم ہے (۱۲)

البتہ اگر کوئی شرعی عذر ہے مثلاً استقرار حمل کی وجہ سے عورت کا دودھ ختم ہو جائے اور بچہ کے والد کے پاس اتنی مالی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ دایہ رکھ کر بچے کو دودھ پلوا سکے، جس کی وجہ سے لڑکے کی ہلاکت کا اندیشہ ہے، یا طبی آلات کے ذریعہ یہ یقین ہو جائے کہ اس حمل کے ذریعہ پیدا ہونے والا بچہ کسی خطرناک موروثی مرض، کوئی خلقی نقص اور جسمانی اعتبار سے غیر معتدل ہوگا، یا ماں کی جان کا خطرہ ہو، یا ماں کی جسمانی صحت، یا دماغی توازن کے متاثر ہونے کا قوی اندیشہ ہو یا اور اس قسم کے دیگر شرعی عذر کی ووجہ سے اعضاء کی تخلیق سے قبل اسقاط کی اجازت ہوگی، کیوں کہ شریعت کا اصول ہے، ضرر ونقصان قابل ازالہ ہے، کوئی معاملہ جب تنگ اور حرج والا ہو جائے تو اس میں وسعت اور گنجائش پیدا ہو جاتی ہے، علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

> اسقاط جائز ہے، جب تک کہ حمل متصور نہ ہو، علامہ شامیؒ نے عذر کے تحت لکھا ہے، مثلاً: دودھ والی عورت جب وہ حاملہ ہو جائے اور اس کا دودھ ختم ہو جائے اور بچہ کے والد کی اتنی استطاعت نہ ہو کہ وہ دایہ کو اس کی اجرت دے سکے، جس کی وجہ سے لڑکے کی ہلا کت کا خوف ہو تو فقہاء مباح کہتے ہیں، اسقاط حمل کو جب تک کہ وہ مضغہ ہو یا علقہ ہو اور حمل کا کوئی عضو پیدا نہ ہوا ہو، اور فقہاء نے

اس مدت کا اندازہ ایک سو بیس دن سے کیا ہے (اس سے قبل اسقاط
) جائز ہے، اس لئے کہ وہ آدمی نہیں ہے اور اسی میں آدمی کی
حفاظت ہے (۱۳)

اور فتاوی عالمگیری میں ہے:

حمل کو ساقط کرنے کے لئے تدبیر کرنا جب کہ اس کی خلقت ظاہر ہوگئی
ہو جیسے کہ بال، ناخن اور ان جیسے جائز نہیں ہے، اور اگر خلقت ظاہر
نہ ہوئی ہو تو جائز ہے، (۱۴)

تنگئ معاش یا مسئلہ رزق

معاشی اسباب کے تحت تا کہ ہر بچہ کا مستقبل بہتر ہو، یہ عذر شرعی نہیں اور اس کی وجہ سے قطعاً اسقاط کی اجازت نہیں دی جاسکتی، نہ ہی نفخ روح یعنی ایک سو بیس دن سے پہلے اور نہ ہی نفخ روح یعنی ایک سو بیس دن کے بعد، کیونکہ معاش کے اعتبار سے مستقبل کی بہتری اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے، ارشاد باری ہے:

ومامن دابة فى الا رض الا علـى الله رزقها (هو د
٦:)

روئے زمین پر کوئی چوپایہ نہیں، مگر اللہ کے ذمہ اس کا رزق ہے،

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وجعلنا لكم فيها معايش ومن لستم له برازقين وان
من شـى ء الا عند ناخزائنة ومانـنزله الا بقدر معلوم
(الحجر : ٢٠)

اور ہم نے تمہارے واسطے اس میں معاش کے سامان بنائے اور ان

کو بھی معاش دی کہ جن کو تم روزی نہیں دیتے اور جتنی چیزیں ہیں
ہمارے پاس سب کے خزانے ہیں اور ہم اس کو ایک معین مقدار سے
اتارتے رہتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ نے صاف واضح فرمایا ہے کہ انہوں نے اس کائنات میں انسان اور دوسرے تمام مخلوقات کے لئے معیشت کے لامحدود خزانے رکھ دیئے ہیں، اور ان کے پاس ہر چیز کے غیر متناہی خزانے ہیں، البتہ ان خزانوں کا انکشاف متعین اور محدود مقدار میں کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات سے واضح طور پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ خاندان کا ہر نفس اپنے حصہ کا رزق اپنے ساتھ لاتا ہے اور کوئی فرد دوسرے کے رزق کا ذمہ دار نہیں، چونکہ اللہ تعالیٰ ازل و ابد میں عالم ہے، اس لئے اللہ نے ان آیتوں کو نازل فرما کر بنی آدم کو مطمئن کر دیا کہ انسانی نسل کے اضافہ سے کوئی روزی کی فکر اور وہمِ باطل کا شکار نہ بنے، اور احادیث کے تتبع سے اس سے بڑھ کر یہ بات ملتی ہے کہ خاندان کی وسعت قلت رزق کا باعث نہیں؛ بلکہ کشادگی رزق کا باعث ہے، اس لئے بارگاہ نبوی سے یہ ہدایت کی گئی ہے کہ رزق کو نکاح کے ذریعہ تلاش کرو (۱۵) اور کثرت عیال کو موجب برکت قرار دیا ہے کہ جس گھر میں چھوٹے بچے نہ ہوں اس میں برکت نہیں۔ (۱۶)

حافظ ابن کثیر نے صحیحین سے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی ایک روایت نقل کی ہے جس میں شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ اسی کو کہا گیا ہے کہ معاشی پریشانی کے خدشہ سے اولاد کو قتل کیا جائے (۱۷)

خلاصہ یہ ہے کہ معاشی تنگی و بدحالی کے اندیشہ سے اسقاط حمل کرانا اللہ پر اعتماد اور اس کی رزاقیت پر ایمان رکھنے کے صریح منافی ہے، اس لئے غیر شرعی اور بے بنیاد مقصد کے پیش نظر اسقاط حمل ناجائز اور حرام ہے۔

حمل بالزنا کا اسقاط

اگر زنا بالجبر کے نتیجہ میں حمل ٹھہر جائے اور اس پر چار ماہ گذر گئے ہوں اور وہ عورت کنواری ہو تو اس صورت میں اسقاط کی اجازت ہونی چاہئے تا کہ وہ بے چاری ایک غیر ارادی فعل کی وجہ سے ازدواجی زندگی کی نعمت سے ہمیشہ کے لئے محروم نہ ہو اور اگر حمل زنا بالرضاء کے نتیجہ میں ہو اور اس حمل پر چار ماہ نہ گذرے ہوں، تو بھی اسقاط کی اجازت نہیں ہوگی (۱۸)

تحدید نسل کے ملکی قانون کی بناء پر اسقاط

جہاں تک ملکی قانون پر عمل کرنے کی بات ہے تو یہ بات ذہن نشین رہے کہ حکومت وقت کے وہ قوانین جو شریعت مطہرہ کے مخالف نہ ہوں، نیز ان پر عمل کرنے میں خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ ہوتی ہو، تو ان پر عمل کرنا لازم ہے ورنہ ان قوانین پر عمل صحیح نہیں ہے، حضرت حسنؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں (۱۹)

اور علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

> سلطان کا حکم اسی وقت نافذ ہوگا، جب وہ شریعت کے موافق ہو ورنہ نہیں (۲۰)

الغرض ان فقہی عبارات کے پیش نظر تحدید نسل کے ملکی قانون کی بناء پر اسقاط جائز نہیں۔

ایڈز کے مرض میں مبتلا خاتون کا اسقاط حمل

ایڈز کی مریضہ خاتون کا حمل چار مہینہ کی مدت سے کم ہے، تو اسقاط جائز ہے، ورنہ نہیں، کیونکہ اب وہ بھی ایک آدمی ہے، جس طرح ایڈز زدہ مریض یا کسی آدمی کو قتل کرنا حرام ہے، اسی طرح اس کے پیٹ کے بچہ کی جان اسقاط کے ذریعہ لینا حرام ہوگا۔(۲۱)

لڑکی ہونے کی بناء پر اسقاط

استقرار حمل کے بعد طبی جانچ کے نتیجہ میں یہ معلوم ہونے پر کہ حمل لڑکی کا ہے، اس صورت میں بھی اسقاط جائز نہیں، اگر چہ ایک سو بیس دن کے اندر ہو؛ کیوں کہ یہ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کے مرادف ہے،

> وا ذا المو ؤ دة سئلت بای ذنب قتلت (التکویر : ۸،۹)
>
> اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی۔

اسقاط حمل کا پیشہ اور اس کی دوائیں فروخت کرنا

اس سلسلہ میں ایک اصول یہ ہے کہ جن صورتوں میں اسقاط حمل درست ہے تو اس میں تعاون بھی مباح ہے، لہذا ایسے معاملات میں مسلمان ڈاکٹروں کے لئے طبی تعاون کرنا جائز ہے اور بعض حالات میں بہتر ہوگا اور جن صورتوں میں اسقاط جائز نہیں ہے ان میں مسلمان ڈاکٹروں کے لئے تعاون کرنا درست نہیں ہوگا، پس اس میں مدد کرنے والے کی حیثیت اس میں ملوث ہونے والے کی ہوجائے گی، حضرت مولانا یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں:

> ضبط تولید کے عمل کرنے اور کرانے والے دونوں گنہگار ہوں گے، اور اسقاط کی ناجائز صورتوں میں ڈاکٹر کے لئے دوائیاں دینا بھی باعث گناہ ہوگا الا یہ کہ کوئی عذر شرعی ہو اور حمل میں جان پیدا نہ ہوئی ہو، یعنی چار ماہ کی مدت سے کم ہو تو اسقاط کرا سکتا ہے، ایسی خاص صورت میں ڈاکٹر بھی گناہ گار نہ ہوگا اور مانع حمل

اوراسقاط کی دوائی استعمال کرنے والا بھی گناہ گار نہ ہوگا (۲۲)

کیا اسقاط حمل قتل کے حکم میں ہے؟

اگر اسقاط نفخ روح سے پہلے ہوتو یہ قتل کے حکم میں نہیں اور بعد نفخ کے ہوتو قتل نفس کے حکم میں ہوگا، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

جب تک روح نہ آوے اسقاط حکم قتل نفس میں نہیں، لیکن بلاضرورت مکروہ ہے، اور بعد نفخ روح حرام وکبیرہ وقتل نفس زکیہ ہے (۲۳)

حوالہ جات

(۱) فتح الباری لابن حجر ۱۵/ ۸، العزل، م: دارالفکر

(۲) فقہی تحقیقات ملخصا ۱/ ۲۰، ۴۱۸، مکتبہ نعیمیہ

(۳) فتاوی شامی ۱/ ۳۰۲، دارالفکر بیروت

(۴) فتح العلی المالک ۱/ ۳۹۹، دارالمعرفہ بیروت

(۵) الاشباہ والنظائر: ۳۱۹، فقیہ الامت دیوبند

(۶) جدید فقہی تحقیقات ۱/ ۱۷۔ ۵۱۶، مکتبہ نعیمیہ

(۷) الدرالمختار مع ردالمحتار ۶/ ۴۲۹، دارالفکر

(۸) شامی ۳/ ۱۷۶، دارالفکر بیروت

(۹) المحلی بالآثار ۱۱/ ۲۳۵، دارالفکر

(۱۰) شامی ۶/ ۵۹۱، دارالفکر

(۱۱) ہندیہ ۵/ ۳۶۰، زکریا

(۱۲) شامی ۳/ ۱۷۶، دارالفکر بیروت

(۱۳) الدرالمختار مع ردالمحتار ۶/ ۴۲۹، دارالفکر

(۱۴) ہندیہ ۴/ ۱۱۲، زکریا

(۱۵) جامع صغیر ۱/ ۲۲۶، مکتبہ الامام الشافعی ریاض

(۱۶) جامع الاحادیث ۱۱/ ۱۴۳، المکتبہ الشاملہ

(۱۷) تفسیر ابن کثیر ۲/ ۲۷۵، دارطیبۃ

(۱۸) جدید فقہی تحقیقات ۱/ ۲۰۔ ۵۱۹، نعیمیہ

(۱۹) مصنف ابن ابی شیبہ: ۷/ ۳۱۷،

(۲۰) درمختار ۵/ ۴۲۲، دارالفکر

(۲۱) طبی اخلاقیات ص: ۵۳۴

(۲۲) آپ کے مسائل اوران کا حل ۷/ ۳۵۸، نعیمیہ

(۲۳) امدادالفتاوی ۲/ ۱۴۱، مکتبہ دارالعلوم کراچی

کلوننگ اور اسلام

مولوی محمد استقام الدین قاسمی

خالق کائنات نے اس عالم فانی میں انسان کو وجود میں لانے کے مختلف طریقے اختیار فرمائے ہیں، جن میں عام قانون فطرت تو یہ ہے کہ مرد وعورت کے اتصال سے انسان عدم سے وجود میں آتا ہے، اس کے علاوہ تخلیق انسانی کے اور تین طریقے ہمیں قرآن اور تفسیر سے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً:

حضرت آدمؑ کی تخلیق بغیر مرد وعورت کے ہوئی (الحجر: ۲۹) اسی طرح حضرت حواؑ کی تخلیق حضرت آدمؑ کی پسلی سے ہوئی (۱) اور حضرت عیسیٰؑ کی ولادت باسعادت بغیر مرد کے حضرت مریمؑ سے ہوئی (مریم: ۲۱، ۲۲، ۲۰)

مگر یہ تینوں طریقے عام قانون فطرت خلاف اور شاذ ونادر پائے جانے والے طریقے ہیں، لیکن آج سائنس نے تخلیق انسانی کا ایک اور طریقہ ایجاد کرلیا ہے جس کو کلوننگ کہا جاتا ہے۔

کلوننگ کیا ہے؟

کلوننگ انگریزی زبان کا لفظ ہے، جو یونانی لفظ ''کلون'' (Klon) سے ماخوذ ہے، کلون کے اصل معنی ''نئی پھوٹنے والی شاخ'' کے ہیں (۲) کلوننگ کے ایک لغوی معنی یہ بھی

ہیں: ایک ہی طرح کی دو چیزیں بنانا اور پیدا کرنا (۳)

اور اصطلاح میں کلوننگ سے مراد تخلیق کا وہ غیر فطری طریقہ ہے جس کے ذریعے ایک ہی طرح کے حیوانات یا ان کے اعضاء جزوی یا مکمل طور پر کثیر تعداد میں بنائے جا سکیں، گویا کلوننگ جینیاتی ٹیکنالوجی کی وہ قسم ہے جس میں سالمہ (Molecule) یا جانور یا پودوں کی بہت ساری نقول بنائی جا سکتی ہے، کلون ہمیشہ ایک دوسرے کی ہو بہو کاپیاں ہوتی ہیں، عام طور پر ایسے انسانوں یا جانوروں یا پودوں کو کلون کرنا مقصود ہوتا ہے، جو غیر معمولی خصوصیات کے حامل ہوں (۴) اسی لئے عربی میں اس کو استنساخ کہتے ہیں (۵) جس کا معنی ہے: فوٹو کاپی کرنا (۶)

کلوننگ کی جانب پیش رفت کی تاریخ

۱) ۱۹۵۰ء: میں پہلی بار بیل کے نطفہ کو ۷۹ C پر منجمد کر کے دوسری گائے میں منتقل کیا گیا۔

۲) ۱۹۵۲ء: میں رابرٹ برگز (Robert briggs) اور تھامس کنگ (Thomas king) نے مینڈک لاروے کے خلیوں سے پہلا حیوانی کلون بنانے کا اعزاز حاصل کیا۔

۳) ۱۹۷۸ء: میں پہلی ٹسٹ ٹیوب بے بی لوئشی (Louise) پیدا ہوئی۔

۴) ۱۹۸۳ء: میں متبادل ماں (Surrogate mother) کے رحم میں پہلی بار انسانی جنین (Embryo) کو کامیابی سے منتقل کیا گیا۔

۵) ۱۹۸۵ء: میں ریلف برنسٹر (Ralph brinster) لیبارٹری میں پہلا ٹرانس جنگ ''سور'' پیدا کیا گیا جو انسانی نشو ونما کے ہارمون بناتا تھا۔

۶) ۱۹۹۳ء: میں جارج ٹاؤن یونیورسٹی کی ایک ٹیم انسانی جنین کا کلون تیار

کرنے میں کامیاب ہوئی۔

۷) ۱۹۹۳ء میں ہیل (Hall) اور سٹل مین (Still man) نے پہلی دفعہ مصنوعی طریقے پر نمو کے مراحل طے کرنے والے جنین (Embryo) کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور ان سے جڑواں بچے پیدا کیئے۔

۸) ۱۹۹۶ء میں ایک ۶۰/ سالہ عورت نے اپنے رحم میں اپنی بیٹی کے جنین (Embryo) کو رکھ کر اس کو جنم دیا۔

۹) ۱۹۹۶ء میں روزلن انسٹیٹوٹ سکاٹ لینڈ میں بھیڑ کے جنین کے خلیوں میں سے مرکزہ نکال کر دوسری مادہ بھیڑ کے بیضوں میں منتقل کیا گیا، اس عمل کے نتیجے میں دو بھیڑیں بنام میگن اور مورگن پیدا ہوئیں (۷) اس طرح تقریبا پچاس سال تک سائنسدانوں کے یہاں لفظ کلوننگ استعمال ہوتا رہا، لیکن اس طویل عرصہ تک اس لفظ کو عوامی سطح پر زیادہ شہرت نہیں مل سکی۔

کلوننگ کی عوامی سطح پر پذیرائی

۱۰) ۱۹۹۷ء میں کلوننگ کی اصطلاح کو عوامی سطح پر سب سے زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی۔ چنانچہ اسکاٹ لینڈ میں ڈاکٹر ایان ولمٹ نے روزلین انسٹیٹوٹ کے تحت ایک ایسی بھیڑ کی پیدائش کا تجربہ کیا جس میں نر جانور سے کوئی مدد نہیں لی گئی، صرف مادہ کے ذریعہ یہ بھیڑ وجود میں آئی اور اس کا نام ڈولی رکھا گیا۔

کلوننگ کے مختلف طریقے

آج کل سائنسداں کلوننگ کے لئے تین مختلف طریقے استعمال کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱) بالغ ڈی این اے کلوننگ (Adult D.N.A Cloning)

۲) جنین کلوننگ Embryo Cloning

۳) معالجاتی کلوننگ Theraputic cloning

۱) بالغ ڈی این اے کلوننگ Adult D.N.A Cloning

بالغ ڈی این اے کلوننگ سے مراد وہ عمل ہے جس میں ایک بیضہ یا جنین (Ovum/embryo) سے اس کا D.N.A الگ کر دیا جاتا ہے اور ایک بالغ جانور یا انسان کے جسمانی خلیہ Somatic Cell کا D.N.A اس کی جگہ لگا دیا جاتا ہے اور پھر اس بیضے یا جنین کو جسمانی خلئے کے D.N.A کے ساتھ نمو کے مراحل سے گذارا جاتا ہے، ڈولی (Dolly) نامی بھیڑ کی کلوننگ کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔

۲) جنین کلوننگ Embryo Cloning

جنین کلوننگ کو مصنوعی طریقے پر جڑواں بچے پیدا کرنے کا عمل بھی کہا جاتا ہے، جنین (Embryo) کی کلوننگ ایک معیاری ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے طریقے سے شروع ہوتی ہے ،کلوننگ اس طریقہ کار سے بہت مشابہ ہوتا ہے جس سے قدرتی طور پر جڑواں بچے پیدا ہوتے ہیں، جن میں مینڈک اور چوہے شامل ہیں، تاہم انسانی جنین (Human Embryo) پر یہ تجربات بہت محدود ہیں، تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ قدرتی طور پر کئی مرحلے (32 Cell Stage) تک کامیابی سے پہنچائے گئے ہیں؛ لیکن اس کے ان خلیات کی مزید تقسیم نامعلوم وجوہات کی بناء پر رک گئی۔

۳) معالجاتی کلوننگ Theraputic cloning

معالجاتی کلوننگ کے ابتدائی مراحل وہی ہیں جو بالغ ڈی این اے کے ہیں اور جس کے نتیجے میں بننے والے جنین (Embryo) کو ۱۴ دنوں تک کے لئے بڑھنے دیا جاتا ہے ''معالجاتی کلوننگ'' کسی بیمار شخص کے جسم سے بالغ ڈی این اے لے کر مصنوعی طریقے پر اس

سے مکمل عضو یا اعضاء (دل، لبلبہ، جگر وغیرہ) بنا کر اس بیمار شخص کے جسم میں اس کی پیوند کاری کرنے کے عمل کا نام ہے، اگرچہ ابھی تک کسی لیبارٹی یا کلینک میں معالجاتی کلوننگ کے ذریعہ کوئی انسانی عضو نہیں بنایا جاسکا، تاہم سائنسداں اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے برابر تحقیق میں لگے ہوئے ہیں۔

کیا اب تک کسی انسان کو کلون کیا جاچکا ہے؟

جارج واشنگٹن میڈیکل سنٹر کے رابرٹ جے سٹل مین (R.J.Stillman) اور اس کی ٹیم نے انسانی کلون بنانے میں کامیابی کا دعوی کیا ہے، اکتوبر ۱۹۹۴ء میں انہوں نے انسانی بیضے کو توڑنے (Split) میں کامیابی حاصل کر لی ہے، تاہم انہوں نے اپنے تجربات کے لئے نقص والے انسانی جنین کا انتخاب کیا تھا، جس پر انہوں نے اپنے ابتدائی تجربات کئے ؛لیکن نقص کی بناء پر بار آوری کے چند دن بعد ان کو ضائع کر دیا، اسی طرح کوریا کے (Kyeon Ghee) یونیورسٹی کے سائنسدانوں نے ۱۴/ دسمبر ۱۹۹۸ء کو انسانی کلوننگ میں کامیابی کا اعلان کیا، انہوں نے ایک خاتون کا بغیر مرکزے والا بیضہ (Ovum) لے کر اسی خاتون کے جسم کے ایک خلئے (Somatic Cell) کے ساتھ جوڑ لیا اور پھر اس بار آور بیضہ کو تقسیم در تقسیم کے چوتھے مرحلے (4th cell Stage) تک پہونچانے میں کامیابی حاصل کر لی ،لیکن عوامی ردعمل کی بناء پر اس انسانی جنین کو رحم مادر میں رکھنے سے اجتناب کیا اور اسے ضائع کر دیا۔

انسانی کلوننگ...... مضمرات

ڈولی بھیڑ کی پیدائش نے سائنس کی دنیا میں ہلچل مچادی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں سائنسدانوں کی تحقیق کا رخ انسانوں کی طرف مبذول نہ ہوجائے ؛ کیونکہ انسانوں کی کلوننگ کا تقریباً وہی طریقہ کار ہے جو ڈولی کے لئے استعمال کیا گیا تھا، اس

ممکنہ انسانی کلوننگ کے مضمرات کو سمجھنے کے لئے اگر اس کے فوائد ونقصانات پر ایک نظر ڈالی جائے تو انسانی کلوننگ کے جواز وعدم جواز کی کوئی راہ نکل سکتی ہے۔

کلوننگ کے فوائد

۱) کلوننگ کے ذریعہ مخصوص خصوصیات کے حامل افراد کی ہوبہو کاپیاں بنائی جاسکتی ہیں، اوران خصوصیات کولازوال بنایا جاسکتا ہے۔

۲) والدین اپنے بچوں میں اعلی کارکردگی والے انسانوں کی خصوصیات منتقل کر کے اپنی نسل کو خوب سے خوب تر بنا سکتے ہیں۔

۳) کلوننگ کے عمل سے اعضاء کی منتقلی کے لئے (Compaitble Donars) کلون کئے جاسکتے ہیں۔

۴) اولاد سے محروم والدین کلوننگ کے عمل کے ذریعہ جسمانی خلیہ (Somatic Cell) سے اپنی مرضی کے مطابق بچہ یا بچی حاصل کر سکتے ہیں (۸)

۵) اس ٹکنالوجی کی بدولت بہت سی ایسی بے شمار بیماریوں کا علاج ممکن ہوسکتا ہے جواب تک محال اور ناممکن تصور کئے جاتے ہیں۔

۶) اسی طرح کلوننگ کی وجہ سے ادویات کی دنیا میں بھی انقلاب آسکتا ہے۔

۷) کلوننگ کا ایک اور فائدہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حیوانی کلون، انسانی عضو کی منتقلی میں کارآمد ہوسکتے ہیں (۹)

کلوننگ کے نقصانات

۱) ڈولی کے کلوننگ کے دوران تقریبا ۷۰۰/ بیضوں پر تجربات کے بعد صرف ایک تجربہ کامیاب ہوا، گویا کامیابی کی شرح نہایت ہی کم یعنی ایک اور سات سو ہے۔

۲) کلوننگ ایک مہنگاترین سائنسی عمل ہے اور کامیابی کے امکانات بہت کم ہیں، لہذا

یہ وقت اور پیسے کے ضیاع کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔

۳) بالغ D.N.A کے طریقے میں وہ خلیہ اپنی زندگی کا کچھ حصہ گذار چکا ہوتا ہے ،لہذا اس سے بننے والے کلون کی عمر یقیناً اتنی کم ہوگی اور یوں انسان خود اپنی عمر کو گھٹانے والا بن جائے گا۔

۴) اس عمل کے دروان Dna تباہ بھی ہوسکتا ہے،جس سے متعدد پیچیدہ مسائل جنم لیں گے۔

۵) کئی انسانی جینز (Human Embryo) کوضائع کرنے کے بعد انسانی کلوننگ ممکن ہو سکے گی ،کیا یہ دانشمندی ہوگی کہ ایک غیر موجود کے لئے موجود کو ضائع کر دیا جائے۔

۶) فرض کریں ہم انسانی کلون میں کامیابی حاصل کر بھی لیں،جس میں ہماری مر ضی کی خصوصیات ہوں لیکن کیا اس کو وہ ماحول میسر آ سکے گا جس میں مرکزہ والے انسان نے پرورش پائی ہے؟

۷) کلوننگ سے آبادی میں بے تحاشا اضافے کا خطرہ ہے،جس کی وجہ سے آبادی پر قابو پانے کے تمام کے تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے ، بھوک و افلاس میں اضافہ ہوگا ، اورکلون کی شکل میں ہم زندہ روبوٹ بنانے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔کلون انسان ہمیشہ اپنے آپ کو نچلے درجہ کا شہری سمجھے گا،اورمعاشرے میں ہر فرد کی انگلی کلون کی طرف اٹھے گی ،اور یوں وہ کلون انسان ہمیشہ اپنے آپ کو دوسروں کے لئے ایک تماشاہی پائے گا،جس سے وہ احساس کمتری کا شکار ہوجائیگا۔(۱۰)

انسانی کلوننگ کا شرعی حکم

کلوننگ کے فائدہ اورنقصان سے آگاہ ہوجانے کے بعد اب یہ کہا جاسکتا ہے کہ انسانی کلوننگ شرعی نقطہ نظر سے انتہائی مضرت رساں اور خطرناک تجربہ ہوگا اس سے بے شمار

نقصانات کا امکان ہے، مثلاً:

۱) اگر انسانی کلوننگ کا رواج آ جائے تو پھر نکاح کی ضرورت کم ہو جائے گی، اور یہ بات اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ نکاح تمام انبیاء کی سنت ہے چنانچہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

چار چیزیں تمام انبیاء کی سنت ہیں، حیاء، خوشبو کا استعمال، مسواک اور نکاح (۱۱)

اور آپ ﷺ نے انگنت مرتبہ نکاح کی ترغیب بھی دی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

نکاح میری سنت ہے پس جو میری سنت پر عمل نہ کریں تو وہ مجھ سے نہیں ہے؛ نکاح کرو؛ کیونکہ میں تمہارے ذریعہ تمام امتوں پر فخر کروں گا۔ (۱۲)

۲) کلوننگ کے ذریعہ پیدا ہونے والے بچے اپنی شناخت اور خاندان سے محروم ہو جائیں گے اور اس طرح خاندانی نظام درہم برہم ہو جائے گا، جب کہ خاندان اور نسب خدا کی ایک نعمت ہے، ارشاد خداوندی ہے:

وهو الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسبا وصهرا (الفرقان : ٥٤)

۳) کلوننگ کا نقصان ایک یہ بھی ہوگا کہ اس سے تلبیس اور فریب کا دروازہ کھل جائے گا، جرائم پیشہ لوگ اپنے ہم شکل بچے کے وجود میں آنے کی تدبیریں کریں گے، حالانکہ ہمیں صراحتاً قرآن پاک میں اس طرح کے کاموں میں تعاون سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

گناہ و زیادتی میں ایک دوسری کی اعانت مت کرو۔ (المائدہ:۲)

الغرض کلوننگ نہ جانے کتنے ہی ایسے غیر شرعی امور کو متضمن ہے، جس کی وجہ سے فقہاء کرام نے انسانی کلوننگ کو بالکل حرام قرار دیا ہے (۱۳)

کتاب الفتاوی میں ہے:

کلوننگ کے ذریعہ بچہ کی پیدائش ناممکن نہیں اور نہ قدرت خداوندی
میں دخل اندازی ہے، لیکن نظام فطرت سے بغاوت ضرور ہے، اس
لئے تولید کی یہ صورت جائز نہیں، اور یوں بھی یہ اس بچہ کے ساتھ
ناانصافی ہے کہ اس کو باپ یاماں سے محروم کردیا جائے (۱۴)

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے اجلاس منعقدہ ممبئی ۲۴ تا ۲۷/ اکتوبر ۱۹۹۷ء میں اس مسئلہ پر غور وخوض ہونے کے بعد جو تجویز منظور ہوئی وہ کچھ اسطرح ہے:

کلوننگ کے سلسلہ میں جو تفصیلات اور صورتیں اب تک سامنے آئی
ہیں، اور ان کی وجہ سے جن اخلاقی اور سماجی نقصانات کا خطرہ ہے ان
کو پیش نظر رکھتے ہوئے کسی بھی طریقہ پر انسانی کلوننگ حرام ہے
۔ اسلامک فقہ اکیڈمی کا یہ سمینار حکومت ہند سے اپیل کرتا ہے کہ ایسے
قوانین وضع کئے جائیں جن کی رو سے ملکی یا غیر ملکی تحقیقاتی ادارے
یا تجارتی کمپنیاں ہمارے ملک کو انسانی کلوننگ کی تجربہ گاہ نہ بنائیں
(۱۵)

غیر انسانی کلوننگ کا شرعی حکم

البتہ نباتات وحیوانات کی ایسی کلوننگ جو انسانی مفاد میں ہو اور دینی، اخلاقی اور جسمانی اعتبار سے مضرت رساں نہ ہو تو اس کی اجازت ہے۔ چنانچہ اسلامک فقہ اکیڈمی کے اجلاس منعقدہ ممبئی ۲۴ تا ۲۷/ اکتوبر ۱۹۹۷ء میں اس مسئلہ پر غور وخوض ہونے کے بعد جو تجویز منظور ہوئی وہ کچھ اسطرح ہے:

نباتات وحیوانات میں ایسی کلوننگ جو انسانی مفاد میں ہو اور جو انسان
کے لئے دینی، اخلاقی اور جسمانی اعتبار سے مضرت رساں نہ ہو
جائز ہے (۱۶)

حوالہ جات

(۱) تفسیر ابن کثیر ا/۴۴۴، دار الفکر

(۲) اسلام اور جدید میڈیکل مسائل: ۱۶۷، مکتبہ نعیمیہ دیوبند

(۳) سہ ماہی بحث ونظر شمارہ نمبر: ۸۷، ۹۷، ص: ۹۰

WWW.kitabosunnat.com(۴)

(۵) دراسات فقہیہ فی قضایا طبیہ معاصرہ :۲/ ۶۴۷، دار النفائس، الاردن

(۶) القاموس الجدید: عربی اردو ص: ۸۸۸، مکتبہ حسینیہ دیوبند

WWW.momeen.blogspot.com(۷)

WWW.Momeen.Blogspot.Com(۸)

(۹) کلوننگ ٹیسٹ ٹیوب فیملی پلاننگ اور جنین کے مالی حقوق: ۳۸، ۳۹، نعیمیہ دیوبند

WWW.Kitabosunnat.Com)(۱۰)

(۱۱) سنن ترمذی حدیث نمبر: ۱۰۸۰

(۱۲) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۱۸۴۴

(۱۳) جامع الفتاوی ۳/ ۳۴۴، ا/ ۷۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ، پاکستان، فتاوی حقانیہ ا/ ۳۲۳، جامعہ دار العلوم، حقانیہ، اکوڑہ، خشک

(۱۴) کتاب الفتاوی ۶/ ۲۱۸، مکتبہ نعیمیہ دیوبند

(۱۵) نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ۱۸۱، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

(۱۶) نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ۱۸۱، اسلامک فقہ اکیڈمی

بے بی ٹسٹ ٹیوب اسلام کی نظر میں

مولوی محمد الیاس خان قاسمی

نسل انسانی کی افزائش کا ایک تو عام طریقہ ہے کہ مرد و عورت کے اتصال سے بچے وجود میں آتے ہیں، لیکن اس دور میں بعض اور صورتیں دریافت ہوچکی ہیں، ان میں سے ایک طریقۂ ''بے بی ٹسٹ ٹیوب'' کا بھی ہے۔

بے بی ٹسٹ ٹیوب نے اگر چہ بہت سی برائیوں اور قباحتوں کے دروازے کھولے ہیں، تاہم دوسری جانب لاولد جوڑوں کے لئے امید کی کرن بھی پیدا کی ہے، اس کی ایجاد سے پہلے فطری طور پر ہی اولاد کی پیدائش کا تصور تھا، لیکن بے بی ٹسٹ ٹیوب نے اس طریقہ واحد کو غلط ثابت کیا فطری طریقۂ پیدائش کے بالمقابل ایک مصنوعی طریقۂ پیدائش پیش کیا ہے، مردانی یا نسوانی کمزوریوں کے باعث جو میاں، بیوی اولاد کی نعمت سے محروم تھے، ان کی ایک خاص تعداد نے اس طریقہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس کی خوب حوصلہ افزائی کی، پھر اس کی کرشمہ سازی سے بے اولاد صاحب اولاد بھی ہوگئے، زیر نظر مقالہ میں بے بی ٹسٹ ٹیوب کی تاریخی حیثیت اور اس کے شرعی احکام سے بحث کی جارہی ہے۔

بے بی ٹسٹ ٹیوب کی ابتدائی تاریخ

شادی کے بعد سب سے پہلے جس چیز کی خواہش وضرورت ہوتی ہے وہ اولاد ہی کی ہوتی ہے، لاولد جوڑوں کو اس سلسلہ میں کافی دشواریوں کا سامنا ہے، اس لئے لوگوں نے اس

سلسلہ میں کئی تجربے کئے، ان میں سے ایک جوڑے نے آخر کار کامیابی حاصل کی وہ ہیں ''براون'' اور ان کی بیوی ''لزلی براون'' جنہیں ۲۵/۷/۱۹۷۸ء میں ٹسٹ ٹیوب کے ذریعہ ایک لڑکا پیدا ہوا انیسویں صدی کے اواخر میں مصنوعی تولید کا عمل لوگوں کے سامنے کھل کر ظاہر ہوا، کچھ لوگ تو اس مصنوعی تولید کو آج سے ۵۰۰/ سال سے پہلے کی طرف منسوب کرتے ہیں، اس کو ''الون جونز اور ولٹر بومر'' نے اپنی اپنی کتاب ہمارا ''وراثتی مستقبل'' میں ذکر کیا ہے کہ دراصل اس کی ایجاد چودھویں صدی عیسوی میں عرب کے بعض قبائل کے ذریعہ ہوئی، بایں طور کہ ان کے نسل وار گھوڑے کے نطفہ کو لے کر کسی گھوڑی میں داخل کر کے نسل دار گھوڑا حاصل کرتے تھے، اس لئے کہ ایسا نسل دار اصل عربی گھوڑا نہیں پایا جاتا تھا (۱)

بے بی ٹسٹ ٹیوب کی تعریف

مرد کے مادہ منویہ اور عورت کے انڈے کے ذریعہ غیر فطری طریقہ پر تولید کے لئے اقدام کرنا، بے بی ٹسٹ ٹیوب کہلاتا ہے (۲)

ٹسٹ ٹیوب کے شرائط

بے بی ٹسٹ ٹیوب کے ذریعہ تولید کی کل ''۵'' شرطیں ہیں:

(۱) بیوی کا رحم بالکل صحیح سالم ہو، تمام نقائص و بیماریوں سے پاک ہو، کم از کم ایک انڈے کا ہونا ضروری ہے، اور رحم کا مقام وسوراخ بالکل تنگ نہ ہو کہ اس انڈے کو نکالنا دشوار ہو (۳)

(۲) شوہر کے مادہ منویہ میں حیوانی کیڑوں کا صحیح اور کثیر تعداد میں ہونا ضروری ہے، تاکہ انہیں عورت کے انڈے سے ملانے کے وقت میں کوئی خلل نہ ہو (۴)

(۳) عورت کے انڈے صحیح سالم ہوں، اگر کچھ خرابی ہو تو دوا یا انجکشن کے ذریعہ درست کیا جا سکے (۵)

(۴) میاں بیوی دونوں کی مکمل طبی جانچ کی جائے تا کہ کوئی بیماری دوسرے میں منتقل نہ ہو(۶)

(۵) زوجین کی عمر سے ۳۹/سال سے زیادہ نہ ہو(۷)

مصنوعی طریقۂ حمل وتولید

مصنوعی طریقۂ حمل وتولید کا مسئلہ ایک وقت خاص طور پر ڈاکٹروں، علماءدین اورعوام الناس کی دلچسپی کا موضوع بنا ہوا تھا، وہ قومیں جن میں حلال وحرام کی تمیز باقی نہیں رہی ہے، اور جہاں ناجائز طور پر پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد جائز بچوں کے مساوی یا اس سے زائد ہی ہو، اور جس معاشرہ میں غیر شادی شدہ ماؤں کی کثرت، فخر ومباہات کا باعث بن گیا ہو، وہاں کے لئے توٹیوب کی مدد سے بچہ کی پیدائش اور ایک مرد کے مادہ تولید سے کسی دوسری عورت کا حاملہ ہوجانا یا حمل کے بعد ناتمام بچہ کی ایک رحم سے دوسرے رحم میں منتقلی اسی طرح علمی تحقیق سمجھی جائے گی، جس طرح کہ جانور کی مختلف قسم کی نسلیں تیار کرنے کے لئے مدت سے تجربات کا سلسلہ جاری ہے، چنانچہ ٹسٹ ٹیوب کے سامنے آتے ہی'' کرایہ کی مائیں'' اور'' کرایہ کی بچہ دانیوں'' کے بارے میں اعلانات مغربی ممالک کے اخبارات ورسائل کی زینت بننے لگے اور ایک سے بڑھ کر ایک حیاءسوزی کا ریکارڈ قائم ہونے لگا ہے۔

لیکن مسلمان جو ایک کامل دین اور مستقل تہذیب کے حامل ہیں اور دین اسلام جس نے نسب کی حفاظت کو بھی اسی طرح ضروری قرار دیا ہے، جس طرح کہ انسانی جان کی حفاظت ضروری ہے، چنانچہ انسانی مادہ تولید کا بے محل استعمال اسی طرح ناجائز اور سنگین جرم ہوگا جس طرح کہ اجنبی مرد وعورت کا باہم جنسی اتصال، چاہے اس کا نام کتنا ہی مہذب رکھا جائے، اور اس کے لئے کتنے ہی نو ایجاد مشینوں اور آلات کا استعمال کیا جائے، لیکن ظاہری صورت کی تبدیلی سے فحش کاری کی حقیقت میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی، اور شرعی نقطۂ نظر سے اس کے ناروا

اور غلط ہونے میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

زیر بحث مسئلہ یعنی ''مصنوعی طریقۂ حمل وتولید'' کے بارے میں شرعی حکم جاننے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہم اس کی مختلف صورتوں کو سمجھیں؛ تا کہ ہر ایک کے بارے میں الگ الگ حکم شرعی جاننا آسان ہوسکے۔

ٹسٹ ٹیوب کی شکلیں اور ان کا حکم

(۱) ایسی عورت جس کی بچہ دانی تک جانے والی لائن بند ہونے کی وجہ سے استقرار حمل نہ ہوتا ہو اس کے مرد کا مادہ اور خود اس کا مادہ تولید لے کر رحم سے باہر ٹیوب (Tube) میں حمل تیار کیا جائے اور بچہ کی پیدائش طبعی طور پر عمل میں آئے، تمام شرائط وضوابط کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ صورت جائز ہے۔(۸)

(۲) تیار شدہ حمل (جنین) کی تکمیل کے لئے کسی دوسری عورت کی بچہ دانی خریدی یا مستعار لی جائے جو حمل اور زچگی وغیرہ کا فریضہ انجام دے، عام طور پر اس وقت اختیار کی جاتی ہے، جب کہ عورت رحم کی کسی بیماری کی وجہ سے شدائد حمل برداشت کرنے پر قادر نہ ہو یا وہ حمل کو اپنے لئے بوجھ تصور کرتی ہو، بہر حال یہ صورت ناجائز ہے(۹)

(۳) اجنبی مرد وعورت کے مادہ منویہ اور بیضۃ المنی کو باہم خلط ملط کر کے تولید عمل میں لائی جائے، یہ صورت بہر حال ناجائز ہوگی کہ اس کی وجہ سے اختلاط نسب لازم آتا ہے، اور شریعت اسلامی میں زنا کی اصل حرمت وممانعت کی یہی وجہ ہے، یہ دو اجنبی مادے چاہے کسی ٹیوب میں خلط ملط کئے جائیں یا خود اس عورت کے رحم میں خلط کئے جائیں جس کا بیضۃ المنی ہو یا پھر کسی دوسری عورت کا رحم کرایہ پر لے کر اس میں ملائے جائیں ہر صورت میں یہ شکل ناجائز ہوگی۔ جیسا کہ اس زمانہ میں جو لوگ علمی وعقلی طور پر ممتاز گذرے ہیں ان کے مادہ تولید کو الگ اسٹاک کر لیا جاتا ہے، اور فریزنگ پوائنٹ (Freezing Point) یعنی نقطہ

انجماد سے زیادہ ٹھنڈک میں نیٹروجن (Nitrogen) کے مادہ کے ساتھ محفوظ کرلیا جاتا ہے، اورعورتوں کی خواہش کے مطابق کٹیلاگ (Catalog) دیکھ کر جس کی نسل پسند ہواس کے ماد ے سے آبیدگی (حمل ٹھہرانے) کا کام لیا جاتا ہے ،تاکہ یہ ممکن ہوکہ اچھی نسل تیار کی جاسکے(۱۰)

اس سلسلہ میں صریح نصوص موجود ہیں ،امام ابوداؤد نے باب وطی السبایا میں نبی اکرم ﷺ کا ایک ارشاد پاک نقل کیا ہے:

لا یحل لا مری یومن بالله والیوم الا خران یسقی ماء ہ زرع غیرہ (۱۱)

خدا اور آخرت پر ایمان رکھنے والے کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے پانی سے دوسرے کی کھیتی سیراب کرے۔

یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامی نے طلاق یا شوہر کی وفات کے بعد عورت کے لئے عدت کو ضروری قرار دیا کہ وہ ان مخصوص ایام میں کسی دوسرے مرد سے تعلق قائم نہ کرلے؛ تاکہ اختلاط نسب سے عورت محفوظ رہے۔

مذکورہ صورت میں وہ عورت جس کا بیضۃ المنی لیا گیا ہے، کسی مرد کی زوجیت میں رہتے ہوئے اجنبی مرد کے مادہ منویہ سے حاملہ یا صاحب اولاد بنے تو پیدا ہونے والے بچہ کا نسب اس شخص سے ثابت ہوگا ،جس کی وہ زوجیت میں ہے، اس اجنبی مرد سے بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوگا ،جس کا مادہ منویہ لیا گیا ہے، کیونکہ ثبوت نسب کے سلسلہ میں شریعت مطہرہ کا کلی اصول ہے کہ عورت جس مرد کی زوجیت میں ہے اس سے پیدا ہونے والے بچہ کا نسب اسی سے ثابت ہوگا، آپ ﷺ نے صاف اعلان کردیا:

الولد للفراش وللعاهر الحجر (۱۲)

(۴) مادہ تولید لے کر نقطۂ انجماد سے زیادہ درجہ برودت میں محفوظ کرلیا جائے

اور صاحب منی کے مرنے یا قتل ہونے کے بعد اس کے مادہ سے حمل وتولید کا کام لیا جائے؛ تاکہ اس ایک شخص کے مرنے کے بعد بھی بچے پیدا کرنے کا سلسلہ برقرار رکھا جا سکے، یہ صورت ناجائز اور حرام ہے۔(۱۳)

(۵) شوہر کا مادہ تولید خود اس کی بیوی کی داخلی طور پر تلقیح (آبیدگی) کے لئے استعمال کیا جائے یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ اپنی کسی بیماری یا بیوی کی کمزوری کی وجہ سے بغیر آلہ کی مدد کے اس سے قاصر ہو، اس صورت میں بھی پردہ وغیرہ کی شرعی حدود کی رعایت اور مادہ تولید کے بارے میں اختلاط وغیرہ سے پوری احتیاط کے ساتھ یہ صورت بھی درست ہے (۱۴)۔

(۶) شوہر اور بیوی کا مادہ تولید لے کر خارجی طور پر ٹیوب میں حمل تیار کیا جائے اور اسے آپریشن کے ذریعہ پھر بیوی کے رحم میں منتقل کر دیا جائے جہاں بچہ کی تکوین ہو اور پھر اس کی ولادت کے مراحل مکمل ہوں، اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ عورت کی بچہ دانی کی لائن بند ہونے کی وجہ سے حمل کا فطری وسیلہ کارگر نہ رہ گیا ہو تو یہ صورت درست ہے؛ لیکن اس معاملہ میں اس بات کی شدید احتیاط کی ضرورت ہے کہ کسی دوسرے مرد کا مادہ تولید لیبارٹری کی غلطی اور بے احتیاطی سے عورت کے رحم میں نہ جانے پائے (۱۵)

(۷) مرد وعورت کے مادہ تولید کی خارجی طور پر ٹیوب کی مدد سے تلقیح (آبیدگی) کے بعد تیار شدہ لقیحہ (عورت ومرد کے مادے کے آمیزے) کو اسی مرد کی دوسری جائز بیوی کے رحم میں منتقل کر دیا جائے، جس کے ذریعہ بچہ کی تکوین اور پھر ولادت کا عمل پورا ہو سکے، یہ صورت بھی جائز ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ جس عورت کا مادہ لیا گیا ہے، وہ قطعی طور پر اس قابل نہ ہو کہ اس کے رحم میں حمل ٹھہر سکے یا اس کی نشو ونما ہو سکے (۱۶)

اللہ تعالی ہمیں شریعت کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

(۱)اطفال الانابیب بین العلم والشریعۃ:۵۴،دارالعربیہ للعلوم بیروت
(۲)اطفال الانابیب:۵۳دارالعربیہ للعلوم بیروت)
(۳)اطفال الانابیب:۶۰ دارالعربیہ للعلوم بیروت)
(۴)اطفال الانابیب:۶۱ دارالعربیہ للعلوم بیروت)
(۵)جریدۃ صوت الشعب ۹/۷/۱۹۸۴)
(۶)اطفال الانابیب:۶۱ دارالعربیہ للعلوم بیروت)
(۷)جریدۃ صوت الشعب ۹/۱۰/۱۹۸۴)
(۸)الاحکام الطبیۃص:۹۳
(۹)حوالہ سابق
(۱۰)کلوننگ اور ٹسٹ ٹیوب ص:۴۳ کتب خانہ نعیمیہ،عصر حاضر کے فقہی مسائل:۵۹ ایفا پبلیکیشنز)
(۱۱)ابوداؤد حدیث نمبر:۱۲۵۸
(۱۲)ترمذی رقم الحدیث:۱۱۵۷)
(۱۳)(عصر حاضر کے فقہی مسائل:۶۱ ایفا پبلیکیشنز)
(۱۴)خواتین کے شرعی مسائل ص:۴۶۶
(۱۵)عصر حاضر کے فقہی مسائل ص:۶۴
(۱۶)الاحکام الطبیۃ ص:۱۰۰

ڈی این اے ٹسٹ کے شرعی مسائل

مولوی محمد یاسین قاسمی

خالق کائنات نے ہر مخلوق میں چند ایسی خصوصیات ودیعت کر رکھا ہے جن سے اس کی اصل تک رسائی آسان ہوجاتی ہے، بنی آدم نے اپنے محدود علم کی روشنی میں اس صنعتِ خداوندی کا بارہا تجربہ کیا ہے کہ اولاد اور والدین کی شکل وشباہت اور مزاج وعادات میں بڑی حد تک یکسانیت ہوتی ہے، چنانچہ خواص ہی نہیں؛ بلکہ عوام بھی والدین سے اولاد کی مماثلت اور تشبیہ کو قانونِ فطرت تسلیم کرتے ہیں، اگر خدانخواستہ اولاد کی والدین کے ساتھ مذکورہ چیزوں میں یکسانیت نہ ہوتو والدین کے کردار پر انگلیاں اٹھنے لگتی ہیں، اسی عام مشاہدہ نے سائنسِ حیات کے علم التوارث کو وجود بخشا ہے اور اسی علم نے ترقی کے مراحل طے کرتے ہوئے اختلافِ پدریت کے بنیادی سوال کو حل کرنے کی کوشش کی ہے کہ فلاں بچہ کے حقیقی ماں باپ کون ہیں؟

تعارف

سب سے پہلے یہ بات جاننی چاہئے کہ ڈی این اے انسانی جسم کے ذرہ ذرہ میں پایا جاتا ہے، اس ٹسٹ کا طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ اگر معاملہ بچہ کے دعوے کا ہوتو ان دعوے داروں کے جسم کے کسی بھی جزء مثلا: خون کو لیا جاتا ہے، اور اس خون میں موجود ڈی این اے کی جانچ کے بعد اس میں رہنے والے اجزاء کی دریافت کی جاتی ہے، اور ہر انسان کے ڈی این اے

کے اجزاء الگ الگ ہوتے ہیں، جو اس کے والدین سے موروثی طور پر اس کی طرف منتقل ہوتے ہیں، پھر بچہ کے خون میں موجود ڈی این اے کا ٹسٹ کیا جاتا ہے، اگر اس میں رہنے والے اجزاء کسی بھی دعوے دار کے اجزاء کے موافق نکلے تو بچہ اسی کا کہلائے گا(۱)

اگر معاملہ قتل، زنا وغیرہ کے مجرموں کی تفتیش کا ہو اور پہلے ہی سے چند افراد پر الزام شک کی بنیاد پر لگایا گیا ہو تو جائے واردات پر واقع کسی انسانی جزء: خون، منی وغیرہ کا ٹسٹ کیا جاتا ہے اور اس میں موجود ڈی این اے کی جانچ کے بعد ان ملزمین کا خون یا منی وغیرہ ٹسٹ کیا جاتا ہے، پھر اس ٹسٹ سے جس ملزم کا خون یا منی وغیرہ جائے حادثہ پر واقع خون یا منی وغیرہ کی موافقت کرے تو اس کو مجرم ٹھہرایا جاتا ہے اور اس کی تعزیری کارروائی کی جاتی ہے، چنانچہ پروفیسر سید مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

> یہ ٹسٹ ایک بال یا ایک حقیر قطرۂ خون بلکہ اس سے بھی کم (Forensic Sample) سے کیا جاسکتا ہے اور گذشتہ (قدیم زمانے کی) ساری جانچوں سے دسیوں گنا بہتر ہے۔(۲)

ضرورت

عصر حاضر میں بڑھتے ہوئے فسادات اور جرائم کی روک تھام کے لئے ڈی این اے کے ٹسٹ کی بہت ضرورت پیش آتی ہے؛ اس لئے کہ مفسدوں اور مجرموں کی شناخت اس ٹسٹ سے بآسانی کی جاسکتی ہے، اور آئندہ ایسے اقدامات سے بچنے کے لئے ان کو سزا بھی دی جاتی ہے، اسی طرح حادثات کی کثرت نے آج بے نام ونشان لاشوں کی تعیین کا بڑا اہم مسئلہ کھڑا کر دیا ہے تو ان کی تعیین کے لئے بھی ڈی این اے ٹسٹ بڑا کارآمد ذریعہ ہے، اور اسی ٹسٹ سے ان لاشوں کو ان کے متعلقین تک پہونچایا جاسکتا ہے، نیز نامعلوم بچہ کے دعوے داروں کے جھگڑے ختم کرنے کے لئے اور مخلوط بچوں میں کسی بچہ کی تعیین کے لئے ڈی این اے ٹسٹ

بے حد ضروری ہے۔(۳)

فوائد

فسادات اور جرائم پر کنٹرول کرنے کے لئے ڈی این اے ٹسٹ ایک مؤثر ذریعہ ہے، اس کے ذریعہ مجرموں کی شناخت کر کے تعزیری کاروائی کی جاسکتی ہے، اور پورے ملک میں امن وامان قائم ہوسکتا ہے، اس کے علاوہ اس ٹسٹ سے والدین کو اپنے بچوں تک رسائی حاصل ہوسکتی ہے، اور بسا اوقات بعض حالات میں کئی لاشیں بے نام ونشان پڑی رہتی ہیں، اس ٹسٹ سے جب ان کے خاندان کا پتہ چل جائے اور ان کا مسلمان ہونا معلوم ہوتو ان لاشوں کوان کے خاندان کے حوالے کیا جاسکتا ہے، تاکہ شریعت کے مطابق تجہیز وتکفین عمل میں آسکے۔(۴)

ڈی این اے ٹسٹ کی شرعی حیثیت

اس تفصیل کے بعد ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ دورِ حاضر کے چند پیش آمدہ مسائل میں ڈی این اے ٹسٹ شرعا معتبر ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں جن مسائل کا آئے دن سامنا کرنا پڑتا ہے، ان میں سے دو قابل ذکر ہیں:

۱۔ مجہول النسب کے نسب کا ثبوت۔

۲۔ جرائم کی تفتیش اور ان کا ثبوت۔

نسب کا ثبوت

سب سے پہلے جو مسئلہ سرِ فہرست بن کر پیش آرہا ہے وہ ایک غیر معلوم بچہ کے ثبوتِ نسب کا مسئلہ ہے کہ بسا اوقات دواخانوں میں شیر خوار بچے اس طرح مخلوط ہوجاتے ہیں کہ خود ان کے والدین کو اپنے بچہ کی شناخت کرنا دشوار ہوجاتا ہے، یا کسی ایک کا بچہ گم ہوجائے یا ہلاک ہوجائے تو موجود بچہ کے سلسلہ میں جھگڑا شروع ہوجاتا ہے کہ یہ میرا بچہ ہے، یا دوسرے دعوے

دارکا، تو ایسے مواقع پر سائنس دانوں کے خیال کے مطابق بچہ اوراس کے دعوی داروں کا ڈی این اے ٹسٹ کرکے یہ بات معلوم کی جاسکتی ہے کہ حقیقی معنوں میں اس کے والدین کون ہیں؟ لیکن یہ تحقیق بھی ناقابلِ فراموش ہے کہ ڈی این اے ٹسٹ کی رپورٹ سے زیادہ سے زیادہ نطفہ کا ثبوت تو مل جاتا ہے، مگر اس نطفہ سے صاحبِ نطفہ کی فراش ہی میں بچہ کے پیدا ہونے کا ثبوت نہیں ملتا ہے، حالاں کہ ثبوت نسب کے لئے فراش کا ثبوت ضروری ہے، اس لئے جن مواقع میں فراش میں بچہ پیدا ہونے کے سبب ثبوتِ نسب کا پہلے ہی سے تیقن ہو تو پھر کسی خارجی شخص کے دعوی کی وجہ سے وہاں ڈی این اے ٹسٹ کی قطعًا اجازت نہ ہوگی؛ کیوں کہ وہاں نسب صاحب فراش (شوہر) سے پہلے ہی سے ثابت ہے، اور ثابت النسب بچہ میں ڈی این اے ٹسٹ قطعًا کارگر نہ ہوگا۔(۵)

قیافہ کا شرعی حکم

قرونِ اولی میں قیافہ شناسی کے ذریعہ بچوں کے نسب کا پتہ لگایا جاتا تھا، احادیثِ مبارکہ میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے، چنانچہ اس دور کے فقہاء نے ڈی این اے ٹسٹ کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اسی کو بنیاد بنایا ہے، اب یہ بات موضوع بحث ہے کہ خود ڈی این اے ٹسٹ کی بنیاد (قیافہ) سے نسب کا ثبوت از روئے شرع معتبر ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں ائمۂ فقہ کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ ائمہ ثلاثہ (امام مالک امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ) کے نزدیک اس سے بھی نسب ثابت ہوجاتا ہے؛ لیکن فقہاءِ احناف اس (قیافہ) کا اعتبار نہیں کرتے، ائمہ ثلاثہ کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیافہ شناس کے قول پر خوشی کا اظہار فرمایا ہے، جو کہ ثبوتِ نسب میں اس کے معتبر ہونے کی دلیل ہے(۶)

اس روایت کی تشریح میں امام خطابیؒ (متوفی ۳۸۸ھ) لکھتے ہیں:

فیہ دلیل علی ثبوت امر القافة وصحة قولهم فی الحاق الولد وذلك أن رسول الله صلی الله علیه وسلم لایظهر السرور الا بماهو حق عنده۔ (۷)

اس حدیث میں بچہ کو اس کے والدین کے ساتھ لاحق کرنے میں قائف کے قول کی صحت پر دلیل ہے؛ کیونکہ آپ ﷺ صرف حق بات پر ہی خوش ہوتے ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل حضرت عمرؓ کا عمل ہے کہ آپؓ ثبوت نسب میں قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے تھے (۸)

فقہاءِ حنفیہ کی دلیل قیافہ سے نسب کے عدمِ ثبوت میں صحیحین کی مشہور حدیث ہے:

"الولد للفراش وللعاهر الحجر" (۹)

بچہ صاحبِ فراش کا ہوگا، اور زانی کے لئے تو پتھر ہے۔

لہذا یہ ضابطہ عام ہے کہ جب بھی کسی کے فراش میں کوئی بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ اسی صاحبِ فراش کی طرف منسوب ہوگا، اگرچہ اس کی شکل وشباہت اس کی موافقت نہ کرے اور فراش کے ہوتے ہوئے قیافہ کا کوئی اعتبار نہیں۔ (۱۰)

دوسری دلیل بخاری کی حدیثِ لعان ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے قیافہ کی طرف رجوع ہوئے بغیر لعان کا فیصلہ فرمایا ہے۔ (۱۱)

فریقین کے دلائل کا جائزہ

لیکن فریقین کے دلائل کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ ثبوتِ نسب میں یہ اختلاف حقیقی نہیں ہے؛ بلکہ بعض صورتوں میں سب کا قیافہ کے حجت نہ ہونے پر اتفاق ہے، اور بعض صورتوں میں سب حجت مانتے ہیں؛ لہذا بعض صورتوں میں قوی دلائل

کے نہ ہونے کے وقت حنفیہ نے بھی قرائن کا اعتبار کیا ہے، اور ڈی این اے ٹسٹ سب سے مضبوط قرینہ ہونے کی وجہ سے عندالاحناف بھی دلائل قویّہ کی عدمِ موجودگی میں معتبر ہوگا اور جہاں کہیں بھی احناف نے قیافہ کو نظرانداز کیا ہے وہاں یا تو قیافہ وقرائن سے بڑھ کر کوئی قوی دلیل موجود ہوگی، جیسے فراش، لعان وغیرہ اور یا تو بینہ نہ ہونے کے علاوہ قیافہ اور دیگر قرائن بھی موجود نہ ہوں گے ورنہ قرائن کو احناف نے بھی اخیر درجہ میں قابلِ اعتبار تسلیم کیا ہے، چنانچہ علامہ عینیؒ (متوفی ۸۵۵ھ) اپنی شہرۂ آفاق کتاب عمدۃ القاری میں اسی بات کی وضاحت فرماتے ہیں:

> اس حدیث میں شباہت کا اعتبار کیا گیا ہے؛ اس لئے کہ آپ ﷺ نے شباہت کا اعتبار کرنے کے باوجود اس پر فیصلہ اس لئے نہیں فرمایا کہ اس سے قوی دلیل موجود تھی ...... یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کی آنکھ میں عتبہ کی مشابہت دیکھی تو حضرت سودہؓ سے فرمایا: ''اے سودہ! اس سے پردہ کرنا'' اور فراش کے حق میں فیصلہ فرمایا؛ کیونکہ فراش شباہت سے زیادہ قوی دلیل ہے اور (اسامہ وزیدؓ کے واقعہ میں) قیافہ کے مطابق شباہت پر فیصلہ کیا؛ اس لئے کہ وہاں شباہت سے بڑھ کر کوئی قوی دلیل موجود نہ تھی۔ (۱۲)

ڈی این اے ٹسٹ کن صورتوں میں معتبر ہوگا؟

مندرجہ ذیل دو شکلیں ایسی ہیں جن میں بالاتفاق ڈی این اے ٹسٹ معتبر ہوگا؛ کیونکہ ان صورتوں میں فقہاء نے قرائن کا اعتبار کیا ہے، (۱) مدعیان میں سے کوئی، لقیط یا مجہول النسب بچہ کے جسم پر کسی علامت کی نشاندہی کرے اور واقعی وہ علامت اس بچہ کے جسم میں پائی

بھی جائے تو علامت بتانے والے کے حق میں بچہ کا فیصلہ کیا جائے گا علامہ حصکفیؒ (متوفی ۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں :

وان ادعاه خارجان ووصف احدهما علامة به ای بجسده لابثوبه ووافق فهو احق اذالم يعارضهمااقوى منها۔ (۱۳)

اگر دو اجنبی اس بچہ کے دعوے دار ہوں اور ان میں سے کوئی ایک اس بچہ کے جسم پر کسی علامت کو بتائے اور واقعی وہ علامت نکلے تو وہی اس بچہ کا زیادہ حقدار ہوگا جب کہ علامت سے بڑھکر کوئی قوی دلیل نہ ہو۔

لہذا جب ایک ظاہری علامت کی بناء پر ثبوتِ نسب قابل قبول ہورہا ہے تو ڈی این اے ٹسٹ تو یقینی علامت ہے، اس کی بنیاد پر حنفیہ کے نزدیک بھی نسب ثابت ہوجائے گا۔

دوسرا مسئلہ

ہسپتال یا کسی حادثہ وغیرہ میں ایک سے زائد شیرخوار بچے خلط ملط ہوجائیں تو اس موقع پر والدین کو اپنے حقیقی بچہ کی تعیین میں دشواری پیش آتی ہے؛ بلکہ بعض دفعہ ایک دوسرے سے جھگڑوں کی نوبت بھی آجاتی ہے تو اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک بھی ڈی این اے ٹسٹ کا اعتبار ہوگا؛ کیونکہ یہاں پر پہلے ہی سے نسب ثابت ہے، اب صرف نسب کی تعیین کرنا ہے تو بدرجہ اولی قرائن معتبر ہوں گے اور موجودہ زمانہ میں ڈی این اے ٹسٹ سے بڑھ کر اور کونسا قرینہ مضبوط ہوگا؟ علامہ ابن نجیمؒ (متوفی ۹۷۵ھ) نے بڑی تفصیل سے قرائن پر گفتگو کی ہے اور قرینۂ مرجحہ کی اچھی وضاحت کی ہے۔ (۱۴)

اور اس لئے بھی کہ فقہاءِ احناف نے تعیینِ نسب کیلئے بینہ کے اندر بھی تخفیف سے کام

لیا ہے، چنانچہ صاحب ہدایہؒ (متوفی ۵۹۳ھ) تعیین نسب کیلئے ایک ہی عورت کی گواہی کے معتبر ہونے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایک دایہ کی گواہی ولادت میں کافی ہے؛ اس لئے کہ یہاں پر بچہ کی تعیین کی ضرورت ہے، بہر حال نسب تو وہ موجود فراش سے ثابت ہو جاتا ہے۔(۱۵)

مجرموں کی شناخت

شریعتِ اسلامیہ میں دنیا کے اندر امن وامان قائم رکھنے کی بہت تاکید کی گئی ہے اور قرآن کریم میں جگہ جگہ شر پسند افراد اور مفسدین کی خوب مذمت کی گئی ہے، سلامتی وشانتی قائم رکھنے کیلئے اسلامی نظام نے جہاں پند ونصائح سے بنی آدم کو اس کا پابند بنایا ہے وہیں روئے زمین میں فساد اور جرائم پھیلانے کی بناء پر حدود وقصاص نافذ کر کے درندہ صفت لوگوں کو دھمکی دی ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ اسلام کا رویہ اس معاملہ میں بہت ہی محتاط واقع ہوا ہے، چنانچہ حدود وقصاص کے ثبوت کیلئے نظامِ شریعت نے پختہ شہادتوں اور نا قابلِ تردید دلائل کو معیار بنایا ہے؛ ، کیونکہ لوگوں سے امانت اٹھ گئی، خوفِ خدا جاتا رہا، اور انسانی عزت وحرمت سے کھیلنا آئے دن کا معمول بن کر رہ گیا ہے؛ لہذا جرائم کے ثبوت کے سلسلہ میں ایسے ذرائع اور وسائل کو ہی تسلیم کیا جائے گا جن میں جعل سازی اور دجل وفریب کا شائبہ نہ ہو چنانچہ معاملہ جتنا سنگین ہوگا اس کے ثبوت کیلئے اتنی ہی کڑی شرطوں کا لحاظ کیا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ عام معاملات میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی مشروط ہے؛ لیکن حدود میں صرف مردوں کی گواہی کا اعتبار ہے، عورتوں کی شہادت قابلِ قبول نہیں ہے(۱۴)

نیز حدود میں بھی حدِ زنا کیلئے چار چشم دید مردوں کی گواہی ضروری ہے، جن کی گواہی بالکل صاف صاف ہو جس میں کوئی کنائی واحتمالی لفظ نہ ہو (۱۶) حدود قصاص سے متعلق

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

ادرء وا الحدود عن المسلمين ما استطعتم فان وجدتم لمسلم مخرجا فخلوا سبيله۔(١٦)

حتی المقدور مسلمانوں سے حدود کو ساقط کرو، پس اگر تم کسی مسلمان کیلئے چھٹکارا پاؤ تو اسے آزاد چھوڑ دو۔

اسی حدیث سے فقہ کا اصول مستنبط ہوتا ہے:

الحدود تدرا بالشبهات (١٧)

شبہات کی بناء پر حدود ساقط ہو جاتے ہیں۔

لہذا جب دلائل اور شہادتوں میں شک وشبہ کی وجہ سے حدود ساقط ہو جاتے ہیں؛ بلکہ ثابت ہی نہیں ہوتے تو ڈی این اے ٹسٹ بینہ نہ ہونے کے علاوہ اس میں کئی شبہات بھی پائے جاتے ہیں تو اس کے ذریعہ کسی بھی طرح حدود نافذ نہیں کئے جاسکتے، چنانچہ زنا کے معاملہ میں عورت کے ٹسٹ سے پتہ چل جائے کہ فلاں شخص کی منی اس عورت کے رحم میں ہے تو محض اس تحقیق سے زنا کا ثبوت نہیں ہوگا اور اس پر حد جاری نہیں کی جائیگی، اولاً تو اس لئے کہ بالاتفاق زنا کا ثبوت چار گواہوں کے ذریعہ ہوگا، یہاں پر اصلاً شرعی بینہ ہی نہیں ہے، ثانیاً اس لئے کہ اگر اس کو بفرضِ محال بینہ مان بھی لیا جائے تو یہاں پر بہت سے شبہات بھی ہیں، مثلاً: اس عورت کے رحم میں متہم شخص کی منی کا پہونچانا دورِ حاضر کی جدید ٹیکنالوجی کے پیشِ نظر کوئی مشکل کام نہیں ہے اور ظاہر بات ہے کہ اس جدید طریقۂ کار کے ذریعہ رحم میں منی کے پہونچانے کو زنا نہیں کہا جاتا۔(۲۰)

ڈی این اے ٹسٹ سے قاتل کی تعیین

اسی طرح جائے واردات پر واقع بال یا ناخن وغیرہ انسانی اجزاء کے ذریعہ قاتل کی

تعیین بھی نہیں ہوسکتی ؛اس لئے کہ اس صورت میں تو اور بھی شکوک وشبہات کی بھرمار ہے؛ کیونکہ یہ عین ممکن ہے کہ معاشرہ کے شرپسند افراد معصوم، بے قصور اور سیدھے سادھے لوگوں کو نا کردہ جرم میں پھنسادیں، مثلاً ایک عورت کو زید نے قتل کیا اور وہاں عمر کے بال کو رکھ دیا تو اس بال کے ٹسٹ سے عمر کو قاتل قرار دینا عین ناانصافی ہے اور یہی حکم دیگر حدود کا بھی ہے کہ ڈی این اے ٹسٹ وہاں کارگر نہیں ہوگا، بلکہ کھرے گواہوں کی ضرورت ہے۔(۲۱)

ڈی این اے ٹسٹ سے تہمت کا ثبوت

البتہ اتنا ضرور ہے کے ڈی این اے ٹسٹ کے ذریعہ آدمی متہم شمار ہوگا؛اگرچہ تہمت کے ثبوت کیلئے بھی فقہاء نے کم ازکم ایک عادل کی گواہی کو شرط قرار دیا ہے؛ لیکن مشہور فسادی کے متہم ہونے کیلئے قاضی کا غلبۂ ظن بھی کافی سمجھا گیا ہے(۲۲) لہذا قاضی جرم کی تحقیق کیلئے مشکوک افراد میں سے جس کو چاہے ڈی این اے ٹسٹ کرانے پر مجبور کرسکتا ہے اور اس کو مناسب سزا بھی دے سکتا ہے۔

ربِ ذوالجلال کی بارگاہِ بے نیازی میں دست بدعاء ہوں کہ ہمیں زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی تعلیمات کو پیشِ نظر رکھنے کا جذبہ عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

وما توفیقی الا بالله علیه توکلت والیه انیب

حوالہ جات

(۱) ڈی این اے ٹسٹ اور جنیٹک سائنس سے متعلق شرعی مسائل ص ۱۸۷ اسلامک فقہ اکیڈمی
(۲) حوالہ بالا ص ۱۸۰ اسلامک فقہ اکیڈمی
(۳) حوالہ سابق، ص:۲۲
(۴) حوالہ سابق ص:۳۶۴
(۵) المجموع شرح المہذب ۱۹/ ۴۷ بیروت
(۶) بخاری حدیث نمبر:۶۷۷۰
(۷) معالم السنن شرح ابی داؤد ۳/ ۲۷۵، حلب
(۸) موطا الامام مالک حدیث نمبر:۲۷۳۸
(۹) بخاری حدیث نمبر:۶۸۱۸
(۱۰) الہدایہ ۲/ ۷۷۴، یاسر ندیم کمپنی دیوبند
(۱۱) بخاری حدیث نمبر:۴۷۴۷
(۱۲) عمدۃ القاری ۱۳/ ۱۸۱، مکتبہ زکریا دیوبند
(۱۳) الدر المختار مع الرد:۶/ ۴۲۷ زکریا دیوبند

(۱۴)البحرالرائق:۵/۲۴۵ مکتبہ زکریا دیوبند
(۱۵)الہدایۃ:۳/۲۳۰یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
(۱۶)ردالمحتار:۶/۲۷مکتبہ زکریا
(۱۷)الدرالمختار مع الرد:۶/۸مکتبہ زکریا دیوبند
(۱۸)المستدرک للحاکم حدیث نمبر:۸۱۶۳
(۱۹)الاشباہ والنظائر:۱/۱۹۳یاسر ندیم کمپنی دیوبند
(۲۰)الدرالمختار مع الرد:۶/۵،۶ مکتبہ زکریا
(۲۱)فتاوی شامی:۶/۲۷،۸۰،۱۴۴زکریا دیوبند
(۲۲)الدرالمختار مع الرد:۶/۱۲۶ مکتبہ زکریا دیوبند

ختنہ ------ احکام ومسائل

مولوی غلام محمد نوید قاسمی

تخلیق انسانی کا مقصد اللہ کی بندگی ہے، (۱) اور بندگی ایمان اور اعمال صالحہ کا نام ہے، اور یہی فطرت انسانی کا تقاضا ہے، جیسا کہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے:

ہر پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کو اس کے ماں باپ یہودی اور نصرانی بنا دیتے ہیں (۲)

نیز ایمان اور اعمال صالحہ میں کمال طہارت ونظافت پر موقوف ہیں، جیسا کہ حکم الٰہی ہے:

اپنے کپڑے پاک کر اور گندگی سے دور رہ (۳)

اسی لئے اسلام نے طہارت ونظافت کو خاص اہمیت دی ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

اللہ توبہ کرنے والوں اور پاکی حاصل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے (۴)

اور حدیث شریف میں طہارت کو ''نصف ایمان'' کہا گیا ہے (۵) اور اسلام نے نہ صرف اس کے اپنانے کا حکم دیا؛ بلکہ طہارت ونظافت پر مشتمل امور کو امور فطرت قرار دیا ہے (۶) اور تمام انبیاء کرامؑ کا طہارت ونظافت والے امور پر مشترکہ تعامل رہا ہے، اسی وجہ سے بعض حضرات نے فطرت کا مطلب انبیاء کرامؑ کی سنتیں بیان کیا ہے (۷) اس طرح طہارت و نظافت اسلام کا حکم، فطرت انسانی کا تقاضہ، اور انبیاء کرامؑ کی مشترکہ سنت ہے، غرض جو امور

طہارت ونظافت کی قبیل سے ہیں، ان میں سے ایک ختنہ کرانا بھی ہے اور ختنہ کا تعلق چونکہ طب سے بھی ہے، اس مناسبت سے یہاں ''ختنہ'' سے متعلق کچھ تفصیلات قلمبند کی جاتی ہیں۔

ختنہ کی لغوی تعریف:

ختن باب سمع سے مصدر ختن ہے، جس کے اصل معنی کاٹنے کے ہیں، الختان وہ مقام جو کاٹا جاتا ہے، حدیث شریف ''اذاالتقی الختانان'' میں یہی معنی مراد ہے۔ (۸)

ختنہ کی اصطلاحی تعریف

عضو مخصوص کے قلفہ کو یعنی اس کھال کو جو حشفہ کو چھپائے ہوئے ہوتی ہے کاٹ دینا ختنہ کہلاتا ہے (۹)

ختنہ کے متعلق احادیث

ختنہ کو احادیث میں امور فطرت اور انبیاء کرامؑ کی سنتوں میں سے قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

پانچ باتیں فطری امور میں سے ہیں: ختنہ کرانا، زیرناف کے بال صاف کرنا، مونچھ کترنا، ناخن تراشنا، بغل کے بال صاف کرنا (۱۰)

اور دوسری حدیث میں ہے:

چار چیزیں انبیاء کرام کی سنتوں میں سے ہیں، ختنہ کرانا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا، نکاح کرنا (۱۱)

ختنہ شعائر اسلام میں سے ہے

چونکہ ختنہ انسانی فطرت اور انبیاء کرام کی مشترکہ سنت رہی ہے، اور سابقہ امم میں بھی اس کا تعامل رہا ہے، چنانچہ یہود میں تو آج بھی ختنہ کا رواج ہے، لیکن نصاریٰ میں تحریفات کی وجہ سے دیگر احکام کے ساتھ ختنہ بھی منسوخ ہو گیا، عربوں میں بھی ختنہ ہوا کرتا تھا، لیکن اکثر

مشرک قومیں ختنہ نہیں کراتی تھیں، اور آج بھی مشرک قومیں ختنہ نہیں کراتی ہیں، اس طرح ختنہ کا عمل مسلمانوں اور بعض اہل کتاب کے ساتھ خاص ہوگیا، اسی لئے فقہاء کرام نے اسلام میں ختنہ کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر ختنہ کو شعائر اسلام میں سے قرار دیا ہے (۱۲) چنانچہ فقہاء فرماتے ہیں:

> اگر کسی بستی کے لوگ متفقہ طور پر اس عمل کو ترک کر دیں، تو امام المسلمین ان کو اس عمل کے کرنے پر مجبور کرے گا، اور نہ ماننے کی صورت میں ان سے قتال کرے گا (۱۳)

ختنہ کی ابتداء

ختنہ کی ابتداء بالاتفاق حضرت ابراہیمؑ سے ہوئی، حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ختنہ کرنے والے سب سے پہلے شخص تھے (۱۴)

ختنہ کی مشروعیت

جب حضور ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ ملت ابراہیمی کی اتباع کیجئے (۱۵) تو اسی وقت دیگر اعمال مناسک حج وغیرہ کی طرح ختنہ بھی مشروع ہوا۔ (۱۵)

ختنہ کیوں مشروع ہوا

تورات میں ہے کہ ختنہ اللہ کا داغ ہے، جیسے بادشاہوں کے غلام اور چوپایوں پر امتیاز کے لئے ہوتا ہے (۱۶) بعض حضرات نے کہا کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو ذبح کریں تو بتقاضائے بشریت آپ کے دل میں خوف سا پیدا ہوا، لیکن پھر بھی آپ نے اس پر صبر کیا اور حکم کی تکمیل کی، اللہ نے اس عمل کو بہت پسند فرمایا اور آپ کے اس خوف کو امت محمدیہ میں ختنہ کی صورت میں برقرار رکھا کہ عضو کے کاٹنے سے خون بہے اور اس سے خوف پیدا ہو پھر اس پر صبر کریں، اس طرح اسوۂ ابراہیمی پر عمل ہو جائے (۱۷) اور حضرت

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے قول کا حاصل یہ ہے کہ قوت شہویہ کی کمزوری دور کرنے اور جماع میں لذت کے لئے ختنہ کا حکم دیا گیا (۱۸) لیکن اس کے برخلاف امام رازیؒ نے فرمایا کہ قلفہ نہ کاٹا جائے تو جماع میں غیر معمولی لذت ہوتی ہے، لیکن جب قلفہ کاٹ دیا جاتا ہے تو لذت میں اعتدال آجاتا ہے جو ہماری شریعت میں مطلوب ہے (۱۹)

انبیاء کرام اور ختنہ

صاحب شرعۃ الاسلام کا قول ہے کہ سوائے حضرت ابراہیمؑ کے باقی تمام انبیاء مختون پیدا ہوئے (۲۰) لیکن دوسرے حضرات نے اس کو تسلیم نہیں کیا، چنانچہ ملا علی قاریؒ نے زین العرب کے حوالے سے مختون پیدا ہونے والے انبیاء کی تعداد چودہ لکھی ہے، جن کے نام یہ ہیں: آدمؑ، شیثؑ، نوحؑ، صالحؑ، شعیبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ، زکریاؑ، سلیمانؑ، عیسیٰؑ، حنظلہؑ، ہودؑ، لوطؑ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۲۱) اور علامہ حصکفیؒ نے سیوطی کے حوالے سے اٹھارہ کی تعداد نقل کی ہے، جس میں سے چودہ مذکورہ ہی ہیں، ان کے علاوہ، ادریسؑ، سامؑ، یحییٰؑ، اور یسینؑ کا نام انہوں نے ذکر کیا ہے (۲۲) ان حضرات کی تصریحات کے مطابق حضور ﷺ کا مختون پیدا ہونا معلوم ہوتا ہے، لیکن ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ اس تعلق سے کوئی حدیث صحیح نہیں ہے (۲۳) اور علامہ شامیؒ نے بھی یہی لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے اور حفاظ حدیث میں سے بعض محققین کا کہنا ہے کہ صحیح ترین بات یہ ہے کہ نبی ﷺ مختون پیدا نہیں ہوئے تھے (۲۴) پھر آپ کا ختنہ کب ہوا اور کس نے کیا، اسمیں مختلف اقوال ہیں کہ آپ کی پیدائش کے ساتویں دن آپ ﷺ کے دادا نے آپ ﷺ کا ختنہ کیا اور دوسرا قول ہے کہ جب دائی حلیمہ کے یہاں فرشتوں نے آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا تھا، اسی وقت آپ کا ختنہ بھی کیا گیا (۲۵)

ختنہ کی شرعی حیثیت

ختنہ کی شرعی حیثیت میں ائمہ کا اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ شوافع اور حنابلہ وجوب

کے قائل ہیں (۲۶) اور احناف اور مالکیہ مسنون ہونے کے قائل ہیں (۲۷) مگر یہ سنت موکدہ ہے، متفقہ طور پر کہیں چھوڑا جائے تو امام وقت ان کو اس عمل پر مجبور کرے گا نہ ماننے کی صورت میں ان سے قتال کرے گا (۲۸) جو لوگ ختنہ کے وجوب کے قائل ہیں انہوں نے ''الق عنك شعر الكفر واختتن '' والی روایت سے استدلال کیا ہے اور اس کے علاوہ عقلی دلائل جیسے قلفہ میں نجاست رہ جانے کا امکان، ختنہ کے وقت شرمگاہ کو دوسرے کے سامنے کھولنے کا جواز، ختنہ کے وقت تکلیف شدید کے باوجود اس کی مشروعیت وغیرہ کو ملحوظ رکھ کر وجوب کا حکم لگایا ہے (۲۹) لیکن ان کی متدل احادیث ضعیف ہیں، اور دیگر تمام استدلالات میں بھی نظر ہے (۳۰) اور جو لوگ مسنون ہونے کے قائل ہیں ان کی بنیادی دلیل ''الختان سنة '' والی روایت ہے اور تمام امور فطرت چونکہ مسنون ہیں اسی بناء پر ختنہ کے مسنون ہونے کا حکم لگاتے ہیں (۳۱) علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ وجوب ختنہ پر کوئی صحیح دلیل قائم نہیں ہے اور ''خمس من الفطرة '' اور اس جیسی دیگر روایات کی روشنی میں ختنہ کا سنت ہونا یقینی ہے (۳۲)

ختنہ کا وقت

ختنہ کے وقت کے سلسلہ میں شرعا کوئی حتمی بات منقول نہیں ہے، البتہ شوافع نے حضرات حسنینؓ کی ختنہ والی روایت کی بناء پر ساتویں دن ختنہ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے اور بلوغ کے بعد واجب قرار دیا ہے (۳۳) ایسے ہی حنابلہ بھی بلوغ کے بعد وجوب کے قائل ہیں البتہ مستحب وقت کے بارے میں مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ سات سے دس سال کی عمر میں ختنہ کرانا مستحب ہے، کیونکہ اس عمر میں بچہ کو نماز کا حکم دیا جاتا ہے (۳۴) امام صاحب اور صاحبین اور ائمہ احناف سے ایسی کوئی صراحت نہیں ہے، اس لئے مشائخ میں اختلاف ہو گیا، چنانچہ ختنہ کے وقت کے سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں، مثلا ساتواں دن، ساتواں سال، دسواں

سال، بارھواں سال، بلوغ کے قریب، بلوغ کے بعد اور بعض نے کہا کہ ختنہ کے سلسلہ میں بچہ کی قوت برداشت کا اعتبار کیا جائے گا، علامہ حصکفیؒ کہتے ہیں کہ یہی قول درست ہے (۳۵) علامہ سرخسیؒ نے فرمایا: ختنہ بچپن میں کرانے میں مصلحت ہے (۳۶) حضرت مولانا مفتی محمد جمال الدین صاحب قاسمی لکھتے ہیں:

> اگر بچہ میں استطاعت ہو تو جتنی جلدی ممکن ہو اس کا ختنہ کر دیا جائے؛ تا کہ تاخیر کی وجہ سے اس کا زخم مندمل ہونے میں دیر نہ لگے، کیونکہ جتنی تاخیر ہوگی زخم کے ٹھیک ہونے میں اتنا ہی وقت لگے گا (۳۷)

واضح ہو کہ حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ نے ساتویں دن ختنہ کرانے کو مکروہ قرار دیا ہے، تا کہ یہود سے مشابہت نہ ہو، کیونکہ یہود ساتویں دن ختنہ کراتے ہیں (۳۸)

ختنہ کس سے کرائے

ماہر ڈاکٹر یا ختنہ کرنے میں ماہر شخص سے ختنہ کرایا جائے، البتہ اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ختنہ خواہ کسی سے بھی کرایا جائے وہ سنت کے مطابق ختنہ کرنا جانتا ہو، اور اگر کوئی ''غیر مسلم ڈاکٹر'' اس میں ماہر ہو تو اس کی خدمات لینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں (۳۹)

غیر مختون کے احکام

اگر کوئی شخص جان بوجھ کر ختنہ نہ کرائے، حالانکہ وہ ختنہ کے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہو اور ختنہ کرانے میں کوئی اندیشہ بھی نہ ہو تو ایسا شخص شرعاً فاسق ہے (۴۰) اسی طرح اقلف کے سلسلہ میں روایات سخت ہیں، مثلاً: اقلف (غیر مختون) کی گواہی جائز نہیں (۴۱) اقلف ختنہ کرانے تک حج نہ کرے (۴۲) اقلف کو اسلام میں ویسے ہی نہیں چھوڑا جائے گا اگر چہ وہ اسی (۸۰) سال کا ہو جائے (۴۳) وغیرہ، اسی وجہ سے فقہاء لکھتے ہیں کہ جو شخص غیر مختون

ہونے کی حالت میں بالغ ہو جائے تو حاکم وقت اس پر جبر کرے گا، اور اگر وہ اس کی وجہ سے مر جائے تو حاکم پر کوئی تاوان نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اس نے شرعی حکم نافذ کیا ہے (۴۴) غیر مختون پر غسل جنابت واقع ہو تو قلفہ کے اندر پانی پہونچانا ضروری نہیں؛ البتہ حشفہ کے اوپری کھال اور اس کے سرے کو اہتمام سے دھونا لازم ہے (۴۵)

غیر مختون کا انتقال ہو جائے تو اس کا ختنہ نہیں کیا جائے گا، ویسے ہی تجہیز و تکفین کی جائے گی (۴۶) غیر مختون کے ذبیحہ کے سلسلہ میں ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ اس کا ذبیحہ حلال نہیں؛ لیکن جمہور فقہاء نے اس کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا ہے (۴۷)

ختنہ کے متعلق چند اہم مسائل

کوئی بچہ مختون پیدا ہو تو اتباع سنت کے پیش نظر اس مقام پر استرہ پھیر دیا جائے گا، کاٹا نہیں جائے گا، لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مختون پیدا ہونے والے بچہ کا ختنہ تام نہیں ہوتا، حشفہ کا کچھ حصہ ہی ظاہر ہوتا ہے، اگر واقعتاً ایسا ہی ہے تو مکمل حشفہ کے ظاہر ہونے کی حد تک ختنہ کرانا ضروری ہوگا (۴۸) اور اگر کچھ حشفہ ظاہر ہو، دیکھنے میں بچہ مختون نظر آئے اور مکمل جلد کاٹنے میں سخت تکلیف کا اندیشہ ہو تو اس کو ویسے ہی چھوڑ دیا جائے گا (۴۹) ایسے ہی کوئی بوڑھا شخص اسلام قبول کرے اور اس میں ختنہ کی استطاعت نہ ہو اور ماہرین نے اس کی تصدیق کی ہو تو اس کا ختنہ نہیں کیا جائے گا (۵۰) ختنہ کیا گیا لیکن تمام جلد نہیں کٹی؛ بلکہ اکثر حصہ کٹ گیا تو ختنہ ہو جائے گا، لیکن اگر نصف یا اس سے کم کٹا ہو تو دوبارہ ختنہ کیا جائے گا۔ (۵۱) بچہ کا ختنہ کیا گیا پھر اس کے بعد اس کی جلد اتنی بڑھ گئی کہ حشفہ چھپ گیا تو اس کو کاٹ دیا جائے گا (۵۲) اگر بچہ میں قوت برداشت نہ ہو اور ختنہ کرنے کی صورت میں بیماری یا ہلاکت کا اندیشہ ہو تو ختنہ میں تاخیر کرنا درست ہے، جب بھی استطاعت آ جائے تو فوراً ختنہ کیا جائے، ایسے ہی غیر مختون بالغ اور نومسلم کا حکم ہے (۵۳) ختنہ کی غرض سے شرمگاہ کو دیکھنے میں کوئی

مضائقہ نہیں (۵۴) اسی طرح ختنہ کے بعد بغرض علاج دیکھنا اور شرمگاہ کو چھونا جائز ہے (۵۵) ختنہ کی کھال کا استعمال اور اس کی خرید وفروخت جائز نہیں (۵۶) ختنہ کی اجرت بچہ کے مال میں سے دی جائے گی، اور اگر اس کے پاس مال نہ ہوتو اس کے باپ پر اس کی اجرت لازم ہو گی (۵۷) ختنہ کے موقع پر دعوت کرنا اور اس کو قبول کرنا مستحب ہے (۵۸) لازم نہیں (۵۹) البتہ آج کل دعوتوں کا جو اہتمام ہوتا ہے اور اس میں ناچ گانا وغیرہ ناجائز رسومات کا اہتمام کیا جاتا ہے، یہ ناجائز ہے (۶۰)

ختنہ کے فوائد

ختنہ کے متعلق تفصیلات کے بعد اب ختنہ کے فوائد میڈیکل سائنسی تحقیقات کے تناظر میں ملاحظہ فرمائیں: ختنہ کرانے سے جنسی اعضاء کی صفائی اچھی طرح ہوجاتی ہے، ڈاکٹر شیون لکھتے ہیں: کہ بلا شبہ بچے کا ختنہ عمر بھر کے لئے جنسی اعضاء کی نظافت کا کام آسان کر دیتا ہے (۶۱) ایڈس جو لا علاج مہلک مرض ہے، سائنسی تحقیق کے نتیجے میں ڈاکٹرس اس نتیجے پر پہونچے ہیں کہ اس مہلک مرض سے حفاظت اور اس کی روک تھام میں موثر ختنہ کرانا بھی ہے، ڈاکٹر بیلے نے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہیلت افسر ختنہ کو فروغ دینے کے لئے مہم چلائیں تا کہ ایچ، آئی، وی کو روکنے میں مدد مل سکے (۶۲) امریکی میگزین برائے امراض اطفال کے ایک مضمون میں وضاحت کی گئی ہے کہ غیر مختون شخص قضیب کے کینسر کا کسی بھی وقت شکار ہوسکتا ہے، اس کا سد باب اسی وقت ممکن ہے جبکہ نومولود کا ختنہ کر دیا جائے (۶۳) برطانیہ کی لانسٹ نامی میگزین کے ۱۹۸۹ء کے شمارے میں ہے کہ اگر بچوں کا ختنہ شروع میں کر دیا جائے تو پیشاب کی نالی کی سوزش ۹۰ فیصد کم کی جاسکتی ہے (۶۴) ڈاکٹرس نے کہا ہے کہ ختنہ والی جگہ میں ایک مادّہ ہوتا ہے جو کینسر کا اہم سبب ہے، یہی وجہ ہے کہ جو لوگ ختنہ کراتے ہیں انہیں اس جگہ کینسر کے خطرات کم ہوتے ہیں، اسی وجہ سے مسلمانوں میں اس جگہ کا کینسر بہت کم ہے؛

کیونکہ انکا بچپن ہی میں ختنہ ہوتا ہے (۶۵)

ختنہ نہ کرانے کے نقصانات

غیر مختون حضرات کے جنسی اعضاء کی نظافت غیر اطمینان بخش ہوتی ہے ڈاکٹر شیون لکھتے ہیں کہ ترقی یافتہ مما لک میں بھی جنسی اعضاء کی نظافت کا معاملہ غیر اطمینان بخش ہے، برطانیہ کے ایک سروے رپورٹ کے مطابق غیر مختون بچوں میں سے ستر فیصد بچوں کے جنسی اعضاء کی صفائی کی حالت بہت خراب تھی، ڈنمارک میں سروے رپورٹ سے پتہ چلا کہ چھ سال کے غیر مختون بچوں میں ۶۳ فیصد کا قلفہ گندگی کی وجہ سے چپکا ہوا تھا (۶۶) پروفیسر وائس ویل کا بیان ہے کہ غیر مختون بچوں کے اندر پیشاب کی نالی کی سوزش کا مرض نسبتا زیادہ پایا جاتا ہے (۶۷) اسی طرح غیر مختون حضرات شرمگاہ پر چھالے، سوزاک اور آتشک کا شکار ہوجاتے ہیں (۶۸) ایسے ہی شرمگاہ کے کینسر، پیشاب کی بندش، گردے کی پتھری، غیر ضروری شہوت وخیالات، اگزیما، خارش اور الرجی میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور انکی بیویوں میں بھی ان بیماریوں کے منتقل ہونے کا امکان پایا جاتا ہے (۶۹) غرض ختنہ طہارت و پاکیزگی اور مہلک بیماریوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ الذاریات: ۶۵ ۲۔ بخاری: رقم الحدیث ۱۳۵۸ ۳۔ المدثر: ۴-۵
۴۔ البقرۃ: ۲۲۲ ۵۔ مسلم: رقم الحدیث: ۲۲۳ ۶۔ دیکھئے امور فطرت والی احادیث
۷۔ عمدۃ القاری: ۲۲/۲۷۲ داراحیاء التراث ۸۔ لسان العرب: ۴/۲۶
۹۔ فتح الملہم: ۱/ ۴۱۸ الحجاز کراچی ۱۰۔ بخاری: رقم الحدیث: ۵۸۸۹
۱۱۔ الامالی للمحاملی رقم الحدیث: ۱۴۴۴ ۱۲۔ مستفاد از قاموس الفقہ ۳/ ۳۳۰ نعیمیہ
۱۳۔ تبیین الحقائق ۶/ ۲۲۷ مطبعۃ الکبری الامیریہ ۱۴۔ موطا مالک، رقم الحدیث ۳۴۰۸
۱۵۔ النحل: ۱۲۳ ۱۶۔ حجۃ اللہ البالغہ ۱/ ۳۰۹ دار الجیل بیروت
۱۷۔ شامی: ۶/ ۷۵۱ دار الفکر بیروت ۱۸۔ حجۃ اللہ البالغہ ۱/ ۳۰۹ درالجیل بیروت

۱۹۔فتح الملہم :۱/ ۴۱۸ الحجاز کراچی
۲۰۔مرقات: رقم الحدیث ۴۴۲۰
۲۱۔ایضا رقم الحدیث ۳۹۹۷
۲۲۔درمع الرد:۶/ ۷۵۲ دارالفکر
۲۳۔زادالمعاد ۱/ ۱۸۰ المنار الاسلامیہ
۲۴۔شامی:۶/ ۷۵۲ دارالفکر
۲۵۔زادالمعاد ۱/ ۱۸۰ المنار الاسلامیہ
۲۶۔المجموع شرح المہذب:۱/ ۳۰۰ دارالفکر، المغنی لابن قدامہ:۱/ ۶۴ القاہرہ
۲۷۔درمع الرد:۶/ ۷۵۲ دارالفکر الشرح الصغیر مع حاشیۃ الصاوی:۲/ ۱۵۱ دارالمعارف
۲۸۔البحرالرائق:۸/ ۵۵۴ دارالکتاب الاسلامی
۲۹۔فتح الباری:۱۰/ ۳۴۱-۳۴۲ دارالمعرفہ
۳۰۔انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتیں: ۱۴۷-۱۵۰
۳۱۔نیل الاوطار:۱/ ۱۴۶ دارالحدیث مصر
۳۲۔نیل الاوطار:۱/ ۱۴۶ دارالحدیث مصر
۳۳۔عمدۃ القاری:۲۲/ ۲۷۲ داراحیاء التراث
۳۴۔الموسوعۃ الفقہیۃ:۱۹/ ۲۹ دارالسلاسل کویت
۳۵۔درمع الرد:۶/ ۷۵۱ دارالفکر
۳۶۔فتح الباری:۱۰/ ۳۴۳ دارالمعرفہ
۳۷۔انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتیں:۱۵۱
۳۸۔الموسوعۃ الفقہیۃ:۱۹/ ۲۹ دارالسلاسل کویت
۳۹۔انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتیں:۱۵۳
۴۰۔کشاف القناع:۱/ ۸۱ العلمیہ
۴۱۔مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:۱۲۳۳۳۳
۴۲۔سنن کبری، رقم الحدیث:۱۷۵۶۴
۴۳۔سنن کبری بیہقی:۸ رقم الحدیث:۱۷۵۵۸
۴۴۔شامی:۶/ ۷۵۲ دارالفکر
۴۵۔خانیہ علی الہندیہ:۱/ ۳۴ باب الوضوء والغسل
۴۶۔کشاف القناع:۲/ ۷۹ العلمیہ
۴۷۔فتح الباری:۹/ ۶۳۷ دارالمعرفہ
۴۸۔نیل الاوطار:۱/ ۱۴۵ دارالحدیث مصر
۴۹۔تبیین الحقائق:۶/ ۲۲۶ المطبعۃ الکبری الامیریہ
۵۰۔البحرالرائق:۸/ ۵۵۳ دارالکتاب الاسلامی
۵۱۔ہندیہ:۵/ ۳۵۷ دارالفکر
۵۲۔ہندیہ:۵/ ۳۵۷ دارالفکر
۵۳۔انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتیں:۱۵۵
۵۴۔بدائع الصنائع:۵/ ۱۲۳ العلمیہ
۵۵۔انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتیں:۱۵۴
۵۶۔فتاوی محمودیہ:۱۹/ ۴۶۸ جامعہ فاروقیہ کراچی
۵۷۔شامی:۶/ ۷۵۱ دارالفکر
۵۸۔فتاوی یسئلونک:۳/ ۱۹۷ دندلیس
۵۹۔فتاوی یسئلونک:۳/ ۱۹۷ دندلیس
۶۰۔فتاوی یسئلونک:۳/ ۱۹۹ دندلیس
۶۱۔سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس:۲/ ۳۵۹
۶۲۔انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتیں:۱۶۳-۱۶۴
۶۳۔سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس:۲/ ۳۶۱
۶۴۔سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس:۲/ ۳۶۰
۶۵۔انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتیں:۱۶۵
۶۶۔سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس:۲/ ۳۵۹-۳۶۰
۶۷۔سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس:۲/ ۳۵۸
۶۸۔سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس:۲/ ۳۶۱-۳۶۲
۶۹۔انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتیں:۱۶۵

حرام اور ناپاک اشیاء سے علاج

مولوی عبدالصمد عارف قاسمی

حق سبحانہ وتقدس نے انسانوں کو پیدا کیا، اور تمام مخلوقات پر ان کو فضیلت دی، اور ان پر اپنی نعمتوں کی بارش برسائی، انہی نعمتوں میں سے ایک نعمت بدن کی صحت اور سلامتی بھی ہے، لیکن کبھی کبھی صحت کے منافی اسباب کی وجہ سے صحت میں خرابی بھی آجاتی ہے، جس کو مرض کہتے ہیں، مرض کی دواء کرنا شرعاً مطلوب ہے، تاکہ صحت اصلی حالت پر برقرار رہے۔

جو چیزیں دواء کے طور پر استعمال ہوتی ہیں، ان میں سے بعض حلال ہوتی ہیں اور بعض حرام ہوتی ہیں، ہم یہاں پر حرام ادویہ کے شرعی حکم کے سلسلے میں بحث کریں گے، شریعت نے کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، مثلاً خنزیر، خون، مردار وغیرہ، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وماا ھل به لغیر الله (البقرة : ۱۷۳)

اللہ تعالیٰ نے تو تم پر صرف حرام کیا ہے مردار کو، اور خون کو (جو بہتا ہو) اور خنزیر کے گوشت کو (اسی طرح اس کے سب اجزاء کو بھی) اور ایسے جانور کو جو (بقصد تقرب) غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا ہو۔

حرام اشیاء سے دوا کی ممانعت

اور جتنی چیزیں شرعا حرام ہیں، ان کو عام حالات میں بھی اور بطور دواء کے بھی استعمال کرنا ممنوع ہے، چنانچہ حضرت ام درداءؓ فرماتی ہیں کہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الله خلق الداء والدواء فتدا ووا ولا تتداووا بحرام(۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دواء دونوں کو پیدا کیا ہے، سوتم دواء کرو اور حرام اشیاء سے دواء مت کرو۔

حرام اشیاء سے علاج کے شرائط

لیکن اگر مریض اتنا زیادہ مجبور ہو جائے کہ ہلاکت کے امکانات پیدا ہو جائیں، اور اس حرام دواء کے قائم مقام دوسری جائز دوا نہ ملے، اور کوئی مسلمان، تجربہ کار، متقی طبیب نے اس کے استعمال کا مشورہ دیا ہو، تو اس کا استعمال مذہب مختار کے مطابق جائز ہے، اور بعض فقہاء کے قول کے مطابق واجب ہے، (۲)

جواز کی نظیریں

جواز کی نظیریں قرآن وسنت میں کثرت سے ملتی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فمن اضطر غير با غ ولا عا د فلا اثم عليه (البقرة : ۱۷۳)

پھر جو بھی شخص بھوک سے بہت ہی بیتاب ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ حاجت سے تجاوز کرنے والا ہو تو اس شخص پر کچھ گناہ نہیں۔

حدیث سے بھی جواز کا پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سعد یا حضرت اسعد بن زرارہ کو داغ دیا، چنانچہ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے نقل فرماتے ہیں:

کوی رسول الله صلى الله عليه وسلم سعدا او

اسعد بن زرارة فی حلقه من الذبحة (۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد یا اسعد بن زرارہ کو ان کے گلے میں حلق کے درد کی وجہ سے داغ دیا جبکہ داغنا حرام ہے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

وانهی امتی عن الكی (٤)

لیکن کہا جائے گا کہ آپ ﷺ نے اس کے علاوہ کسی اور میں شفاء نہیں سمجھا، اس لئے ان کو داغا (۵) اور ایک فقہی قاعدہ بھی ہے کہ ضرورتیں ممنوع چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں:

الضرورات تبيح المحظورات (٦)

ضرورات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔

اسی لئے فقہائے کرام فرماتے ہیں:

لا خلا ف بين اهل العلم فی ان الضرورة ...... تبيح تناول المحرم ، لا ن ذالك ثابت بكتاب الله تعالى و سنة رسول الله ﷺ وا جماع المسلمين (٧)

اہل علم کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ضرورتیں حرام اشیاء کے استعمال کو مباح کر دیتی ہیں؛ اس لئے کہ یہ بات کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور مسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہے۔

اور فتاوی ہندیہ میں ہے کہ: مسلمان طبیب کے کہنے پر بطور دواء خون، پیشاب اور مردار کا استعمال بھی جائز ہے۔

ويجوزللعليل شـر ب الـدم والبول واكل الميتة للتداوی ، اذا اخبره طبيب مسلم ان شفاء ه فيه ، ولم يجد من المباح مايقوم مقامه (٨)

اور مریض کیلئے خون اور پیشاب کا پینا اور مردار کھانا جائز ہے دواء

کیلئے، بشرطیکہ کسی مسلمان طبیب نے اطلاع دی ہو کہ اس کی شفا اسی میں ہے اور وہ مباح اشیاء میں سے اس کے قائم مقام کسی دوسری چیز کو نہ پائے۔

اورعلامہ ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ رقم طراز ہیں:

قال اصحابنا ، وانما یجوز ذالك ، اذاکان المتداوی عارفا بالطب ،یعرف انه لا یقوم غیرھذا مقامه ،او اخبره بذالك طبیب مسلم عدل (۹)

ہمارے اصحابؒ فرماتے ہیں کہ یقیناً وہ (حرام اشیاء سے علاج) جائز ہے جب کہ دوا کرنے والا واقعی طبیب ہو اور وہ جانتا ہو کہ اس کے علاوہ کوئی دوا اس کے قائم مقام نہیں ہے یا اس کو کسی مسلمان عادل طبیب نے اس کی خبر دی ہو۔

ان تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ ضرورت شدیدہ کے وقت تداوی بالمحرام جائز ہے۔

مالکیہ اور حنابلہ کا مسلک

مالکیہ اور حنابلہ نے تداوی بالمحرم کو نا جائز قرار دیا ہے،ان کی دلیل درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت طارق بن سوید الجعفیؓ نے حضور اکرم ﷺ سے شراب کے بارے میں پوچھا: کیا میں اس کی دواء بنا سکتا ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ دواء نہیں؛ بلکہ بیماری ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

ان طارق بن سوید الجعفی سال النبی ﷺ عن الخمر ، فنھاہ ، او کرہ ان یصنعھا،فقال : انما اصنعھا للدواء ، فقال : انه لیس بدواء ولکنه داء (۱۰)

حضرت طارق بن سوید الجعفیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب

کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمایا یا راوی نے کہا کہ آپ نے شراب تیار کرنے کو ناپسند کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں اس کو دواء کے لئے بناتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دواء نہیں ہے؛ بلکہ وہ تو بیماری ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

ان الله لم يجعل شفاء كم فيما حرم عليكم (١١)

اللہ تعالی نے ان چیزوں میں شفا نہیں رکھی ہے جن کو تم پر حرام فرمایا ہے۔

ان دلائل کو سامنے رکھ کر حضرات حنابلہ اور مالکیہ نے تداوی بالمحرم کے حرام ہونے کا حکم لگایا ہے، حنابلہ میں علامہ ابن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ تحریر فرماتے ہیں:

ولا يباح التداوى بمحرم (١٢)

اور حرام سے دواء کرنا جائز نہیں ہے۔

مالکیہ میں علامہ ابوالقاسم محمد بن احمد متوفی ۷۴۱ھ تحریر فرماتے ہیں:

ولا يحل التداوى بها فى المشهور (١٣)

اور ان حرام اشیاء سے دواء کرنا مشہور قول کے مطابق حلال نہیں ہے۔

حضرات حنابلہ کا دوسرا موقف

علامہ ابن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ابيحت لدفعه عند الضرورة ، كماتباح الميتة عند المخمصة (١٤)

اضطراری حالت کے دفع کرنے کے لئے تداوی بالحرام کو ضرورت کے وقت مباح قرار دیا ہے۔

اسی طرح امام مالکؒ نے بھی خمر کے استثناء کے ساتھ بقیہ حرام اشیاء کو جائز بتلایا ہے اور خمر کے ناجائز ہونے کی علت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال مالكؒ : انى لا كره الخمر فى الدواء وغيره ...... وبلغنى انه انما يد خل هذه الا شياء من ير يد الطعن فى الدين ...... والبول عندى اخف ،قال مالك : ولا يشرب بول الا نسان ليتداوى به ، ولا باس بشر ب ابوال الا نعام الثمانية التى ذكر ها الله سبحانه (۱۵)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں شراب کو دواء اور اس کے علاوہ میں ناپسند کرتا ہوں اور میرے پاس یہ بات پہونچی ہے کہ ایسی اشیاء کو ان چیزوں میں وہی داخل کرتا ہے جو دین میں طعن کا ارادہ رکھتا ہے اور پیشاب میرے نزدیک ہلکی نجاست ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ انسان کا پیشاب دواء کے لئے نہیں پیا جا سکتا، اور اللہ تعالی کے ذکر کردہ آٹھ چوپائیوں کا پیشاب پینے میں کوئی حرج نہیں۔

ایک شبہ

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ بعض صحابہ نے تداوی کے مقابلہ میں بیماری پر صبر کرنے کو پسند فرمایا ہے، جیسے حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت ابوذرؓ، ان حضرات کے موقف کو سامنے رکھتے ہوئے اگر اکل میتہ کو واجب قرار دیں گے، اور تداوی واجب نہیں ہوگی تو غیر واجب کے لئے ایک حرام کو واجب قرار دینا لازم آئے گا، جو بالکل درست نہیں ہے، (۱۶)

نیز اس موقف کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور ﷺ نے ایک باندی کو ان کے مرگی کے مرض کی شکایت پر صبر کی تلقین کی اور جنت کا وعدہ کیا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

ایک سیاہ خاتون حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ میں بے ہوش ہوکر گر جاتی ہوں اور میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ ﷺ اللہ تعالی سے دعا فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کرو، تب تمہارے لئے جنت ہے، اور چاہو تو میں تمہارے لئے اللہ تعالی سے دعا کردوں کہ تم کو عافیت دے، انہوں نے کہا کہ میں صبر کروں گی، (۱۷)

انہی وجوہ کی بناء پر امام ابن تیمیہ نے بھی صبر کو ترجیح دینے کی بات کہی ہے، (۱۸)

شبہ کا ازالہ

مگر یہ شبہ اس لئے قابل توجہ نہیں ہے کہ بعض صحابہ نے اگر علاج کے مقابلہ میں صبر کو ترجیح دی ہے تو یہ ان کا تفرد ہے، اسی پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ علاج کا راجح ہونا دوسری احادیث اور اکثر وبیشتر صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہے، چنانچہ حضرت اسامہ بن شریکؓ فرماتے ہیں: کہ چند بدوی حضرات نے حضور ﷺ سے دریافت فرمایا:

کیا ہم علاج نہ کریں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! اے اللہ کے بندو! تم علاج کرو (۱۹)

اور مسند احمد میں ہے:

کوی رسول الله صلی الله علیه وسلم سعد ا او اسعد بن زرارة (۲۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حصرت سعدؓ کو یا اسعد بن زرارہ کو داغا۔

حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں:

بلغنی أنه من اضطر الی المیتة فلم یاکل حتی مات دخل النار (۲۱)

میرے پاس یہ بات پہونچی ہے کہ جو شخص مردار کھانے پر مجبور

ہوجائے اور نہ کھائے یہاں تک کہ مرجائے تو وہ جہنم میں داخل ہوگا ۔

اس سے معلوم ہوا کہ مجبوری میں حرام اشیاء کا استعمال کیا جاسکتا ہے، ورنہ گناہ گار ہوگا۔اور مولانا مجاہدالاسلام صاحب قاسمی نوراللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

اسلام میں حرام شیاء کی ناپاکی کا حکم عمومی حالت میں ہے، بوقت ضرورت وحاجت حرام وناپاک سے علاج کرنے کی اجازت ہے ......البتہ یہ ذہن نشین رہے کہ یہ ایک اضطراری حکم ہے، اس لئے اس کی قباحت ذہن میں رہنی چاہئے، اور بکراہت وناپسندیدگی بدرجہ مجبوری گوارا کرنا چاہئے (۲۲)

اور علامہ ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول ان الله لم يجعل شفائكمالخ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ نجس سے دواء کرنا جائز ہے جب کہ ایسی پاک چیز کو وہ نہ پائے جو اس کے قائم مقام ہو، اگر وہ اس کو پالے تو نجاست سے علاج بغیر کسی اختلاف کے حرام ہے اور حدیث " ان الله لم يجعل شفاء كم " اسی پر محمول ہے پس وہ حرام ہے اس کے علاوہ کے وجود کے وقت، اور حرام نہیں ہوگا اس کے علاوہ کے نہ پاجانے کے وقت۔

اور مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ متوفی ۱۳۰۴ھ تحریر فرماتے ہیں:

وابويوسفؒ يقول : لا يبقى حينئذ (حين الا ضطرار) حراما للضرورة (۲۳)

اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں: کہ وہ اضطرار کے وقت ضرورت کی

وجہ سے حرام باقی نہیں رہتا۔

اس عبارت کے تحت ڈاکٹر صلاح محمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

حرام اشیاء سے دوا کرنا جائز ہے جیسے شراب اور پیشاب، بشرطیکہ اس کو کسی مسلمان طبیب نے خبر دی ہو کہ اس اس کی شفاء اسی میں ہے، اور اس کے قائم مقام دوسری دواء نہ پائے، اور حرمت ضرورت کے وقت مرتفع ہو جاتی ہے، پس وہ حرام سے دواء کرنے والا نہیں ہوگا، اور منہی عنہ حدیث اس کے معارض نہیں ہوگی، اور یہ احتمال ہے کہ انہوں نے ایسی دواء کے بارے میں کہا ہو جس کے لئے غیر محرم دواء کا ہونا انہوں نے جان لیا ہو (۲۴)

اس کے علاوہ امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، علامہ ابوزکریا محی الدین بن شرف نوویؒ، علامہ عثمان بن علی الزیلعیؒ، سلطان العلماء ابومحمد عزالدین بن عبدالسلام سلمیؒ، علامہ علی بن محمد ابوالحسن الطبریؒ، علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسیؒ، علامہ قرطبیؒ، امام مالکؒ، علامہ ابوجعفر طبریؒ، اور مشہور تابعی سعید بن جبیرؒ، اور علماء متاخرین میں ملا علی قاریؒ، علامہ رشید بن علیؒ، علامہ اسماعیل حقیؒ، علامہ عبدالرحمٰن بن ناصرؒ، علامہ حصکفیؒ، اور علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے اضطرار کے وقت حرام اشیاء سے علاج کرنے کو ضرورت کے وقت جائز کہا ہے، رحمہم اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ

رہی بات ان لوگوں کی، جنہوں نے حرام اشیاء سے دواء کرنے کو ناجائز کہا ہے، تو وہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ وہ اضطرار کی حالت کو نہ پہونچا ہو، یا اس حرام چیز میں شفاء کا ظن غالب نہ ہو، اور کوئی متبادل موجود ہو، لیکن جب بیمار سخت مجبور ہو جائے، اور دواء نہ کرنے کی صورت میں ہلاکت کا اندیشہ ہو اور اس دواء کے قائم مقام دوسری دوا کا نہ ملنا یقینی ہو تو پھر عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

ایک بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ بہت سارے علماء وفقہاء نے جو تداوی بالحرام کونا جائز بتلایا ہے، ان کی عبارات کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں نے وہ حکم عام حالت کے اعتبار سے بتلایا ہے، ورنہ جس کے پاس بھی مریض کی ایسی حالت (اس حرام دواء کے استعمال نہ کرنے پر ہلاکت کا اندیشہ ہو، اوراس دواء کے کوئی قائم مقام دوسری دوا نہ ہواور کسی مسلمان حاذق طبیب نے اس میں شفا ہونے کی اطلاع دی ہو) کا علم ہوتو ان لوگوں نے جواز ہی کا فتوی دیا ہے۔

حوالہ جات

(۱)المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث ۶۴۹، مکتبہ ابن تیمیہ (۲)احکام القرآن للکیا الھراسی ۱/۴۳، دارالکتب العلمیہ
(۳)مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۶۱۸ (۴)بخاری ،حدیث نمبر: ۵۶۸۱
۵)معالم السنن للخطابی ۴/ ۲۱۹، مطبع علمیہ حلب (۶)الاشباہ والنظائر ۱/۳۰۷، دارالکتب العلمیہ
(۷)حکم نقل الاعضاء الانسان ص: ۴۱ (۸)فتاوی ہندیہ ۵/ ۳۵۵، دارالکتاب دیوبند
(۹)المجموع ۹/ ۵۱، دارالفکر بیروت (۱۰)مسلم رقم: ۱۹۵۴، داراحیاء التراث العربی
(۱۱)مصنف بن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۲۳۴۹۲ (۱۲)عمدۃ الفقہ ۱/ ۱۲۰، المکتبۃ العصریہ
(۱۳)القوانین الفقہیہ ۱/ ۱۱۶ شاملہ (۱۴)المغنی لابن قدامہ ۹/ ۱۶۲، مکتبہ قاہرہ مصر
(۱۵)المنتقی شرح الموطا ۷/ ۲۶۲، مطبعۃ السعادۃ (۱۶) مجموع الفتاوی ۲۴/ ۲۶۹، مجمع الملک السعودیہ
(۱۷)صحیح البخاری رقم: ۵۶۵۲ (۱۸) مجموع الفتاوی ۲۴/ ۲۶۹، مجمع الملک
(۱۹)ترمذی: رقم الحدیث ۲۰۳۸ (۲۰)مسند احمد رقم ۱۶۶۸۸، موسسۃ الرسالۃ
(۲۱)البحر المحیط ۲/ ۱۱۹، دارالفکر بیروت، لبنان (۲۲)طبی اخلاقیات ۴۱۸، ایفا پبلکیشنز
(۲۳)عمدۃ الرعایۃ ۱/ ۵۷، مرکز العلماء العالمی (۲۴)حاشیہ عمدۃ الرعایہ ۱/ ۵۷، مرکز العلماء العالمی

الکحل کا شرعی حکم

مولوی محمد انصار خان قاسمی

تمام تعریفیں اس خداوند قدوس کے لئے ہیں جس نے ہمیں اسلام کی شکل میں ایک کامل اور مکمل ضابطۂ حیات عطا فرمایا، اور اس ضابطہ میں جائز و ناجائز، غلط صحیح اور حلال وحرام کی حد بندی فرما دی، اب ایک مسلمان کے ایمان اور تقوی کا تقاضا یہ ہے کہ: وہ حلال چیزوں کو اختیار کرے، اور حرام بلکہ مشتبہ چیزوں سے بھی مکمل اجتناب کرے، تاکہ ایک صالح اور صحت مند اسلامی معاشرے کی بنیاد پڑے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے حلال وحرام کی تفصیل فرمائی اور آپ کے بعد صحابہ کرام نے اس کی حفاظت و اشاعت میں بھر پور حصہ لیا، اور بعد کے مجتہدین فقہاء نے کتاب وسنت کو سامنے رکھ کر اصول وکلیات کی روشنی میں فقہی جزئیات اور مسائل کا استنباط کیا ہے، اور پھر مسائل کو مرتب کر کے کائنات انسانی کے سامنے پیش کیا؛ تاکہ امت کو کوئی دشواری پیش نہ آئے ؛لیکن زمانہ کی ترقی کی وجہ سے انسان کی ضروریات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا، جس کی وجہ سے حلال وحرام کے نئے نئے مسائل پیدا ہونے لگے، جن کی حلت وحرمت صراحۃ قرآن وحدیث اور کتب فقہ میں موجود نہیں ہے، انہی مسائل میں سے ایک ''الکحل'' کا مسئلہ ہے، جو ایک کیمیائی نشہ آور مادہ ہے، اور یہ معاشرے کی ایک ضرورت بن چکا ہے؛ لہذا ہم آپ کے سامنے فقہاء کی عبارتوں کی روشنی میں اس کا حکم بیان کریں گے، مگر چونکہ اس کا حکم شراب کے حکم

سے ماخوذ ہے۔اس لئے ہم آپ کی سہولت کے پیش نظر پہلے شراب کے سلسلے میں گفتگو کریں گے،انشاءاللہ

خمر کی حقیقت

خمر کی حقیقت کیا ہے؟اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے،امام صاحب اور امام ابو یوسف اور ابراہیم نخعی وغیرہ کے نزدیک شراب حقیقت میں وہ ہے جو انگور سے کشید کی جائے،اس سے مراد انگور کا وہ کچا عرق ہے جس میں جھاگ اور شدت پیدا ہوگئی ہو،اس سلسلے میں حنفیہ کا مستدل لغت ہے،چنانچہ مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

> استدل الا مام أبوحنيفة بأن لفظ الخمر فى أصل اللغة إنما يطلق على النئ من ماء العنب(۱)
>
> یعنی امام اعظم ابوحنیفہؒ نے لفظ ''خمر'' سے استدلال کیا،اور لغت میں لفظ خمر کا اطلاق انگور کے کچے پانی پر ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ اور تین شرابیں (طلاء،نقیع تمر،نقیع زبیب) ہیں جس پر مجازاً اور توسعاً شراب کا اطلاق ہوتا ہے؛چنانچہ مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

> اور یہ مشروبات صحیح قول کے مطابق امام صاحب کے نزدیک خمر ہیں؛ اسی لئے حرام اور نجس ہیں،اس کا پینا خواہ تھوڑی مقدار میں ہو یا زیادہ حرام ہے؛لیکن پہلی قسم کی طرح اس کا خمر ہونا قطعی نہیں ہے،بلکہ اس کے خمر ہونے میں کچھ شبہ ہے،جس کی وجہ سے اس کے پینے والے کو حد نہیں لگائی جائے گی۔(۲)

امام صاحبؒ کے نزدیک ان خمورِ اربعہ کا استعمال کرنا یا اس میں سے کچھ پینا درست نہیں ؛ بلکہ نجس ہے اور اس کی بیع امام ابو یوسف کے نزدیک درست نہیں ہے اور امام صاحب

کے نزدیک اخیر کے تین میں خرید وفروخت درست ہے، اوران چار کے علاوہ جو شرابیں ہیں اس کی اتنی مقدار پی لینا جس سے نشہ نہ آتا ہو درست ہے، اور وہ نجس بھی نہیں ہیں (۳)

جہاں تک دوسرے فقہاء امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کی آراء کا تعلق ہے تو ان کے نزدیک ہر نشہ آور چیز خمر (شراب) ہے، خواہ انگور سے کشید کی گئی ہو یا اس کے علاوہ کسی اور چیز سے تیار کی گئی ہو، وہ اپنی دلیل میں بخاری کی حدیث پیش کرتے ہیں:

عن عمرؓ انه خطب على منبر رسول الله ﷺ فقال : إنه قد نزل تحريم الخمر وهي من خمسة اشياء : العنب ،والتمر ، والحنطة ، والشعير، والعسل ، الخمر ماخامر العقل (٤)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی شراب کی حرمت کو نازل فرمایا، اور وہ پانچ چیزوں سے تیار ہوتی ہے ، انگور ، کھجور ، گیہوں ، جو اور شہد ، پھر فرمایا: ہر وہ چیز جو عقل کو ڈھانک لے وہ خمر ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اکثر فقہاء کے نزدیک ہر نشہ آور چیز پر خمر کا اطلاق ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اس کا قلیل و کثیر سب حرام اور نجس ہے، نہ اس کا پینا درست ہے، اور نہ خارجی استعمال اور دلائل کے اعتبار سے یہی قوی ہے، اور اسی پر فتوی ہے۔(۵)

الغرض عام فقہاء نے خمر کی حقیقت میں شراب کے اثر اور نتیجہ کو سامنے رکھ کر ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دیا ہے، اور امام صاحب کے نزدیک خمر کی اصل اس کے اجزاء ہیں کہ وہ کن کن اجزاء سے تیار ہوتی ہے۔

جہاں تک زیر بحث مسئلہ الکحل کے شرعی حکم کا تعلق ہے، تو مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کی تیاری میں کن کن چیزوں کا استعمال کیا جاتا ہے؟

الکحل دور قدیم میں

محققین فقہاء کی تحقیق یہ ہے کہ الکحل ایک نشہ آور مادہ ہے، جس کو زمانۂ قدیم میں کھجور اور انگوری شراب سے بنایا جاتا تھا، یا وہ شراب کی تلچھٹ ہوتا تھا، چنانچہ مفتی نظام الدین صاحب لکھتے ہیں:

> ابتدائی دور میں الکحل جو ہر شراب یا ردی شراب (تلچھٹ) ہوتا تھا ،اس لئے فقہاء نے اس کو شراب کا حکم دیا تھا، اور اس کو ناپاک اور حرام قرار دیا۔(٦)

اسی طرح مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

> آج کل ادویہ میں جو الکحل ملایا جاتا ہے، وہ انگور اور کھجور سے نہیں بنایا جاتا ہے ، بلکہ وہ گندھک ،شہد، دانہ اور غلہ وغیرہ سے بنایا جاتا ہے۔(٧)

اسی طرح بہشتی زیور میں مذکور ہے:

> اسپرٹ تیز قسم کی شراب ہے، جو شراب کو مقطر کرنے سے تیار ہوتی ہے......اور لکھا ہے کہ اسپرٹ میں سے علم کیمیاء کے ذریعہ خاص منشی جز علیحدہ نکال لیتے ہیں، اس کا نام الکحل ہے(٨)

الکحل عصر حاضر کے تناظر میں

اور موجودہ دور میں جو الکحل ادویہ، عطریات اور دیگر اشیاء میں مستعمل ہے، وہ انگور ، کھجور اور شراب سے نہیں بنایا جاتا ہے، بلکہ پھلوں ،سبزیوں ،اناج ،غلہ، نیز پٹرول ،لکڑی کی چھال اور گنے کے رس وغیرہ سے سائنٹفک طریقے سے بنایا جاتا ہے، چنانچہ مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

> میرا خیال یہ ہے کہ الکحل کی زیادہ تر قسمیں انگوری شراب سے نہیں بنائی

جاتی ہے، بلکہ دوسرے اشیاء سے بنائی جاتی ہے، اس سلسلے میں میں نے انسائیکلوپیڈیا آف برٹانکا مطبوعہ ۱۹۵۵ء میں ایک شارٹ دیکھا جس میں شہد، حبوب، جو، انناس، گندھک اور دوسرے پھلوں کا تذکرہ ہے، لیکن اس کے ذیل میں نہ تو انگور کا ذکر ہے اور نہ ہی کھجور کا۔(۹)

اسی طرح فقہی مقالات میں مذکور ہے:

دواؤں میں جو الکحل ملایا جاتا ہے، اس کی بڑی مقدار انگور، اور کھجور کے علاوہ دوسرے اشیاء مثلاً: گندھک شہد، شیرہ، دانہ، جو وغیرہ سے حاصل کی جاتی ہے۔(۱۰)

اسی طرح جدید فقہی مباحث میں مذکور ہے:

بعض امریکی ماہرین کی تحقیق کے مطابق ''الکحل'' ایک ایسا عنصر ہے، جو بہت سی ترکاریوں اور پھلوں میں قدرتی طور پر موجود ہوتا ہے، اسی عنصر کو بعض تدابیر سے علیحدہ کرکے بہت سے اغراض کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔(۱۱)

الکحل کے احکام

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ الکحل کی بناوٹ کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ الکحل جو انگور، کھجور، منقی کی شراب سے بنایا گیا ہو تو بالاتفاق حرام اور ناپاک ہے۔

دوسری قسم: وہ الکحل جو مذکورہ بالا اشیاء کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً: جو، آلو، شہد وغیرہ کی شراب سے بنایا گیا ہو، یا شراب کے علاوہ کسی پاک اور حلال چیز مثلاً، چھال، شہد سبزی وغیرہ سے سائنٹفک طریقہ سے نکال لیا گیا ہو تو اس کی طہارت اور حلت میں اختلاف ہے، امام صاحب کے نزدیک ضرورتاً اس کا استعمال کرنا حد اسکار سے کم میں درست ہے، اور ائمہ

ثلاثہ اور امام محمد کے نزدیک نشہ آور ہونے کی بناء پر حرام ہے، ان حضرات کی دلیل یہ روایت ہے:

مااسکر کثیرہ فقلیلہ حرام (۱۲)

جس چیز کی کثیر مقدار نشہ پیدا کرے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔

لیکن موجودہ دور میں الکحل ابتلائے عام کی صورت اختیار کر چکا ہے، آج کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں الکحل ملا ہوا نہ ہو، مثال کے طور پر عطریات، کولونیات، دوائیں، مشروبات اور پلاسٹک کی بنی ہوئی چیزیں وغیرہ؛ ایسی ابتلائے عام کی صورت میں شیخین کی رائے کے مطابق فیصلہ کیا جا سکتا ہے، یعنی ایسی چیز جو خمور اربعہ کے علاوہ سے تیار کی گئی ہو اس کا استعمال اتنی قلیل مقدار میں جب کہ وہ نشہ آور نہ ہو، جائز ہے۔ آج کل ادویہ وغیرہ میں جو ''الکحل'' ملا یا جاتا ہے، وہ چونکہ خمورِ اربعہ کے علاوہ سے بنایا ہوا ہوتا ہے، اور وہ بھی بہت قلیل مقدار میں استعمال کیا جاتا ہے، جیسا کہ ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا۔

لہذا ان ادویہ وغیرہ کا استعمال امام صاحب کے قول کے مطابق درست ہے۔

الکحل پاک ہے یا ناپاک؟

گذشتہ تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ الکحل پاک مادہ ہے؛ کیونکہ وہ خمورِ اربعہ کے علاوہ سے عام طور پر بنایا جاتا ہے؛ لہذا الکحل ملی ہوئی کوئی چیز یا الکحل ہی جسم یا کپڑوں پر لگ جائے تو اس کا دھونا ضروری نہیں ہے؛ اسی لئے مفتی نظام الدین صاحب فرماتے ہیں:

> اب الکحل سائیٹفک طریقے سے بننے لگی ہے کہ وہ شراب نہیں رہتی؛ بلکہ سرکہ (خل) کے حکم میں ہو جاتی ہے اس لئے جب تک دلائل شرعیہ سے یہ یقین نہ ہو جائے کہ الکحل وہی شراب کا جوہر یا تلچھٹ ہے، اس وقت تک اس کے ناپاک اور حرام ہونے کا حکم نہیں دے سکتے (۱۳)

اسی طرح الکحل ملے ہوئے عطریات ؛ پرفیومز وغیرہ استعمال کرنا بھی درست ہے؛ کیونکہ اس میں ملا ہوا الکحل بھی ناپاک نہیں ہوتا ہے؛ چنانچہ مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ فرماتے ہیں:

> تحقیق سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ جو الکحل عطروں میں استعمال کیا جاتا ہے وہ نشہ آور نہیں ......اور وہ عطر جس میں الکحل ملا ہوا ہو تو وہ نجس نہیں ہے ؛لہذا اس کا استعمال اور اس کو کپڑے اور بدن پر مارنا درست ہے۔(۱۴)

الکحل اور مشروبات

اور الکحل کولڈ ڈرنک اور دیگر مشروبات وغیرہ میں پایا جاتا ہے ،لیکن وہ برائے نام ہوتا ہے؛لہذا اگر وہ خمورِ اربعہ کے علاوہ سے تیار شدہ ہے(جیسا کہ عام پر اب اسی کا رواج ہے (ناقل) تو اس کا پینا تقوی یا اصلاح پیٹ کے لئے درست ہے(۱۵)

خلاصہ بحث

☆ الکحل پاک ہے، جب کہ وہ خمور اربعہ کے علاوہ سے کشید کیا گیا ہو

☆ الکحل ملا ہوا عطر یا پرفیومز لگا کر نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

☆ عطر اور پرفیومز میں ملا ہوا الکحل عام طور پر پاکیزہ چیزوں سے نکالا جاتا ہے،شراب سے نہیں۔

☆ الکحل ملے ہوئے ادویہ کو استعمال کرنا ،نشہ پیدا کرنے والی مقدار سے کم میں درست ہے؛ کیونکہ اس میں مستعمل الکحل انگور،کھجور کے علاوہ سے تیار کیا جاتا ہے اور وہ بھی بہت قلیل مقدار میں۔

☆ ان اشیاء کا استعمال جن میں مستعمل الکحل ،خمور اربعہ سے ہو تو تمام ائمہ کے نزدیک بلا کسی ضرورت کے حرام ہے۔واللہ اعلم بالصواب

حوالہ جات

(۱) تکملہ فتح الملہم ۳/۶۰۰، مکتبہ اشرفیہ دیوبند
(۲) تکملہ فتح الملہم ۳/۶۰۰، مکتبہ اشرفیہ دیوبند
(۳) حوالہ سابق
(۴) بخاری شریف حدیث نمبر: ۵۵۸۸
(۵) قاموس الفقہ ۳/۳۷۳، نعیمیہ دیوبند
(۶) منتخبات نظام الفتاوی ۱/۳۹۶، بھارت آفیسٹ
(۷) بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرۃ: ص: ۳۴۰، مکتبہ وحیدیہ دیوبند
(۸) بہشتی زیور: ۹/۱۰۲، مکتبہ اختری
(۹) تکملہ فتح الملہم ۱/۵۵۱، مکتبہ اشرفیہ دیوبند
(۱۰) فقہی مقالات ۱/۶۵۶، میمن اسلامک پبلیشرز
(۱۱) جدید فقہی مباحث ۱۸/۲۲۷، ادارۃ القرآن کراچی
(۱۲) ترمذی شریف، حدیث نمبر: ۱۸۶۵
(۱۳) ترمذی شریف ۲/۸، مکتبہ اتحاد دیوبند
(۱۴) منتخبات نظام الفتاوی ۱/۳۹۶، مکتبہ بھارت آفسٹ
(۱۵) فقہ الحلال والحرام ص: ۱۵۰، مکتبہ نعیمیہ دیوبند
(۱۶) احسن الفتاوی ۸/۴۸۹، دارالاشاعت

طبی اغراض کیلئے بینک کا قیام

مولوی سید اسماعیل حسامی

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ موجودہ مغربی تہذیب کی بنیاد ہی مادہ پرستی پر ہے، جس کی وجہ سے اس میں اخلاقی اور روحانی قدروں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے علم وتحقیق کا رخ بھی صحیح نہیں رہا اور وہ معاشرہ میں بے حیائی، بداخلاقی، بے قیدی اور دوسرے ان گنت امراض پھیلانے کا ذریعہ بن رہے ہیں، جس کی حیا سوز واقعات آئے دن سامنے آتے رہتے ہیں، اسی سلسلہ کی ایک کڑی مختلف اغراض کیلئے طبی بینک کا قیام بھی ہے، اس لئے اس کے بارے میں شرعی احکام کی وضاحت ضروری ہے؛ تا کہ لوگ حلال وحرام کی تمیز نہ کھودیں۔

دور حاضر میں طبی اغراض کیلئے جن مختلف بینکوں کا قیام عمل میں لایا گیا ہے، وہ عموما پانچ ہیں:

۱۔اعضائے انسانی کے بینک ۲۔دودھ بینک

۳۔منی بینک ۴۔ختنہ بینک

۵۔خون بینک

اعضائے انسانی کے بینک

ان بینکوں کا بنیادی مقصد انسان کو ان اعضائے انسانی کی فراہمی ہے جن کی اس کو

ضرورت پڑتی ہے؛لیکن اس طرح کی خرید وفروخت سے انسان کی کھال بال اور دیگر اعضاء کو قطع و برید کر کے استعمال کرنا لازم آتا ہے؛ اس لئے فقہائے کرام نے اعضائے انسانی کی خرید وفروخت کو ناجائز قرار دیا ہے، مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی (المتوفی ۱۳۹۶ھ) تحریر فرماتے ہیں:

اگر انسان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہو کہ اس کی کھال ، بال اور اعضاء کو قطع و برید کر کے استعمال کیا جائے تو یہ انسانی شرافت وتکریم اور منشأ تخلیق کائنات کے بالکل منافی ہے؛ اسلئے اعضائے انسانی کی خرید وفروخت ، کاٹ تراش کر استعمال کو سنگین جرم اور سخت حرام قرار دیا گیا ہے۔(۱) مولانا مجیب اللہ ندوی رقمطراز ہیں:

> آج مغربی ملکوں میں عمومی طور پر اس کے کاروبار اور تبدیلی اعضاء کے دوسرے معاملات پر پابندیاں عائد ہیں؛ اسلئے اس کو (انسانی اعضاء کے کاروبار) کو جائز نہ ہونا چاہئے ؛ بلکہ قانونا بھی اس پر پابندی ہونی چاہئے، حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
>
> کسرعظم ا لمیت ککسر عظم الحی (۲)
>
> میت کی ہڈی توڑنا گویا زندہ کی ہڈی توڑنا ہے۔
>
> غرض یہ کہ اعضائے انسانی کی تبدیلی اور ان کا کاروبار کرنا قانونی اور اخلاقی دونوں پہلو سے ناجائز ہے (۳)

مولانا زبیر احمد قاسمی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

> تاجرانہ انداز سے اعضاء کی خرید وفروخت کا باضابطہ کاروبار صحیح نہیں ہوسکتا (۴)

جب اعضائے انسانی کی خرید وفروخت ناجائز ہے تو اس کی اس طرح بینکنگ

کرنا کہ کاروباری شکل ہو جائے اور باضابطہ بیع وشراء ہونے لگے ناجائز اور حرام ہوگا، البتہ اضطرار میں جن قیود کے ساتھ جن اعضاء کے عطیہ کی اجازت دی گئی ہے، اگر ان اعضاء کی بینکنگ ممکن ہو تو بعض فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ مفتی جمیل احمد نذیری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

> جان بچانے کے لئے جن اعضاء کی ضرورت ہوتی ہے، جب ان کی پیوندکاری، حالت اضطرار میں جائز ہوئی تو ان کی بینکنگ اگر ممکن ہو تو وہ بھی جائز ہے، تاکہ ضرورت پڑنے پر آسانی فراہم ہو سکے، اگر مفت نہ ملے تو ویسے شخص کے لئے اس عضو کو خریدنا بھی جائز ہے، لیکن دینے والے کو اس کی قیمت لینا جائز نہیں۔ (۵)
>
> اور مولانا زبیر احمد قاسمی صاحب تحریر فرماتے ہیں:
>
> اعضاء کی بنک کاری کے جواز کا حکم" إذا ثبت الشیء بثبت بلوازمه" جیسے اصول سے واضح ہے۔ (۶)

انسانی دودھ کے بینک

شریعت مطہرہ نے ماں کا دودھ دستیاب ومیسر نہ ہونے کی صورت میں نومولود بچہ کے لئے اس کا نعم البدل رضاعت کی شکل میں رکھا ہے، لیکن موجودہ مغربی تہذیب نے رضاعت کے باب کو بند کر کے ضرورت مندوں کی اعانت کا سہارا لے کر دودھ بینک کا وجود عمل میں لایا ہے، چنانچہ مغربی ممالک میں بعض رفاہی ادارے دودھ دینے والی عورتوں سے نادار بچوں کے نام پر دودھ کا چندہ اکٹھا کرتے ہیں، اور ان میں بعض کیمیائی تبدیلی کر کے اسٹاک کر لیتے ہیں، اور اس دودھ سے ان بچوں کی پرورش کا کام لیا جاتا ہے، جو ناقص الخلقت ہیں، یا جن کا وزن کم ہے، یا ان میں کوئی ایسی خرابی ہے جس کی وجہ سے وہ مصنوعی دودھ کا تحمل نہ کر سکتے

ہوں، اور خاص طور پر اس کا تجربہ امریکہ میں کامیابی کے ساتھ کیا گیا، اس کے نتیجے میں جو چیز وجود میں آئی اسے ''انسانی دودھ کا بینک'' کہا جاتا ہے (۷)

دودھ بینک کا شرعی حکم

اسلام میں رضاعت کا رشتہ، چھاتی سے دودھ پینے کے ساتھ برتن میں نکال کر پینے سے بھی قائم ہو جاتا ہے اور نسب کی حفاظت، مقاصد شریعت میں داخل ہے، اب دودھ بینک کے قائم کرنے سے رضاعی رشتوں کی تمیز ناممکن ہے، اور عالم اسلام میں عام طور پر خواتین کا دودھ، طبعی طور پر میسر آ جاتا ہے، اس لئے ان بینکوں کا قیام درست نہیں، اور نہ ان کی ضرورت ہے (۸) مولانا برہان الدین سنبھلی رقمطراز ہیں:

> دودھ بینک کے قیام کی بظاہر کوئی ضرورت نظر نہیں آتی، مزید یہ کہ دودھ بینک کے قیام سے قیمتاً دودھ خریدنا، بلکہ اسے باقاعدہ کاروبار بنانے کی حوصلہ افزائی ہوگی جو کہ شرعاً ممنوع ہے (۹)

اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

> احناف کے یہاں دودھ کے اجزائے انسانی میں سے ہونے کی وجہ سے اس کی بیع جائز نہ ہوگی، شوافع اور حنابلہ کے یہاں درست ہے، اور حنفیہ کا نقطۂ نظر فطرت سے ہم آہنگ، عقل کے تقاضوں کے مطابق اور نصوص کے موافق ہے (۱۰)

حرمت رضاعت کی تفصیل

دودھ بینک کا قیام تو درست نہیں، مگر اس کے باوجود جو دودھ بینک قائم ہیں، ان سے جو بچے، سینکڑوں انجان عورتوں کے مخلوط دودھ سے پرورش پا رہے ہیں، کیا وہ ساری عورتیں ان بچوں کی رضاعی ماں بن جائیں گی؟ یہ ایک پیچیدہ قسم کا سوال ہے، تاہم فقہاء نے یہاں

تخفیف سے کام لیا ہے، چنانچہ علامہ حصکفی (المتوفی ۱۰۸۸ھ) تحریر فرماتے ہیں:

ولو ارضعها اكثر اهل قرية ثم لم يدر من ارضعها فارا داحدهم تزوجها ان لم تظهر علامة ولم يشهد بذالك جاز (۱۱)

اور اگر بچی کو دیہات کی بہت سی عورتوں نے دودھ پلایا ہے، مگر تعیین کے ساتھ معلوم نہیں کہ کن کن عورتوں نے دودھ پلایا ہے، اب اس گاؤں والوں میں سے کوئی اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو درست ہے، جب کہ اس کے محرم ہونے پر کوئی علامت ظاہر نہ ہو، اور گواہ بھی نہ ہو۔

مولانا برہان الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں:

جتنی عورتوں کا دودھ کوئی بچہ پیئے گا، اگر تعیین کے ساتھ معلوم ہو جائے تو اس بچہ کی وہ سب عورتیں مائیں بن جائیں گی ......لیکن اگر تعیین نہ ہو سکی اور نہ کوئی علامت ایسی ملی جس سے نشاندہی ہو سکے تو حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی (۱۲)

منی بینک کا قیام

یورپی ممالک میں خون بینک کی طرح منی بینک کا قیام بھی عمل میں آیا ہے، اس میں مشہور کھلاڑیوں، انجینیروں، ڈاکٹروں، سائنس دانوں یا کسی بھی فن کے ماہر کا مادہ رکھا جاتا ہے، جس قسم کے آدمی کا نطفہ عورت چاہتی ہے، اس کو مصنوعی طریقہ سے اس کے رحم میں داخل کر دیا جاتا ہے۔(۱۳)

منی بینک کا شرعی حکم

اسلام میں اس طرح کے بینکوں کے قیام کی اجازت نہیں ہے، کیوں کہ اجنبی پانی کو

رحم میں داخل کرنا بالکل ناجائز ہے، یہ بہت بڑی بے راہ روی اور نسلوں کو خلط ملط کرنے کی عالمی سازش ہے، اسلامی ممالک کو چاہئے کہ وہ ان بینکوں کو اپنے ملکوں میں قائم ہونے نہ دیں، اور اس قبیل کی کسی بھی سرگرمی پر سخت پابندی عائد کریں، اور اس جرم میں ملوث لوگوں کو تعزیری سزا بھی دیں (١٤)

ختنہ بینک کے قیام کی تجویز

مغرب کی طرف سے ایجاد کردہ حیاسوز مثالوں میں سے ایک ختنہ بینک کے قیام کا تخیل بھی ہے، ظاہر ہے کہ اس کے عدم جواز میں کوئی شبہ نہیں، چنانچہ فتاوی عالمگیری میں مذکور ہے:

> الا نتفاع با جزاء الآ دمی لم یجز قیل للنجاسة وقیل للکرامة هوالصحیح (١٥)
>
> اور آدمی کے اجزاء سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے، بعض فقہاء کے یہاں ان اجزاء کے ناپاک ہونے کی وجہ سے اور بعض کے یہاں ان کے محترم ہونے کی وجہ سے، اور دوسرا قول درست ہے۔
>
> فقیہ الامت مفتی محمود الحسن صاحبؒ (متوفی ١٤١٧ھ) تحریر فرماتے ہیں:
>
> انسان اشراف المخلوقات ہے، اور بجمیع اجزاء قابل احترام ہے، ختنہ کی کھال بھی اس کا جزء ہے، اس کی خرید وفروخت جائز نہیں (١٦)

بلڈ بینک

آج کل جگہ جگہ خون کے بینک قائم کئے جاتے ہیں، جہاں باضابطہ خون کی خرید وفروخت کی جاتی ہے، عموماً اس کے متعلق درج ذیل سوالات قائم ہوتے ہیں:

بلڈ بینک کا قیام عمل میں لانا کیسا ہے؟

خون کی خرید وفروخت کا شرعی حکم کیا ہے؟

بلڈ بینک میں خون جمع کرانا کیسا ہے؟

غیر مسلم کا خون، مسلم کے بدن میں داخل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

شوہر اور بیوی کے خون کا باہم تبادلہ ہو تو نکاح برقرار رہے گا یا نہیں؟

بلڈ بینک کا شرعی حکم

اصلاتو فقہاء کرام نے خون کی بیع سے منع فرمایا ہے، چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ (المتوفی ۹۷۰ھ) تحریر فرماتے ہیں:

لم یجز بیع المیتة والدم لا نعدام المالیة التی هی رکن البیع فانهمالا یعدان مالا عند احدهم وهومن قسم الباطل (۱۷)

مرداراور خون کی بیع جائز نہیں، مالیت کے نہ ہونے کی وجہ سے جو کہ بیع کا رکن ہے، کیونکہ ان دونوں کو مال نہیں شمار کیا گیا ہے کسی کے نزدیک اور یہ بیع باطل ہے۔

اس اعتبار سے بلڈ بینک کا قیام بھی ناجائز ہونا چاہئے ،لیکن چونکہ کبھی خون کی بہت زیادہ مقدار میں ضرورت پڑتی ہے،اور ہر آدمی کا خون ہر آدمی کے جسم کے لئے موزوں نہیں ہوتا ،اور بروقت مطلوبہ خون کا حاصل ہونا دشوار ہوتا ہے،اور بلڈ بینک چونکہ پہلے سے مختلف نوعیت کے خون رکھتا ہے،جس کی وجہ سے بلڈ بینک،ایک طبی ضرورت بن چکی ہے،اس لئے فقہائے کرام نے الضرورات تبیح المحظورات (۱۸) کے مطابق اس کو جائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ مولانا مفتی نظام الدین صاحبؒ (متوفی ۱۴۲۱ھ) رقم طراز ہیں:

جب خون کے استعمال کی بدرجہ مجبوری گنجائش ہے ،تو چونکہ ایسی

مجبوریاں اچانک بھی پیدا ہوجاتی ہیں، اور خون کی بہت زیادہ مقدار کی متقاضی ہوجاتی ہیں، جیسے ریل کے ایکسڈنٹ کے موقع میں یا جنگ ومحاربہ کے اندر ربسا اوقات بیک وقت بہت زیادہ افراد زخمی ہوجاتے ہیں، اوران کی جان بچانے کے لئے ان سب کو خون کا انجکشن دینا ضروری ہوجاتا ہے، اور پھراس میں مریض کے خون کا نمبر اور جو خون چڑھایا جاتا ہے، اس خون کا نمبر بالکل یکساں ہونا ضروری ہوتا ہے، ورنہ بجائے نفع کے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لئے اچانک پیش آمدہ ضروریات کے لئے ہر نمبر کے خون کا فراہم رکھنا بھی ضروی ہوجاتا ہے، اور مقدار کی تعیین وتحدید معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کافی مقدار میں محفوظ رکھنا ضروری ہوگا، اوراس کا ایک خزانہ بنانا بھی لازم ہوگا، جس کو آج کل اصطلاح میں بینک کا نام دیا جاسکتا ہے: لان الشی اذا ثبت ثبت بجمیع لوازمہ (۱۹)

اور مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی تحریر فرماتے ہیں:

خون کا عطیہ دینا، اس کا بینک قائم کرنا اوراچھے کاموں کے لئے کیمپ لگانا جائز اوردرست ہے۔ (۲۰)

اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

ایسے خون کے بینک ایک طبی ضرورت بن گئے، اور الضرورات تبیح المحظورات کے تحت اس کی اجازت دی جانی چاہئے (۲۱)

خون کی خرید وفروخت

چونکہ خون، مال متقوم نہیں ہے، اس لئے شرعا اس کی خرید وفروخت جائز نہیں، تاہم

اگر کسی مریض کے لئے شدید ضرورت کے وقت بلا قیمت خون نہ ملتا ہو تو قیمت دے کر اس کے لئے خون خریدنا، تداوی بالمحرم کی وجہ سے مرخص ہوگا، خون دینے والے کے لئے قیمت لینا جائز نہیں، تاکہ خون متاع بازار نہ بن جائے (۲۲)

بلڈ بینک میں خون جمع کرانا

جب کوئی ایسا مرض ہو کہ بہت سے لوگوں کے خون کی ضرورت ہو اور اس کے لئے بلڈ بینک میں خون جمع کرنا ضروری ہو تو ایسی صورت میں خون دیا جاسکتا ہے، محض امکانی صورتوں میں خون دینا درست نہیں (۲۳)

غیر مسلم کا خون، مسلم کے خون میں داخل کرنا

نفس جواز میں کوئی فرق نہیں، لیکن ظاہر ہے کہ کافر یا فاسق وفاجر انسان کے خون میں جو اثرات خبیثہ ہیں، ان کے منتقل ہونے اور اخلاق پر اثر انداز ہونے کا خطرہ قوی ہے، اس لئے صلحاء امت نے فاسق، فاجر عورت کا دودھ پلوانا بھی پسند نہیں کیا، بناء علیہ کافر اور فاسق، فاجر انسان کے خون سے حتی المقدور اجتناب بہتر ہے (۲۴)

شوہر بیوی کے خون کا باہم تبادلہ

شوہر کا خون، بیوی کے بدن میں یا بیوی کا خون شوہر کے بدن میں، داخل کرنے سے نکاح پر شرعاً کوئی اثر نہیں پڑتا ہے (۲۵)

حتی کہ اگر نکاح سے پہلے بھی اگر کسی مرد نے کسی عورت کو خون دیا ہو اور نکاح اس سے کرنا چاہے تو بھی نکاح کر سکتا ہے؛ مولانا عبد الرحیم لاجپوریؒ رقم طراز ہیں:

> کسی مرد نے اپنا خون، کسی عورت کو دیا ہو، بعد میں اگر وہ دونوں نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔(۲۶)

حوالہ جات

(۱) جواہر الفقہ :۲/۴۳ تفسیر القرآن
(۲) ابوداؤد، حدیث نمبر: ۳۲۰۷
(۳) اسلامی فقہ ۲/ ۲۱۵ تاج کمپنی
(۴) جدید فقہی تحقیقات :۱/ ۳۲۹، نعیمیہ
(۵) جدید فقہی تحقیقات ۱/ ۳۳۱، نعیمیہ
(۶) جدید فقہی تحقیقات ۱/ ۳۲۹
(۷) تلخیص از عصر حاضر کے فقہی مسائل: ۹۵ تا ۹۸،
(۸) مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی جدہ ۲/ ۱۰۵۱،
(۹) موجودہ زمانہ کے مسائل کا شرعی حل: ۱۰۲، ۱۰۳
(۱۰) جدید فقہی مسائل :۱/ ۳۷۹، ۳۸۰، نعیمیہ
(۱۱) الدر مع الرد:۴/۴۰۲ زکریا
(۱۲) موجودہ زمانہ کے مسائل کا شرعی حل :۲۲۱،
(۱۳) تلخیص از مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی ۳/ ۱۱۰، شاملہ
(۱۴) حوالہَ بالا
(۱۵) فتاوی عالمگیری ۵/۳۵۴، دار الکتاب
(۱۶) فتاوی محمودیہ ۱۸/ ۳۳۹، شیخ الاسلامؒ
(۱۷) البحر الرائق ۶/ ۱۱۵، رشیدیہ
(۱۸) الاشباہ ۱/ ۱۴۰
(۱۹) منتخبات نظام الفتاوی ۱/ ۳۵۷
(۲۰) فتاوی قاضی :۲۱۱
(۲۱) جدید فقہی مسائل ۱/ ۳۳۶، نعیمیہ
(۲۲) فتاوی حقانیہ ۶/ ۵۶، دار العلوم حقانیہ
(۲۳) کتاب الفتاوی ۶/ ۲۱۴، نعیمیہ
(۲۴) جواہر الفقہ ۲/ ۴۰، تفسیر القرآن
(۲۵) جواہر الفقہ ۲/ ۴۰
(۲۶) فتاوی رحیمیہ ۱۰/ ۲۹۹، رحمانیہ

ایڈز اور اسلامی تعلیمات

مولوی محمد عبدالباری قاسمی

موجودہ دور میں حیرت انگیز و ہوش ربا سائنسی ترقی ہوچکی ہے ، کیا زمین اور کیا آسمان ، کیا چاند اور کیا ستارے ، سب پر انسان نے اپنی تحقیق وجستجو کی کمند ڈال دی ہے ، لیکن راحت وآرام اور فرصت وتسکین کے سارے وسائل کے ہوتے ہوئے بھی پورا عالم کئی مسائل ومصائب میں الجھا ہوا ہے۔

دنیا کی آبادی میں خطرناک اضافہ ، نیوکلیر ہتھیاروں کی گرم بازاری ، طاقت وروں کی پنجہ آزمائی ، دنیا پر منڈلاتے جنگ کے بادل ، آسمان کو چھوتی ہوئی مہنگائی ، پانی اور تعلیم کے مسائل ، عصر حاضر کے خطرناک مسائل سہی ، مگر ان سے کہیں زیادہ خطرناک عالمی سطح پر تمام اقوام کو بلالحاظ مذہب وملت رنگ ونسل ، ملک وعلاقہ ، شہری ودیہاتی ، نیز جنس وعمر کی تخصیص کے بغیر اس عہد کی سب سے بڑی لعنت مرض ایڈز ہے ، جس کی دریافت نے ان تمام مسائل ومصائب کو ایک ثانوی درجہ دے دیا ہے ، بیسویں صدی کی آخری دہائیوں اور موجودہ صدی کی پہلی دہائی کے اندر ہی اندر اس عفریت نے قریب قریب تین کڑوڑ افراد کو اپنا لقمہ بنالیا ہے ، اور اس کا دائرہ شیطان کی آنت کی طرح طویل ہوتا جارہا ہے ، اس کی ہلاکت خیزی سے آگاہ کرنے کے لئے ہر سال یومِ ایڈز منایا جاتا ہے ، عالمی ادارے اور شخصیات اس سے بچاؤ کی تدبیریں بتاتے ہیں ، ماہر اطباء اور سائنسدانوں کی ٹیمیں اس کا علاج ایجاد کرنے کی فکروں میں

دن رات لگے ہوئے ہیں، مگر لگتا ہے کہ مرض کچھ ہے اور سمجھ کچھ اور دیا جارہا ہے۔

ایڈز کا تعارف

ایڈز انگریزی کے الفاظ Acquired Immune Deficiency Syndrome کا مخفف ہے، یہ مہلک عارضہ انسانی جسم میں خودکار قدرتی دفاعی نظام کو جو ہر نوعیت کے انفیکشن سے اس کا دفاع کرتا ہے، مکمل طور پر مفلوج کر کے اس کے چہار جانب سرایتی عارضات چھوڑ دیتا ہے، جس کے باعث کوئی بھی دوا اس کے جسمانی نظام پر کارگر نہیں ہوتی اور کچھ مدت بعد ایک تکلیف دہ موت کی نیند سو جاتا ہے(۱)

ایڈز کے پھیلنے کے ذرائع

ڈاکٹر عبدالمبین خان لکھتے ہیں کہ:

> مشاہدات کے ذریعہ یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ یہ مرض زیادہ تر انہیں لوگوں میں پایا جاتا ہے، جو قانونِ قدرت اور حفظانِ صحت کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اس کے وائرس زیادہ تر جنسی تعلقات کے ذریعہ پھیلتے ہیں، جب کہ جنسی عمل غلط طریقوں سے انجام پائے، یا ایسی عورتوں کے ساتھ مباشرت کی جائے جن میں اس بیماری کے وائرس موجود ہوں؛ مریض کو خون دینا جب کہ خون دینے والا ایڈز کے وائرس کا شکار ہو، اگر ایڈز کی مریضہ ہو تو وائرس جنین میں سرایت کر جاتے ہیں، اور ایڈز معصوم بچہ کو مل جاتا ہے۔ اگر ماں ایام رضاعت میں ایڈز کی مریضہ ہو جائے تو شیر خوار بچہ کو بھی ایڈز میں مبتلا کر دیتی ہے۔ مریض کے رال کے ذریعہ بھی یہ مرض ایک دوسرے میں منتقل ہوتا ہے۔ مریض کے

آنسوؤں میں ایڈز کے وائرس موجود ہوتے ہیں، اس لئے مریض کے آنسو بھی اس مرض کو پھیلانے میں معاون ومددگار ثابت ہوتے ہیں، واضح رہے کہ ایڈس کے وائرس ایک گھر میں رہنے، ایک غسل خانہ کا استعمال کرنے، ایک دوسرے کو چھونے، بس ریل یا ہوائی جہاز میں ایک ساتھ بیٹھنے یا سفر کرنے اور ایک جگہ سونے سے نہیں ہوتا، بلکہ اس کے پھیلانے میں لواطت، طوائفیں اور ہوٹل اہم رول ادا کررہے ہیں، ایڈز نشہ آور ادویہ کا بے دریغ استعمال کرنے والوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، اس کے علاوہ ان لوگوں کو بھی جن میں کسی مرض یا حادثہ کی صورت میں خون کے بننے یا انجماد پذیری کی صلاحیت خاندانی طور پر ختم ہو جاتی ہے، جس کو ہیموفیلیا کہا جاتا ہے (۲)

قصداً اگر یہ مرض منتقل کرے تو؟

ایڈز ایک متعدی مرض ہے، اگر اسے دوسروں میں منتقل کرنے کا ارادہ نہیں تھا، لیکن بلا قصد وارادہ وہ دوسروں میں منتقل ہو گیا تو مریض پر کوئی تاوان لازم نہ ہوگا اور ایڈز کا مریض اگر عمداً دوسروں کو مرض منتقل کرے تو اگر یہ اس کی موت کا باعث بن جائے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہلاکت کی صورت میں قصاص ہے اور فقہ حنفی کے اصول کے مطابق دیت ہے، ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ زہر خورانی کے حکم میں ہے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

اگر کوئی زہر پلائے، یا کوئی مہلک چیز کھلائے اور اس سے موت واقع ہو جائے تو یہ قتل عمداً ہوگا اور اس کی وجہ سے قصاص واجب

ہوگا (۳)

حنفیہ کے یہاں اصول یہ ہے کہ قاتل متسبب پر دیت واجب ہوتی ہے،

واما القتل بسبب ...... اذا تلف فیه آدمی الدیة علی العاقلة (٤)

لہذا اگر مریض کے اس عمل کی وجہ سے دوسرے شخص کی موت واقع ہوگی تو اس پر دیت واجب ہوگی، اگر موت واقع نہیں ہوئی؛ بلکہ صحت کو شدید نقصان پہونچا تو مناسب تاوان واجب ہوگا، اور علاوہ اس کے حکومت اس کی مناسب سرزنش بھی کرے گی، کتب فقہ میں اس کی مثال ملتی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو شربت میں زہر ملا کر پلا دیا اور پینے والا ہلاک ہوگیا، یا کوئی سخت نقصان پہونچا تو اگرچہ شربت پلانے والا سخت مجرم اور گنہگار ہے اور اسلامی عدالت اس کے لئے کوئی سزا تجویز کرسکتی ہے، لیکن ضمان اس پر واجب نہیں ہوگا، اس لئے کہ پینے والے نے شربت اپنے اختیار سے پیا تھا، اس موت یا نقصان کا تنہا ذمہ دار پلانے والا ہی نہیں ہے، بلکہ خود پینے والا بھی کسی نہ کسی درجہ میں شریک ہے، البتہ اگر کسی کو اکراہ کے ساتھ زہر میں ملا ہوا شربت پلایا گیا، تو پلانے والے پر ضمان واجب ہوگا، اس پر تمام ائمہ حنفیہ کا اتفاق ہے (۵)

ایڈز کی بناء پر عورت کو فسخ نکاح کا حق

اگر کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈز میں گرفتار ہوگیا یا ایڈز کے مریض نے اپنا مرض چھپا کر کسی عورت سے نکاح کرلیا تو کیا عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کرسکتی ہے؟ اس سلسلہ میں فقہاء حنفیہ میں شیخین کے نزدیک اصولی بات یہ ہے کہ جب تک مریض کے اندر کوئی ایسا مرض لاحق نہ ہو جائے جس کی وجہ سے وہ جماع کی قدرت ہی سے محروم ہو جائے، اس وقت تک عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں ہے، حنفیہ میں شیخین کا یہی مسلک ہے، البتہ

حنفیہ میں امام محمدؒ اور ائمہ ثلاثہ اس کے قائل ہیں کہ کوئی بھی مرض اگر خطرناک اور بھاری ہو تو فسخ نکاح کا عورت مطالبہ کرسکتی ہے(۶)

اس اصول کی روشنی میں عورت کو ایڈز کی بناء پر شیخینؒ کے نزدیک فسخ نکاح کا حق حاصل نہیں ہوگا، اس لئے کہ چاہے یہ کتنا ہی خطرناک مرض ہو، مگر اس سے جماع کی قدرت ختم نہیں ہوتی، البتہ امام محمدؒ اور ائمہ ثلاثہ کے اصول کے مطابق ایڈز کی بناء پر فسخ نکاح کا اختیار ہوگا، یہ صحیح ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارے فقہاء نے امام محمدؒ کے مسلک کے مقابلہ میں شیخین کے مسلک کو راجح قرار دیا ہے، علامہ شامیؒ نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے، اور اس کی روشنی میں مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ نے یہاں تک فرمادیا کہ امام محمدؒ کے قول پر فتوی دینا درست نہیں ہے(۷) لیکن مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

> اصل مذہب یہی ہے لیکن زمانہ حال کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے امام محمدؒ کے قول کو اختیار کیا گیا ہے، اور ضرورت کے پیش نظر مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے ساتھ علماء کی ایک بڑی جماعت نے اس کے مطابق فتوی دیا ہے(۸)

نیز اسلامک فقہ اکیڈمی نے بھی یہ فیصلہ کیا ہے:

> اگر کوئی مرد ایڈز کا مریض ہو، مگر اس نے مرض ظاہر کئے بغیر کسی خاتون سے نکاح کرلیا تو عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا، اور اگر نکاح کے بعد مرد اس بیماری میں مبتلا ہوجائے اور خطرناک حد تک پہونچ جائے تو بھی خاتون کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا(۹)

ایڈز کی بنیاد پر حمل کا اسقاط

حمل کے دو مرحلے ہیں، ایک سو بیس دنوں کے بعد جب کہ روح پیدا ہوچکی ہو اور اس سے قبل جب روح پیدا نہ ہوئی ہو، روح پیدا ہوچکی ہے تو گو بچہ کے ایڈز سے متاثر ہونے

کا اندیشہ ہو پھر بھی اسقاط جائز نہیں کہ نفخ روح کے بعد اسقاط حمل کے حرام ہونے پر اجماع واتفاق ہے، حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

اسقاط الحمل حرام باجماع المسلمين (۱۰)

اور شیخ احمد علیش مالکیؒ لکھتے ہیں:

روح پیدا ہو جانے کے بعد اسقاط حمل کے ذرائع اختیار کرنا بالا جماع حرام ہے، اور یہ قتلِ نفس کے حکم میں ہے۔(۱۱)

روح پیدا ہونے سے قبل عذر کی بنیاد پر اسقاط کی گنجائش دی گئی ہے، اس لئے ایک سو بیس دنوں کے کم کا حمل ساقط کرایا جاسکتا ہے (۱۲)

ایڈز زدہ بچوں کی تعلیم کا مسئلہ

اگر کسی سماج میں ایڈز زدہ بچوں کی کثرت ہو جائے تو مناسب ہے کہ ایسے معذوروں کے لئے علاحدہ درسگاہ قائم کریں، موسوعۃ فقہیہ کے مولفین نے جذام کے مریضوں کے بارے میں فقہاء کی رائے نقل کی ہے:

اگر جذامیوں کی تعداد بڑھ جائے تو ان کو لوگوں سے علحدہ رہنے کا حکم دیا جائے گا، البتہ ان کو ان کی ضروریات کی بابت تصرفات سے منع نہیں کیا جائے گا (۱۳)

جہاں اس قسم کے ایک دو مریض ہوں وہاں عمومی اسکولوں میں ان کا داخلہ لیا جائے گا، البتہ دیگر طلبہ کو اس مرض اور احتیاطی تدابیر سے واقف کرادینا اور اس تعلق سے زبردست انتظام کردینا ضروری ہوگا، بہر حال ان کو محض اوہام اور اندیشوں کی وجہ سے تعلیم سے محروم نہیں کیا جائے گا (۱۴)

مریض ایڈز کا فریضہ

چوں کہ ایڈز کے مریض کے لئے اپنے مرض کو چھپانا اس کے اہل خاندان اور متعلقین کے لئے ضرر کا باعث بن سکتا ہے، خود اس کا ضرر انفرادی اور شخصی ہے، اور خاندان کا ضرر اجتماعی ہے اور قاعدہ ہے:

یتحمل الضرر الخاص لاجل دفع ضرر العام (۱۵)

اس لئے اس پر واجب ہے کہ اپنے متعلقین کو صورتحال سے آگاہ کردے (۱۶)

ایڈز زدہ پر مرض الموت کا حکم

اگر ایڈز کے مریض کو اس مرض نے مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے لیا ہو اور وہ معمولاتِ زندگی کو ادا کرنے سے معذور ہو گیا ہو تو ایسے شخص کو مرض الموت کا مریض تصور کیا جائے گا، اگر وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو طلاق المریض کے احکام اس پر عائد ہوں گے (۱۷)

ایڈز سے نجات کیسے ہو

عالمی سطح پر ایڈز کی لعنت سے چھٹکارا پانے کے لئے کوششیں جاری ہیں، لیکن جس سطحی قسم کی کوششیں کی جا رہی ہیں، اس سے لگتا ہے کہ عالمی برادری ایڈز کی روک تھام میں سنجیدہ نہیں ہے، مولانا سید احمد ومیض صاحب ندوی لکھتے ہیں:

> ایڈز پر کنٹرول کے لئے دنیا محفوظ سیکس کی پالیسی اپنا رہی ہے، اس کے لئے بدکاری کے موقع پر کنڈوم کے استعمال کی ترغیب دی جا رہی ہے، تاہم ماہرین کا کہنا ہے کہ کنڈوم کو رواج دینے کی ہزار کوششوں کے باوجود ایڈز کی وبا آئے دن پھیلتی جا رہی ہے (۱۸)

مولانا ندیم الواجدی ایڈز کی روک تھام کے تعلق سے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اسکولوں میں جنسی تعلیم کا اقدام یہ ایڈز کا حل نہیں ہوسکتا، اسی طرح عالمی یوم ایڈز کے موقع پر چند اشتہارات یا اخباری بیانات بھی اس مسئلہ کا پائیدار حل نہیں، ایڈز پر کنٹرول صرف مذہبی و اخلاقی تعلیمات پر عمل کئے بغیر نہیں ہوسکتا ہے اور ان اسباب ومحرکات کو ختم کرنا ناگزیر ہے، جن سے جنسی آوارگی عام ہورہی ہے، ایڈز کی اصل بنیاد، جنسی بے راہ روی پر قابو پانے کے لئے اسلامی اقدار کو اپنا نا ضروری ہے، جو واقعی اور حقیقی انسانی اقدار ہیں، عریانیت نے نوجوان نسل کے خیالات وافکار کو پراگندہ کر کے ان کی قیمتی زندگی کو جہنم زار بنا دیا ہے، ضرورت ہے کہ عریانیت اور ننگے پن کو کنٹرول کیا جائے۔(۱۹)

نیز ماہنامہ فکر وصحت میں یہ مشورہ بھی قابل توجہ ہے:

ایڈز کا موثر تحفظ سنت ابراہیمی (ختنہ) کو اپنانے میں بھی ہے، دنیا کے اس قدیم ترین جراحی عمل سے عورتوں سے مردوں میں اس مرض کی منتقلی ساٹھ فیصد کی حد تک روکی جاسکتی ہے(۲۰)

اگر سماج کو اس عذاب الٰہی سے بچانا ہے تو جسم فروشی کو دنیا سے مٹا دیا جائے، لوگوں کو فطرت کی طرف راغب کر کے صحت منداور پاک معاشرہ فراہم کیا جائے، نوجوان جو قوم وملت کا قیمتی اثاثہ ہیں، ان کی ذہنی اور فکری تربیت کی جائے، ان اقدامات اور ایڈز کے بنیادی اسباب پر اگر توجہ نہ دی گئی تو یہ عبرتناک خاتمہ کا نقیب ہوگا، اور پھر قوم لوط کی طرح دنیا کی تباہی یقینی ہے۔فساء مطر المنذرین (النمل : ۵۸)

حوالہ جات

(۱)طبی اخلاقیات:۳۷۵،ایفا پبلیکیشنز (۲)متعدی وبائی امراض:۲۲۲

(۳) المغنی ۸/۲۱۲، دار الکتاب العربی، بیروت
(۴) فتح القدیر ۱۰/۲۱۴، دار الفکر بیروت
(۵) عالمگیری ۶/۶، مکتبہ زکریا دیوبند
(۶) فتاوی قاضی خان ۱/۴۱۳، زکریا دیوبند
(۷) عزیز الفتاوی ۵/۱۳
(۸) الحیلۃ الناجزہ: ۶۸۵
(۹) نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے ص: ۱۷۹،
(۱۰) فتاوی ابن تیمیہ ۴/ ۳۱۷
(۱۱) فتح العلی المالک ۱/ ۳۹۹
(۱۲) ردالمحتار ۲/ ۳۸۰
(۱۳) الموسوعۃ الفقہیہ ۱۵/ ۱۳۰
(۱۴) طبی اخلاقیات: ۱۷۶، وزارۃ الاوقاف
(۱۵) الاشباہ والنظائر: ۸۷، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
(۱۶) طبی اخلاقیات: ۱۲۱، ایفا پبلیکیشنز
(۱۷) ہدایہ ۲/ ۳۹۲
(۱۸) ماہنامہ فکر وصحت فروری: ۲۰۰۸،۴۲
(۱۹) ایضا
(۲۰) ماہنامہ فکر وصحت ڈسمبر ۲۱۰، ۲۰

قتل بہ جذبۂ رحم---- شریعت کی نظر میں

مولوی انس احمد قاسمی

شریعتِ اسلامیہ میں جن بنیادی مصالح کے تحفظ کو فرض قرار دیا گیا ہے، ان میں ایک جان کا تحفظ بھی ہے، تحفظ جان سے متعلق شریعت نے جو مختلف احکام دیئے ہیں، ان میں سے ایک حکم یہ ہے کہ مریض اگر چہ سخت سے سخت ضرر رساں بیماری کا شکار ہو، اس پر بے جا ترس کھاتے ہوئے اس کو موت کے حوالہ نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ کتنے ہی مایوس مریض ایسے ہوتے ہیں جو غیر متوقع طور پر خدا تعالی کے حکم سے شفاء یاب ہو جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے انسانی جان کو ناحق ضائع کرنے کی اجازت کسی صورت میں نہیں دی ہے، یہ آج کے دور کا ایک حساس موضوع ہے، آج جہاں طرح طرح کے امراض کی کثرت اور انسانوں کے اندر انسانی ہمدردی کی کمی ہے وہیں مادہ پرستی کے ماحول میں ایسے مریضوں سے بھی انسان چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے، جن کو باوجود علاج کے صحت نہیں مل رہی، حالانکہ اسلام کا واضح جواب ہے:

ماانزل الله داء الا انزل له شفاءا (۱)

اللہ تعالی ہر بیماری کے ساتھ اس کی شفاء بھی اتاری ہے۔

نیز اسلام میں بیمار کی عیادت اور خدمت خود بہت بڑا کارِثواب ہے، اس لئے ایسے مریض کی جان ختم کرنا اس پر رحم نہیں؛ بلکہ عقل وشرع کی روشنی میں اس پر ظلم ہے، آج کے اس

پرفتن دور میں جہاں انسانوں پرظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں، ان ہی میں سے ''قتل بہ جذبۂ رحم'' بھی ہے، یہ سلسلہ روز افزوں ہے، اس کو مغربی تہذیب کی سر پرستی حاصل ہے، جس کو وہاں کی اصطلاحی زبان میں یوتھنزیا (Euthanasia) کہا جاتا ہے، یہ موجودہ مغربی تہذیب اور اس تہذیب سے پنپنے والی فکر کا مظہر ہے؛ ایسا کیوں نہ ہو کہ مغربی تہذیب کی بنیا دہی انسانی تخریب ہے۔

جو شخص ایسی لاعلاج بیماری میں مبتلا ہو گیا ہو، جو بظاہر اسے موت تک پہنچا دے، اور جس میں وہ خود اپنی ضروریات کو پوری کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو، مادہ پرست سماج (Meterialist Society) کے لئے ایک بوجھ بن جاتا ہے، اور جب سماج کسی کو بوجھ سمجھنے لگے تو انسان پر خود بھی زندگی بوجھ بن جاتی ہے؛ اسی لئے سمجھا جاتا ہے کہ اس کو دنیا سے ختم ہو جانا ہی بہتر ہے۔

مریض اور اسلام

اگر اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام، مجبوروں اور بیماروں کے سلسلہ میں بڑا ہی ہمدرد اور فراخدل واقع ہوا ہے، بیمار اور مجبور افراد بظاہر، انسان کے سر پر بوجھ معلوم ہوتے ہیں، ان کی کفالت اور ان کی تیمار داری وغیرہ کو لوگ اگر چہ بارِگراں محسوس کرتے ہیں، تاہم اسلام کا مزاج یہ ہے:

"هل تنصرون وترزقون إلا بضعفائكم" (۲)

ضعیفوں اور کمزوروں ہی کی برکت سے نہ صرف تمہاری نصرت وحمایت کی جاتی ہے؛ بلکہ انہی کے صدقے میں تم کو روزی بھی فراہم کی جاتی ہے۔

مذہب اسلام مریض کے لئے مرض سے گھبرا کر کسی غیر شرعی اقدام کی ہرگز اجازت

نہیں دیتا ،خدانخواستہ مریض قضائے خداوندی پر صبر کرنے کے بجائے اگر اپنے اختیار کو استعمال کرتا ہے تو اسلام کی نظر میں ایسا شخص دوزخی شمار ہوتا ہے، اور یوتھینز یا بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

یوتھینز یا کی حقیقت

یوتھینز یا یونانی لفظ ہے، جس کے معنی ہیں اچھی موت، انگریزی میں اس سے مراد رحم دلی کے جذبہ میں مار ڈالنا، یا آسان موت ہے، اور اس کی دوسری اصطلاح ہے، موت میں مدد کرنا یا خودکشی میں تعاون کرنا ،اس کی صورت یہ ہے کہ مریض جو شدید تکلیف میں مبتلا ہو، ڈاکٹروں کے اندازے کے مطابق بظاہر اس کی صحتیابی کی کوئی امید نہ ہو اور نہ اس کے زندہ رہنے کی کوئی توقع ہو یا وہ بچہ جو پیدائشی طور پر غیر معمولی حد تک معذور ہو اور اسکی زندگی ماں باپ اور معاشرہ کے لئے ایک بوجھ ہو، ان کو ہمیشہ کے لئے اس تکلیف سے نجات دلا دی جائے ،اور کوئی دوا دے کر یا ان کی غذا روک کر ان کی زندگی ختم کر دی جائے ؛ تا کہ وہ اور ان کے قرابت دار سبھی مسلسل اذیت سے چھٹکارا پالیں۔

ڈاکٹروں کے یہاں اس پر عمل کرنے کے دو طریقے ہیں ، ان میں سے ایک عملی (Active) اور دوسرا غیر عملی (Passive)

۱۔ عملی یوتھینز یا کی صورت یہ ہے کہ ڈاکٹر مریض کو موت تک پہونچانے کے لئے کوئی مثبت عمل کرتے ہیں، مثلا: کینسر کا مریض جو شدید تکلیف میں مبتلا ہو یا وہ مریض جو طویل بے ہوشی کا شکار ہو اور اس کے بارے میں ڈاکٹروں کا خیال ہو کہ اس کی زندگی کی اب توقع نہیں ہے، ایسے مریض کے درد کو کم کرنے والی تیز دوا زیادہ مقدار میں دی جاتی ہے، جس سے مریض کی سانس کی آمد و رفت بند ہو جاتی ہے یا ایسا زہریلا انجکشن دیدیا جاتا ہے جس سے اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے، یا محض مصنوعی تدابیر سے اس کی سانس چلائی جارہی ہو کہ اگر یہ آلہ

ہٹالیا جائے تو مریض کی سانس کا آنا بند ہوجائے، یہ شکل بھی ایکٹیو یوتھینز یا کی ایک قسم ہے۔

۲۔ غیر عملی یوتھینز یا کا مطلب ہے کہ مریض کی جان لینے کے لئے کوئی عملی تدبیر نہیں کی جاتی بلکہ اسے زندہ رکھنے کیلئے جو ضروری علاج کیا جانا چاہئے وہ نہیں کیا جاتا اور اس طرح وہ مریض مرجاتا ہے(۳)

اب سوال یہ ہے کہ اسلامی شریعت اس طریقۂ کار کو کہاں تک تسلیم کرتی ہے؟ کیا ایسی صورت میں اسلام عمداً کسی ایسے فعل کی اجازت دیتا ہے جس کے ذریعہ کسی مریض کو شدید تکلیف سے نجات دلانے کیلئے موت تک پہنچا دیا جائے؟ اور کیا اسلام اس مقصد کے پیش نظر معالجہ چھوڑ دینے کی اجازت دیتا ہے؟

یوتھینز یا کا شرعی حکم

انسان اپنی اصل کے اعتبار سے کائنات کی کسی شئی کا یہاں تک کہ خود اپنی ذات کا بھی مالک نہیں ہے؛ اس لئے جس طرح اس کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ کسی دوسرے کی زندگی کے درپے ہو اور اسے ہلاک کرے، اسی طرح یہ بات بھی روا نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہلاک کرے خواہ دوا کے ذریعہ ہو یا انجکشن کے ذریعہ ہو جائز نہیں ہے، قرآن وحدیث میں اس کی ممانعت صراحۃً آئی ہے۔

یوتھینز کی پہلی قسم کا حکم

ا۔ یوتھینز یا کی پہلی قسم ''active euthansia'' میں چونکہ ڈاکٹروں کو جان لینے کیلئے کوئی مثبت عمل کرنا پڑتا ہے، لہذا یہ بھی ناجائز اور قتل نفس کے حکم میں ہے، جیسا کہ ذیل کے دلائل سے واضح ہوگا:

قتل نفس کی حرمت قرآن کی روشنی میں

۱۔ولاتقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق (بنی

اسرائیل:۳۳)

اور جس شخص کو اللہ تعالی نے حرام فرمایا ہے اسکو قتل مت کرو؛ ہاں مگر حق پر۔

۲۔ولاتقتلوانفسکم (النساء:۲۹)

تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔

۳۔و من یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالدا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما(النساء:۲۳)

اور جو کوئی کسی مؤمن کو قصداً قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ پڑا رہے گا اور اللہ اس پر غضب ناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور اس کے لئے عذاب عظیم تیار رکھا ہے۔

خودکشی اور قتل نفس کی حرمت احادیث کی روشنی میں

۱۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل فرمایا: جس شخص نے پہاڑ سے گرا کر اپنے آپ کو ہلاک کیا تو وہ دوزخ میں بھی ہمیشہ اسی طرح اپنے آپ کو گراتا رہے گا، اور جس شخص نے زہر کھا پی کر اپنی جان دی تو دوزخ میں بھی ہمیشہ اسی طرح زہر پیتا رہے گا، اور جس شخص نے کسی دھاردار ہتھیار سے خودکشی کی تو دوزخ میں خود اپنے ہاتھ سے اپنے پیٹ کو چبھوتا رہے گا(۳)

۲۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت جندبؓ نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل فرمایا: تم سے پہلی قوموں میں سے کسی شخص کے زخم لگا تھا وہ تکلیف کی شدت برداشت نہ کر سکا اور اس نے چھری لی اور اپنا ہاتھ کاٹ لیا جس سے خون تھم نہ سکا اور وہ مر گیا تو

اللہ تعالی نے فرمایا میرے بندے نے اپنی ذات کے بارے میں جلدی کی اس لئے میں نے اس پر جنت حرام کردی (۵)

۳۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل فرمایا: کسی مسلمان کا خون قطعا حلال نہیں ہے سوائے تین وجہوں کے، کسی کا خون کردے یا شادی شدہ ہے اور زنا کا ارتکاب کرے یا مرتد ہوجائے یا جماعت سے علاحدگی اختیار کرے (۶)

مندرجہ بالا نصوص سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے قتل کے لئے خواہ آلہ حادہ کا استعمال کرے یا آتشیں اسلحہ کا یا کسی زہریلے مشروب کا، سب خودکشی کے زمرہ میں آتا ہے اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ آج کل ایسی دوائیں جو جسم میں داخل ہوکر اعضاء کو کاٹ ڈالتی ہیں یا زہریلے انجکشن جو زہر بن کر انسان کو ہلاک کردیتے ہیں، یہ سب مشروب زہر پینے کے حکم میں ہے، بہرصورت ان طریقوں میں سے کسی طریقہ سے اپنے آپ کو ہلاک کرنا یا ہلاک کرنے کی اجازت دینا شرعا ناجائز ہے۔

یوتھینزیا کی دوسری قسم کا حکم

۲۔ یوتھینزیا کی دوسری قسم (passive Euthanasia) میں علاج ترک کیا جاتا ہے، تاکہ مریض مرجائے، لہذا یہ صورت بھی ناجائز ہے؛ اسلئے کہ فقہاء نے ترک علاج کو دو سبب سے جائز قرار دیا، ایک تو یہ کہ ترک علاج توکل کی بنا پر ہو، دوسرا یہ کہ علاج سے فائدہ یقینی نہ ہو اور یہاں دونوں وجہیں مفقود ہیں، پہلی وجہ تو اس لئے کہ زیر بحث مسئلہ میں ترک علاج اس لئے ہوتا ہے تاکہ مریض مرجائے اور سر سے ایک بوجھ ختم ہوجائے، اور دوسری وجہ تو اس لئے مفقود ہے کہ جن امراض کا علاج ترک کیا جارہا ہے مثلا نمونیہ، بخار وغیرہ تو ان سب کا علاج اس زمانے میں ترقیاتی طب کی بنا پر یقین کے درجے کو پہنچ چکا ہے، لہذا انما الاعمال

بالنیات اور الأمور بمقاصدها کے تحت ممنوع اور حرام ہوگا، البتہ اگر تنگ دستی، مفلسی اور غربت کی وجہ سے علاج ترک کر دیا جائے تو گنجائش ہے اور ایسے ہی علاج سے شفاء یقینی نہ ہو تو ترک علاج کی گنجائش ہے(۷)

اسلامک فقہ اکیڈمی کا فیصلہ

شریعت اسلامی میں انسانی جان کی بڑی اہمیت ہے اور حتی المقدور اس کی حفاظت خود اس شخص کا اور دوسروں کا فریضہ ہے اس لئے:

۱۔ کسی مریض کو شدید تکلیف سے بچانے یا اس کے متعلقین کو علاج اور تیمار داری کی زحمت سے نجات دلانے کیلئے عمداً ایسی تدبیر کرنا کہ جس سے اس کی موت واقع ہو جائے حرام ہے اور یہ قتل نفس کے حکم میں ہے۔

۲۔ ایسے مریض کو گو مہلک دوا نہ دی جائے، مگر قدرت کے باوجود اس کا علاج ترک کر دیا جائے تا کہ جلد سے جلد اس کی موت واقع ہو جائے یہ بھی جائز نہیں ہے(۸)

حوالہ جات

(۱) بخاری حدیث نمبر: ۵۶۷۸
(۲) بخاری حدیث نمبر: ۲۸۹۶
(۳) قتل بہ جذبۂ رحم اور دماغی موت ص: ۳۱، ۳۲
(۴) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۷۵
(۵) صحیح البخاری حدیث نمبر: ۳۴۶۳
(۶) صحیح البخاری حدیث نمبر: ۶۸۷۸
(۷) منتخبات نظام الفتاوی ۱/ ۳۹۰
(۸) اسلامک فقہ اکیڈمی نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے ص: ۱۸۸

پولیوڈراپ کی حقیقت اور اس کی شرعی حیثیت

مولوی شیخ محمد اشرف علی رشادی

اللہ رب ذوالجلال نے دنیا کی بقاء کے لئے دو بڑے انتظامات فرمائے ہیں، ایک تغذیہ اور دوسرا تولید، تغذیہ کا مقصد یہ ہیکہ جو انواع اس وقت موجود ہیں وہ ایک مدت معینہ تک زندہ رہ کر اس کارخانہ کو چلاتی رہیں، اس کے لئے اللہ رب العالمین نے غذا کا وافر سامان مہیا کیا، اجسام نامیہ (organic bodies) میں غذا کو جذب کرنے، اس کو اپنا جز بنانے کی قابلیت اور غذا کی طرف ایک طبعی خواہش پیدا کردی، جو ان کو غذا حاصل کرنے پر مجبور کرتی ہے، اگر یہ نہ ہوتو تمام اجسام نامیہ (خواہ نباتات ہوں یا حیوانات یا انسان) ہلاک ہوجائیں اور اس کارخانہ عالم میں کوئی رونق باقی نہ رہے۔

لیکن غور کیا جائے تو اشخاص وافراد کی بقاء کے بہ نسبت انواع واجناس کی بقاء زیادہ اہمیت کی حامل ہے، کیونکہ اشخاص کے لئے زندگی کی ایک بہت ہی قلیل مدت ہے، جب کہ اس کارخانہ کو چلانے کے لئے ضروری ہے کہ اشخاص کے مرنے سے پہلے دوسرے اشخاص ان کی جگہ لینے کے لئے تیار رہیں، اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے قدرت نے تولید کا انتظام فرمایا ہے، انواع میں نر و مادہ کی تقسیم، نر و مادہ کے اجسام کی جداگانہ ساخت، دونوں کا ایک دوسرے کی طرف میلان اور صنفی تعلق قائم کرنے کے لئے دونوں میں زبردست خواہش کا وجود، یہ سب کچھ اسی غرض کے لئے ہے کہ دونوں باہم مل کر اپنی موت سے پہلے اللہ رب

العالمین کے نظام کو چلانے کے لئے اپنے جیسے افراد واشخاص مہیا کردیں، اور سرکار دوعالم ﷺ کی امت کی تعداد میں اضافہ کرکے قیامت کے دن آپ ﷺ کے دیگر امم پر فخر کرنے کا سبب بننے کی سعادت کے مستحق ہوجائیں۔

اب اگر کوئی برتھ کنٹرول (ضبط تولید) یا دیگر نسل کش دواؤں کا استعمال کرکے اس فطرت اور الٰہی نظام کی خلاف ورزی کررہا ہے تو وہ عقلا وشرعا ایک غیر محمود کام کوانجام دے رہا ہے، آبادی پر کنٹرول کرنے کے نت نئے حربے خدا کے دشمنوں نے ماضی میں گھڑے تھے، برتھ کنٹرول، اسقاط حمل، قبل از پیدائش جنین کی جنس معلوم کرکے دنیا میں آنے سے پہلے اس کے وجود کو ختم کردینا وغیرہ، لیکن یہ ہتھیار اب ناکام ہوچکے ہیں، تو ایک دوسرا ہتھیار انہوں نے ایجاد کیا اور وہ ہے ''پولیو خوراک''

پولیو کی ابتداء

ماضی میں پولیو کی بیماری برطانیہ اور یورپ کے چند دیگر ممالک تک محدود تھی، البتہ ۱۹۵۰ء کی دہائی میں اس نے وبا کی صورت اختیار کرلی، پہلی بار ۱۹۵۶ء میں پولیو کے خلاف باقاعدہ مہم کا آغاز کیا گیا، عالمی ادارۂ صحت کے مطابق اس مہم کے نتیجے میں برطانیہ سمیت یورپ کے بہت سے ممالک میں پولیو وائرس کا جڑ سے خاتمہ کردیا گیا، تاہم پاکستان سمیت بیشتر ترقی پذیر ممالک میں آج بھی پولیو کا وجود برقرار ہے، بعدازاں عالمی ادارہ صحت کی جانب سے ۱۹۸۸ء میں دنیا بھر سے پولیو کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی مہم کا آغاز کیا گیا، جو آج بھی جاری وساری ہے(۱)

پولیو کی خوراک بنانے والے

پولیو خوراک دو آدمیوں نے بنائی: جانس سالک اور سبین، نیز ایک کمپنی نے بھی اس میں اہم رول ادا کیا ہے، جس کا نام ''لیڈرلے'' ہے(۲)

پولیوخوراک کی تشہیر کے لئے فنڈ اور ذرائع ابلاغ کا استعمال

pentgon امریکہ کا دفاعی ادارہ ہے، ہر سال تقریبا ایک لاکھ ملین ڈالر اس مہم کے لئے مہیا کرتا ہے،

۲۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن ہر سال ڈیڑھ لاکھ ملین ڈالر اس مہم پر صرف کرتا ہے۔

۳۔ روٹری انٹرنیشنل بھی اچھی خاصی رقم اس مہم کے لئے مہیا کرتی ہے،

ان اداروں سے رقوم حاصل کر کے ٹی وی، ریڈیو، اخبار اور دیگر ذرائع سے اس کی خوب خوب تشہیر کی جاتی ہے، اور اس میں اتنی شدت برتی گئی کہ جو اپنے بچوں کو یہ خوراک نہ پلائے وہ گویا حکومت کا مخالف ہے(۳)

اردو زبان کا سہارا

اس مہم کو کامیاب بنانے کے لئے عالمی پیمانے پر اردو زبان کا بھی سہارا لیا گیا اور تو اور نیپال جیسے ملک میں بھی (جہاں سرکاری طور پر اردو کا تصور بھی نہیں) صرف مسلمانوں کو متوجہ کرنے کے لئے اردو زبان کا استعمال کیا گیا(۴)

نیز مدارس، علماء کرام اور برقع پوش خواتین کا بھی بھر پور تعاون حاصل کیا گیا، غیر مسلم مذہبی رہنماؤں سے زیادہ اہمیت، مسلم پیشواؤں اور مقتداؤں کو دی گئی، (۵)

پولیوخوراک بنانے میں استعمال کئے جانے والے اجزاء

دنیا کے مختلف ممالک میں کی گئی تحقیق کے بعد یہ تصدیق ہوئی ہے کہ اس میں ایسے اشیاء ہیں جو انسان کے لئے شرعاً وعقلاً غیر مستعمل ہیں، مثلا بندر کی کڈنی، بندر کی ریڑھ کی ہڈی، بندر کے گردے اور چمپینزی (بن مانس) کتے، چوہے اور خنزیر جیسے حرام اور ناپاک جانوروں کے وائرس اس میں شامل ہیں اور ان کو پولیو پلس کا نام دے کر ہمارے جسموں میں داخل کرنے کی ناپاک کوشش کی جارہی ہے(٦)

پولیو کی اقسام

دنیا میں اس وقت پولیو ویکسین کے دو طریقے رائج ہیں:

۱) (opv) اورل پولیو ویکسین (oral polio vaccine) جس میں منھ کے ذریعہ دوا دی جاتی ہے، اور اس کو اس کے بنانے والے سبین نامی شخص کی طرف منسوب کرتے ہوئے ''سبین ویکسین'' بھی کہا جاتا ہے۔

۲) (ipv) ان ایکٹیوٹیڈ پولیو ویکسین (activated polio vaccine) جس میں دوا بذریعہ انجکشن انسان کے جسم میں داخل کی جاتی ہے، اس کو اس کے بنانے والے ''جانس سالک'' کی طرف منسوب کرتے ہوئے ''سالک ویکسین'' بھی کہا جاتا ہے۔

IPV کا ایجاد

سب سے پہلے (ipv) کا طریقہ دریافت کیا گیا، لوگوں کو پولیو وائرس سے بچانے کے لئے بذریعہ انجکشن دوا دی جاتی تھی، ۱۹۵۲ء میں پہلی مرتبہ اس کو ٹیسٹ کیا گیا، اس ویکسین میں ان ایکٹیوٹیڈ، یعنی مردہ پولیو وائرس کا استعمال کیا جاتا ہے ''سائنس اینڈ ٹیکنالوجی انسائیکلو پیڈیا'' کی جانب سے ۱۹۶۰ء میں کی جانے والی تحقیق کے مطابق اس (ipv) کی تیاری میں بندر کے گردے کے خلیات (cells) شامل کئے جاتے ہیں، نیز یہ دنیا بھر میں بڑے پیمانے پر استعمال کی گئی۔

IPV کے نقصانات

لیکن جب انجکشن کے ذریعہ دی جانے والی اس سالک ویکسین کے استعمال کے فوری بعد کئی قسم کے مسائل سامنے آنے لگے تو چھ برس بعد ہی اسے انسانوں کے استعمال کے لئے خطرناک قرار دے دیا گیا (۷)

سبین ویکسین کا ایجاد

بعد ازاں سبین ویکسین کا وجود ہوا، تحقیق ہوئی تو پتہ چلا کہ اس ویکسین کی تیاری میں مردہ کے بجائے جاندار وائرس کو انتہائی کمزور کر کے استعمال کیا گیا، اس (opv) ویکسین کو ۱۹۵۴ء میں لائسنس جاری کیا گیا، لیکن اس کا استعمال ۱۹۵۷ء سے شروع ہوا، لیکن با قاعدہ طور پر اس کے لائسنس کا اجراء ۱۹۶۲ء میں کیا گیا، جب ipv ویکسین کے نقصاندہ اور اس کے مہلک ہونے کو تسلیم کر کے اس کو بند کر دیا گیا، پھر یہ opv ویکسین ۳۰/ برس تک دنیا بھر میں استعمال کی جاتی رہی۔

سبین ویکسین کے نقصانات

تاہم سائنس اینڈ ٹیکنالوجی انسائیکلو پیڈیا کے مطابق چند برسوں قبل کی جانے والی تحقیق کے بعد یہ تشویش ناک بات سامنے آئی کہ جن بچوں کو قوت مدافعت کم ہوتی ہے، منہ کے ذریعہ دی جانے والی سبین ویکسین ان کے لئے نہایت مہلک ہے، اور یہ پولیو کے خاتمہ کے بجائے ایسے بچوں میں الٹا پولیو جراثیم پیدا کرنے کا سبب بن رہی ہے، اس طرح کے ۱۲/ کیسز صرف امریکہ میں ایک برس کے دوران پیش آئے (۸)

نقصانات کا اجمالی خاکہ

اس پولیو ویکسین کے ذریعہ سے ہونے والی بیماریوں اور پریشانیوں کی ایک طویل فہرست ہے، ان کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا، مختصراً ملاحظہ فرمائیں:

(۱) فالج کا ہونا (۲) دماغ کی سوزش (۳) دماغ کا ورم (۴) دماغ اور ریڑھ کی اندرونی بافتوں کا اس کی زد میں آجانا (۵) پٹھوں کا مستقل کمزور اور نا قابل استعمال ہو جانا (۶) قبل از وقت لڑکیوں کا بلوغت کو پہونچ جانا (۷) اور بچوں کا بڑے ہوکر نامردی کا شکار ہو جانا (۸) پیروں کا

ناکارہ ہوجانا (۹) چہروں اور جسم کے دیگر حصوں پر بڑے بڑے پھوڑوں کا نکل آنا (۱۰) گردن کا ڈھلک جانا (۱۱) بازؤں اور ٹانگوں کا اس کی وجہ سے مفلوج اور ناکارہ ہو جانا (۱۲) قوت مدافعت کا کم ہو جانا (۱۳) افزائش نسل کا متاثر ہونا اور نظام تولید کا درہم برہم ہو جانا (۱۴) پہلے سے رہنے والی جسمانی تندرستی کا بھی ختم ہوجانا (۱۵) لاعلاج بیماریوں کا پیدا ہو جانا (۹)

امریکہ برطانیہ اور اسرائیل میں پولیو خوراک پر پابندی

نقصانات کی وجہ سے امریکی محکمہ برائے حفظان صحت (CDC) نے یکم/ جنوری ۲۰۰۰ء کو جاری ایک حکم نامہ کے ذریعہ پولیو کے خاتمہ کے لئے پلائی جارہی اورل پولیو ویکسین پر پابندی لگادی ہے، جس کی بناء پر ۱۹۶۹ء سے ۱۹۹۹ء تک ۶۰۰/ملین پولیو کی خوراک فروخت کرچکی کمپنی Lederle کو وہاں سے اپنا بوریا بستر لپیٹنا پڑا (۱۱)

مختلف جگہوں سے پولیو خوراک پینے کے بعد ہونے والے نقصانات کی اطلاع

☆ شانتی نگر بھیونڈی (مہاراشٹر) کے توفیق محمد یسین انصاری ۵/ سال اور کانی ناکہ کھاڑی پار علاقہ کی بھاگیہ شری پجاری عمر ۳/ سال گذشتہ ۱۵/ مئی کو آخری بار پولیو خوراک پلائی گئی تھی، مگر ان دونوں کو پولیو ہوگیا اور دونوں کے پیر پوری طرح ناکارہ ہوگئے (۱۲)

☆ ارریہ (بہار) کے محلّہ گوڑی چوک کے وارڈ نمبر ۹/ میں عرفان پولیو خوراک پلانے کے باوجود پولیو کا شکار ہوگیا، حالانکہ وہ اس سے قبل جسمانی طور پر تندرست تھا (۱۳)

☆ فتوحہ (بہار) کے دریاپور کے دویندر کمار کا لڑکا ''سورج'' عمر ۷/ سال پولیو خوراک پینے کے باوجود پولیو کا شکار ہوگیا (۱۴)

☆ مہاراج گنج ضلع اعظم گڑھ (یوپی) کے گاؤں ''چرنئی'' کی چار سالہ خوشبو،

پولیو کا شکار ہوگئی، آج وہ دونوں پیروں سے معذور ہے (۱۵)

☆ پٹنہ شہر (بہار) سے پولیو ختم کرنے کے لئے ۲۰۰۵ء کی میعاد متعین کی گئی تھی، مگر اس مہم کو اس وقت زبردست جھٹکا لگا، جب پولیو کے دو نئے معاملوں کا انکشاف ہوا، بہار ملک کی وہ واحد ریاست ہے، جہاں ۲۰۰۳ء میں پولیو متاثرین کی تعداد ۱۸، اور ۲۰۰۴ء میں بڑھ کر ۴۱ ہوگئی تھی۔ (۱۶)

☆ ایک عینی گواہ کے مطابق چمن گنج کانپور (یوپی) کے اویس عمر ۳/ سال قبل پولیو خوراک کے انفکشن چہرے اور جسم کے دوسرے حصوں میں نکل آئے، بڑے بڑے پھوڑوں کا ابھی تک علاج نہیں ہو پایا ہے، ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اویس کو مکمل تندرست ہونے میں کم از کم دس سال لگ سکتے ہیں (۱۷)

☆ فیصل آباد پاکستان میں بھی ایک بچی پولیو ویکسین استعمال کرائے جانے کے چند دنوں بعد جاں بحق ہوگئی تھی، ۵/ سال کی بچی جسے چند دن قبل پولیو ویکسین دی گئی تھی، مفلوج ہوگئی تھی، اس کی گردن ڈھلک گئی تھی، اسے فوری طور پر تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال پہنچایا گیا، جہاں ڈاکٹروں نے اس بات کی تصدیق کی کہ مریم کے بازوؤں اور ٹانگوں پر فالج کا شدید حملہ ہوا تھا (۱۸)

پولیو ویکسین سے مریضوں کی تعداد میں اضافہ

ان مشاہدات وواقعات سے پتہ چلا کہ ویکسین پولیو کا خاتمہ نہیں کررہی ہے، بلکہ اس میں اضافہ کررہی ہے۔

پولیو خوراک کو ٹیسٹ کرنے کی سہولت فراہم کیوں نہیں کی جاتی؟

دنیا بھر بالخصوص ہندوستان، افغانستان اور پاکستان جیسے دیگر ترقی پذیر ممالک میں استعمال کی جانے والی پولیو ویکسین کے حوالہ سے اگر چہ ایک عرصہ سے مختلف شکوک وشبہات

کا اظہار کیا جارہا ہے، لیکن آج تک اس بارے میں متعلقہ اداروں نے کوئی ایسا تسلی بخش موقف پیش نہیں کیا، جس سے اس طرح کی خبروں کا خاتمہ ہو پاتا، جب کہ ذرائع کا کہنا ہے کہ عالمی ادارہ صحت کی جانب سے پاکستان میں آنے والی سربمہر پولیو ویکسین کو چیک کرنے کی اجازت بھی نہیں ہے اور پھر یہ کہ ملک بھر میں ایسی کوئی لیبارٹری نہیں جس میں ان پولیو ویکسین کے نمونے ٹیسٹ کرنے سے متعلق ضروری آلات موجود ہوں......اس سلسلے میں روزنامہ امت کے ذمہ داروں نے جب پنجاب ڈائریکٹوریٹ ہیلتھ کے انفارمیشن آفیسر ڈاکٹر طیب بٹ سے رابطہ کیا تو انہوں نے تصدیق کی کہ پولیو ویکسین پاکستان میں ٹیسٹ نہیں کی جاتی ہے۔(۱۹)

پولیو خوراک خاندانی منصوبہ بندی کا ایک حصہ ہے

ان حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ جس ویکسین کو مرض کا خاتمہ کا روپ دے کر پلایا جارہا ہے وہ انسانیت کے لئے کتنا ناسور اور مہلک ہے، بلکہ یہ شکرآمیز زہر ہے جس کو اچھا روپ دے کر اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کے لئے اسلام اور مسلمان دشمن طاقتیں استعمال کرتی ہیں ،حقیقت یہی ہے کہ یہ پولیو خفیہ طور پر خاندانی منصوبہ بندی مہم کا حصہ ہے، اور دنیا کی آبادی پر کنٹرول کرنے کا خفیہ ،مگر انتہائی موثر ہتھیار ہے ، اوران کے ناپاک ارادے فیملی پلاننگ اور اسقاط حمل کی نشاۃ ثانیہ ہے،

لہذا جب اس کی حقیقت پورے دلائل ومشاہدات کے ساتھ واضح ہوگئی تو اب ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کا شرعی حکم معلوم کرے؛ تاکہ اسے اختیار کرنے اور نہ کرنے کا فیصلہ کر سکے۔

شرعی حکم

مختلف ممالک میں کی جانے والی تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آچکی ہے، اس پولیو

ویکسین میں بندر کی کڈنی ، بندر کی ریڑھ کی ہڈی ، بندر کے گردے اوراوراس کے خلیات (Cells) چمپینیری (بن مانس) کتے ، چوہے اورخنزیر جیسے حرام اورناپاک جانوروں کے وائرس استعمال کئے جاتے ہیں، الغرض اس میں نجس العین بعض جانور ہیں (مثلاً خنزیر) اوردیگر حرام اورناپاک جانور ہیں، ان حرام چیزوں کو جب کہ اس کی حقیقت نہ بدلی ہو بطور دوا استعمال کرنے کی اجازت عام حالات میں اسلام میں نہیں ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ حرام اورناپاک اشیاء میں اللہ پاک نے تمہاری شفاء نہیں رکھی:

ان الله لم يجعل شفاء كم فيما حرم عليكم (۲۰)

یہاں کسی کو یہ شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ ایک طرف تو خود رسول اللہ ﷺ نے ہی فرمایا کہ حرام اشیاء میں اللہ نے شفا نہیں رکھی ہے، دوسری طرف ایک قبیلہ کے افراد کو رسول اللہ ﷺ نے ہی اونٹوں کے پیشاب کے استعمال کی اجازت مرحمت فرمائی ہے، لیکن کہا جاسکتا ہے کہ جہاں بھی شریعت میں تداوی بالمحرم کی اجازت ہے وہ ان جگہوں پر ہے جہاں حلال اور پاکیزہ اشیاء دستیاب نہ ہوں اورحرام وناپاک اشیاء ہی سے طبیعت کے بحال ہونے کا گمان غالب ہو۔ نیز علامہ علاءالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

اختلف في التداوي بالمحرم وظاهر المذهب المنع ......
وقيل يرخص اذاعلم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما
رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوى (۲۱)

حرام اشیاء سے علاج ومعالجہ سے متعلق احکام میں علماء کا اختلاف ہے، لیکن ظاہر مذہب عدم جواز کا ہے، بعض حضرات فقہاء کا خیال ہے کہ اگر اسی سے طبیعت کے بحال ہونے کا گمان غالب ہو اورکسی دوسری دوا کا بھی پتہ نہ ہوتو اس کے استعمال کی رخصت ہونی چاہئے، جیسا کہ پیاس کی شدت سے جان کا خطرہ لاحق ہونے والے آدمی کو شراب کو (بقدرضرورت) استعمال

میں لانے کی اجازت دی گئی ہے، یہی مفتی بہ قول ہے۔

حرام اجزاء کے علاوہ اس کے استعمال سے ایڈز اور کینسر جیسے مہلک اور لا علاج امر اض کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، نیز افزائش نسل بھی متاثر ہو سکتی ہے، تو بلا شبہ وہ غیر شرعی اور نا جائز چیز ہے، کیونکہ اس سے ملت اسلامیہ کے وہ بنیادی مقاصد متاثر ہوں گے، جن سے انسانوں کی صلاحِ معاش ومعاد (دنیاوآخرت کی درستگی) وابستہ ہے اور وہ پانچ اشیاء ہیں: دین ومذہب، جان، بقائے نسل، مال اور عقل، نیز ہر زمانے میں پوری امت کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ شریعت کا موضوع انہیں پانچ چیزوں کا تحفظ ہے، لہذا جن چیزوں سے ان پانچ اشیاء میں سے کوئی چیز بھی متاثر ہوگی ان سے کلیۃً اجتناب ضروری ہوگا، چنانچہ علامہ ابواسحٰق شاطبی متوفی ۷۹۰ھ لکھتے ہیں:

فقد اتفقت ا لا مة بل سائر الملل على ان الشريعةو ضعت للمحافظة على الضرو ر يات الخمس : وهى الدين ، والنفس ، والنسل ،والمال والعقل(۲۲)

مذکورہ تجزیہ اور تفصیل سے پتہ چلا کہ اس کا استعمال از روئے شرع جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں حرام اجزاء شامل ہیں، نیز اس میں فائدہ کے بجائے نقصانات کی ایک طویل فہرست ہے جس کی بنیاد پر شرعا اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔

المرشد بھدوہی سہ ماہی مجلّہ کے کالم ''شبہات یا حقائق'' میں جو مضمون پلس پولیو کے پردے میں بیماریوں کی نئی سوغات کے ساتھ متصل مولانا خبیر عالم مظاہری جونپوری کے تفصیلی اور مولانا مظفر سلمان قاسمی مظفرنگری کے اجمال واختصار پر مبنی استفتاء کے جواب میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے مفتیان کرام مجد القدوس خبیب رومی مفتی مظاہر العلوم (وقف) سہارنپور نیز شرکاء دار الافتاء، محمد امین، محمد علی حسن نہٹوری، مظفر الاسلام تھانوی اور محمود عالم ٹانڈوی کا فتوی ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

اگر پولیو خوراک واقعی ناپاک، حرام اور نقصان دہ اجزاء سے تیار کی گئی ہو تو اس کا استعمال شرعی طور پر بالکل ناجائز، حرام اور ممنوع ہے......اگر اس سے واقعی ایڈز، کینسر جیسے مہلک امراض کا خطرہ ہے اور افزائش نسل متاثر ہوسکتی ہے تو بلاشبہ غیر شرعی اور ناجائز چیز ہے، کیونکہ اس سے ملت اسلامیہ کے وہ بنیادی مقاصد متاثر ہوں گے، جن سے انسانوں کی صلاح معاش ومعاد وابستہ ہے، اور وہ پانچ ہیں، دین ومذہب، جان، بقائے نسل، مال اور عقل، اور ہر زمانہ میں اس پر پوری امت کا اتفاق رہا ہے کہ شریعت کا اصل موضوع انہیں پانچ چیزوں کا تحفظ ہے۔(٢٣)

نیز مفتی شہر آگرہ حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومی صاحب دامت برکاتہم کے پاس جب سہ ماہی المرشد بھدوہی اور بانگ حرالکھنوء کا شمارہ پہونچا جس میں پولیو کے نقصانات کا ذکر تھا تو انہوں نے اپنی رائے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا:

اب بعض رسائل (المرشد بھدوہی نومبر تا جنوری ٢٠٠٦ء اور بانگ حراء لکھنوء اپریل ومئی ٢٠٠٦ھ) میں ایک مضمون ''پلس پولیو کے پردہ میں بیماریوں کی نئی سوغات'' دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوا متعدد ناجائز وحرام اجزاء پر مشتمل ہے، اسی کے ساتھ نسبندی ونسل کشی کی ایک منصوبہ بند خفیہ ترکیب بھی ہے، احقر نسبندی کی مخالفت ''ایمرجنسی'' کے دور میں بھی کر چکا ہے اور اب بھی اپنے قدیم مذہبی موقف کو صحیح ودرست سمجھتے ہوئے پولیو ڈراپ کے متعلق بھی یہی کہتا ہے کہ برادارن اسلام یہ ڈراپ اپنے بچوں کو ہرگز نہ پلوائیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالی کے عذاب وگرفت سے بچائیں، فقط

نیز واضح رہے کہ نائیجیریا کے علماء نے بھی پولیو کے خلاف فتوی دیا ہے(٢٤)

آخری بات

جب پولیو ڈراپ کی حقیقت اور اس کی شرعی حیثیت واضح ہوگئی، تو اب ہم مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے اور امت کے نونہالوں کو حتی الامکان اس سے دور رکھنا چاہئے۔

حوالہ جات

(۱) روز نامہ امت کراچی حیدرآباد ڈسمبر ۲۰۱۲ء ص: ۲، ۳ (۲) المرشد بھدوہی نومبر تا جنوری ۲۰۰۶ء ص: ۱۵
(۳) المرشد بھدوہی نومبر تا جنوری ۲۰۰۶ء ص: ۱۸ (۴) المرشد بھدوہی نومبر تا جنوری ۲۰۰۶ء ص: ۲۲، ۲۳
(۵) حوالہ سابق: ۲۳ (۶) روز نامہ امت کراچی/ حیدرآباد ڈسمبر ۲۰۱۲ء ص: ۲
(۷) روز نامہ امت کراچی/ حیدرآباد ڈسمبر ۲۰۱۲ء ص: ۳ (۸) حوالہ سابق
(۹) روز نامہ امت، المرشد بھدوہی (۱۰) المرشد بھدوہی ص: ۸، ۹
(۱۱) اردو ٹائمز: ۲۶/ مئی، المرشد بھدوہی ص: ۱، پولیو کے پردے میں بیماریوں کی نئی سوغات
(۱۲) دینک جاگرن: ۷/ جون ۲۰۰۵ء، المرشدہ بھدوہی ص: ۱
(۱۳) دینک جاگرن ۳۰/ مئی ۲۰۰۵ء، المرشد بھدوہی: ۱
(۱۴) ہندی روزنامہ آج: ۱۷/ مئی ۲۰۰۵ء، المرشد بھدوہی: ۲
(۱۵) المرشد بھدوہی: ۲ (۱۶) المرشد بھدوہی: ۲
(۱۷) انسداد پولیو مہم: ثروت ایم حنیف ص: ۱ (۱۸) انسداد پولیو مہم ص: ۲، ثروت ایم حنیف
(۱۹) روز نامہ امت کراچی حیدرآبادی، ڈسمبر ۲۰۱۲ء جمعہ ص: ۵، ۶ (۲۰) السنن الکبری حدیث نمبر: ۱۹۶۷۹
(۲۱) الدر المختار مع رد المختار ۱/ ۳۲۵، ۳۲۶، مکتبہ زکریا دیوبند
(۲۲) الموافقات: ۱/ ۳۶، دار المعرفۃ، بیروت (۲۳) المرشد بھدوہی ص: ۲۸
(۲۴) المرشد بھدوہی: ۳

حجامہ کی شرعی حیثیت

مولوی محمد شجاع الدین ناصر مظاہری

رحمت دو عالم ﷺ جہاں اپنی امت کے باطنی وروحانی امراض کے معالج وحکیم تھے، وہیں ظاہری وجسمانی امراض کے بھی طبیب تھے، آپ نے جہاں مختلف بیماریوں کے علاج کیلئے مختلف طبی نسخے وادویہ کی جانب امت کی توجہ مبذول فرمائی، وہیں ایک بہترین علاج ''حجامہ'' کی رہنمائی بھی فرمائی، آپ نے حجامہ کا نہ صرف یہ کہ فائدہ بتایا؛ بلکہ اس سے علاج بھی فرمایا۔

تجربہ ومشاہدہ اس بات پر شاہد ہے کہ آپ نے جس حجامہ کی امت کو ترغیب دی ہے اوراس کی اہمیت وافادیت پر بیسیوں ارشادات فرمائے ہیں ویسامؤثر وپائیدار علاج آج بھی ممکن نہیں ہے، حجامہ سے اتنی بیماریوں کا علاج ممکن ہے جتنا کسی دوسرے طریقۂ علاج میں نہیں ہے، بدقسمتی یہ ہے کہ ہمیں آج تک اس بات کا یقین نہیں ہے کہ صرف ایک طریقۂ علاج سے اتنے سارے امراض کا علاج ممکن ہے، جبکہ حجامہ آپ ﷺ نے بذات خود لگوایا ہے اور دوسروں کو ترغیب دی ہے، امام بخاریؒ نے اپنی صحیح البخاری میں ''حجامہ'' کے متعلق پانچ باب باندھے ہیں، نیز جب آپ ﷺ معراج میں آسمانوں پر تشریف لے گئے تو اس وقت فرشتوں نے آپ سے حجامہ کے استعمال کی درخواست کی اور یہ بھی عرض کیا کہ: آپ اپنی امت سے حجامہ کی تاکید فرمائیں۔(۱)

حجامہ ایک قدیم طریقۂ علاج ہے جو نہایت مفید ہے، یہ گرم اور سرد دونوں علاقوں میں مفید ہے، چین کا یہ قومی علاج ہے اور پورے ملک میں کیا جاتا ہے؛ امریکہ اور یورپ کی یونیورسیٹیوں میں ان طلباء کو جو کہ '' آلٹرنیٹیو میڈیسن'' پڑھ رہے ہیں، حجامہ پڑھایا اور سکھایا جاتا ہے۔(۲)

حجامہ کی لغوی تعریف

لغت میں حجامہ کہتے ہیں چوسنے کو، چنانچہ بچہ جب ماں کا دودھ پیتا ہے تو اس موقع پر بھی لفظ حجامہ کا مادہ استعمال کیا جاتا ہے، اسی طرح انسان کے بدن کے مختلف اعضاء ومواضع سے جب فاسد خون کو چوس کر نکالا جاتا ہے تو اس کو بھی حجامہ کہتے ہیں، جسکا ترجمہ اردو زبان میں پچھنا لگانے سے کر دیا جاتا ہے اور چونکہ پہلے زمانہ میں حجامہ جانوروں کے خشک سینگوں سے کیا جاتا تھا؛ اس لئے اس کو سینگی کروانا بھی کہتے ہیں:

الحجامة ماخوذة من الحجم ای المص يقال حجم الصبی ثدی امه اذامصه(۳)

حجامہ کی شرعی حیثیت

شراح حدیث وفقہاء کرام کی صراحت کے مطابق حجامہ کے ذریعہ علاج مسنون ومندوب ہے۔(۴)

حجامہ کے فضائل

ذخیرۂ احادیث مبارکہ میں بیسیوں ارشادات نبوی ﷺ حجامہ کی فضیلت کے بارے میں وارد ہوئے ہیں، جن میں اس کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ یہاں پر اختصار کے ساتھ چند احادیث شریفہ پیش کی جاتی ہیں:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہترین دواء جس سے تم علاج

کرتے ہو وہ حجامہ لگوانا ہے اور قسط بحری (سمندری جڑی بوٹیوں) سے علاج کرنا ہے۔

ان امثل ما تدا و یتم به الحجامة والقسط البحری
(٥)

حضرت ابن عباسؓ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کہ شفا تین چیزوں میں ہے: ۱) حجامہ کے علاج میں ۲) شہد کے استعمال میں اور ۳) آگ سے داغنے میں، تاہم میں اپنی امت کو آگ سے داغنے سے روکتا ہوں ۔

الشفاء فی ثلاثة : فی شرطة محجم او شر بة عسل
او کیة بنار ، وانهی امتی عن الکی (٦)

حضرت جابرؓ نے حضرت مقنعؒ کی عیادت کی اور فرمایا کہ جب تک تم حجامہ نہ لگوالو میں واپس نہیں جاؤں گا، اس لئے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ حجامہ لگوانے میں شفا ہے، ا ن فیه شفاء(٧)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: حجامہ سے علاج کرنے والا کیا ہی اچھا آدمی ہے کہ فاسد خون نکالدیتا ہے اور پشت ہلکا کر دیتا ہے، اور نظر تیز کرتا ہے، اور ابن عباسؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ معراج کی رات نبی اکرم ﷺ کا گذر فرشتوں کی جس جماعت پر سے ہوا انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ حجامہ کو لازم پکڑیں۔

نعم العبد الحجام یذهب بالدم و یخف ا الصلب و
یجلو عن البصر ،وقال ان رسول الله ﷺ حین
عرج به مامر علی ملإ من الملا ئکة الا قالو ا : علیك
بالحجامة (٨)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: مجھے حضور پاک ﷺ نے یہ خبر دی کہ لوگوں کے طریقۂ علاج میں حجامہ لگوانا بہترین علاج ہے۔

قال (ای ابوھریرۃؓ) اخبرنی ابو القاسم ﷺ : ان الحجم افضل ما تداوی به الناس (۹)

بدن کے لائق حجامہ اعضاء

مونڈھوں کے درمیان (سینہ کے چوتھے مہرے کے بالمقابل)، آپ ﷺ نے خود اس مقام پر حجامہ کروایا ہے، جس کو عربی میں الکاھل کہتے ہیں، حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

کان رسول الله ﷺ یحتجم فی الأ خد عین والکاھل (۱۰)

ریڑھ کی ہڈی کے نچلے حصہ میں، پنڈلیوں کی پشت پر، کولہے پر، کمر کے بیچ، جس جگہ بھی تکلیف ہو یا درد ہو، کندھے کے پچھلے حصہ پر، مونڈھوں کے درمیان، باہر کے گٹے اور ایڑی کے درمیان، کان کے اندر والے کنارے پر، ٹھوڑی پر، گھٹنے کے اوپر اور اندرونی طرف، کان کے پیچھے، سر کے اوپر، سر کے پشت پر، کوکھ پر، گدی پر، (۱۱) واضح رہے کہ ان مذکورہ بالا مقامات میں سے بعض جگہوں پر آپ ﷺ نے حجامہ لگوایا ہے (۱۲)

حجامہ کے لئے موزوں ایام واوقات

حجامہ کے لئے قمری مہینہ کی سترہ، انیس اور اکیس تاریخیں نہایت موزوں ومفید ہیں، اور احادیث مبارکہ میں اس کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرۃؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جو شخص چاند کی ۱۷/ ۱۹/ یا ۲۱/ تاریخ کو حجامہ لگوائے اسے ہر بیماری سے شفا نصیب ہوگی۔

من احتجم لسبع عشر اوتسع عشر او احدی وعشرین کان شفاء من کل داء (۱۳)

اسی طرح حجامہ کے موزوں ایام کے سلسلہ میں احادیث مبارکہ میں پیر، منگل

اور جمعرات آئے ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: جمعرات کے دن اللہ تعالی کی برکت کے ساتھ حجامہ لگاؤ اور پیر اور منگل کے دن حجامہ کراؤ۔

فـا حتـجـموا علی برکة الله یوم الخمیس وا حتجموا
یوم الا ثنین والثلا ثاء (١٤)

اور حجامہ کا موزوں وقت دن کا دوسرا یا تیسرا پہر ہے، جیسا کہ صاحب قانون ابن سینا نے اس کی صراحت کی ہے، لیکن علامہ شوکانیؒ نے فرمایا کہ: یہ سارے اوقات جن کی رعایت کی جائے گی، اس وقت ہے جب کہ حجامہ سے مقصود آنے والی بیماریوں سے احتراز اور حفظان صحت ہو، لیکن اگر کسی بیماری کے علاج کے لئے ہو تو احتیاج کے وقت حجامہ کروایا جا سکتا ہے، الغرض حجامہ نہ ابتداء ماہ میں ہو نہ انتہاء ماہ میں ہو، البتہ ایمرجنسی کے وقت کسی بھی تاریخ کو حجامہ کیا جا سکتا ہے، چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ کو جب بھی ضرورت پڑتی تھی حجامہ کرواتے تھے (۱۵)۔

حجامہ کے لئے ناموزوں ایام واوقات

احادیث مبارکہ میں بروز چہارشنبہ حجامہ کروانے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، اور اس دن حجامہ کو موجب برص بتلایا گیا ہے، چنانچہ ایک شخص نے بروز چہارشنبہ حجامہ کروایا اور اس کو مرض برص لاحق ہو گیا، اس لئے کہ اس نے حدیث کے تعلیم کی بے حرمتی و بے وقعتی کی، اسی طرح روایات میں بروز جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو حجامہ کروانے سے بھی بچنے کا حکم وارد ہوا ہے۔

واجتـنبـواالحجامة یوم الا ربعاء والجمعة و السبت
و الا حد ...... وحکی ان رجلا احتجم یوم ا لا ربعاء
فاصابه بر ص لکونه تهاون بالحدیث (١٦)

حجامہ اور عمل نبوی

آپ ﷺ نے قمری مہینہ کی ۱۷/ ۱۹/ اور ۲۱/ تواریخ کو حجامہ کروایا ہے، اور جسم اطہر کے مختلف مقامات پر حجامہ کروایا ہے، مثلاً مونڈھوں کے درمیان، گردن کے دونوں جانب، کولہے پر، سر مبارک پر۔ اور ظاہر قدم مبارک پر، آپ کا حجامہ ایک صحابی حضرت محیصہؓ کے غلام ابوطیبہ ؓ نے کیا ہے اور آپ نے ان کو بطور معاوضہ دو صاع یعنی ۶ کلو ۲۹۸ گرام اور ۵۶۰ ملی گرام اناج مرحمت فرمایا: اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حجامہ پر اجرت لینا جائز ہے اگر جائز نہ ہوتا تو آپ ﷺ اجرت مرحمت نہ فرماتے۔

احتجم رسول الله ﷺ و حجمه ابو طيبه واعطاه صاعين من طعام (۱۷)

بحالت روزہ حجامہ

آپ ﷺ سے بہ حالت روزہ حجامہ لگوانا ثابت ہے، چنانچہ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل فرمایا کہ: آپ ﷺ نے روزہ کی حالت میں حجامہ کروایا ہے:

احتجم النبی ﷺ وهو صائم (۱۸)

چنانچہ احناف کے نزدیک اگر حجامہ سے روزہ دار کو کوئی حرج وضعف کا اندیشہ نہ ہوتو جائز ہے، ورنہ مکروہ ہے۔

ذهب الحنفية الى ان الحجامة جا ئزة للصائم اذا كانت لا تضعفه ومكروهة ا ذا اثرت فيه وا ضعفته وهكذا يقول ابن نجيم (۱۹)

بہ حالت احرام حجامہ

حالت احرام میں حجامہ لگوانا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے، لیکن اس کے لئے بالوں کا

کاٹنا جائز نہیں ہے، ورنہ جزاء لازم ہوگی، اور امام مالکؒ کے نزدیک حالت احرام میں حجامہ لگانا بدون تحقق ضرورت کے جائز نہیں ہے، یعنی محض احتیاطا حفظان صحت کی غرض سے جائز نہیں ہے، ہاں اگر ضرورت پیش آ جائے تو عذر کی بناء پر جائز ہوگا (۲۰)

حجامہ سے وضو و غسل

احناف کے نزدیک حجامہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، چنانچہ فقہ حنفی کے مشہور فقیہ شمش الائمہ سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ: ہمارے نزدیک حجامہ وضو اور موضع حجامہ کے دھونے کو واجب کرتا ہے، اگر موضع حجامہ کو نہ دھوئے اور اسی حالت میں نماز پڑھ لے تو دیکھا جائے گا کہ بدن پر لگا ہوا خون ایک درہم کی مقدار سے زائد ہے یا نہیں ہے، اگر زائد ہے تو نماز نہیں ہوگی ورنہ ہو جائے گی۔

ذهب الحنفية الى ان خروج الدم بالحجامة ناقض من نواقض الوضوء قال السرخسیؒ : الحجامة توجب الوضوء وغسل المحجمة ...... الخ (۲۱)

اور حجامہ کے بعد غسل کرنا ضروری تو نہیں، البتہ صفائی ستھرائی کی چیز ہے۔(۲۲)

حجامہ سے جادو کا علاج

حضرت عبدالرحمٰن بن ابو لیلیٰؓ سے روایت ہے کہ: جب رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا تو آپ نے اپنے سر مبارک پر حجامہ لگوایا۔

ا ن النبی ﷺ احتجم علی راسه بقرن حین طب ، قال ابوعبید : معنی طب أی سحر (۲۳)

عورتوں کا حجامہ لگانا اور لگوانا

مردوں کی طرح عورتوں کا بھی حجامہ لگانا اور لگوانا جائز ہے، اور شدید ضرورت اور ہم

جنس معالج کے دستیاب نہ ہونے کی صورت میں مرد نامحرم عورت کو اور عورت نامحرم مرد کو حجامہ لگا سکتی ہے:

ولو خافت الا فتصا د من المر ا ة فلا جنبی ان یفصد ها ۔ کذا فی القنیة (٢٤)

اگر کوئی عورت کسی عورت سے فصد لگانے سے خوف کھاتی ہو تو اجنبی مرد اس کو فصد لگا سکتا ہے۔

حجامہ کے فوائد

حکیم سعد مرہ رکن سینٹرل یونانی طبی بورڈ کے کہنے کے مطابق حجامہ کے چند فوائد مندرجہ ذیل ہیں:

خون صاف کرتا ہے اور حرام مغز کو فعال بناتا ہے، شریانوں پر اچھا اثر ہوتا ہے، پٹھوں کے اکڑاؤ کو ختم کرنے کے لئے مفید ہے، دمہ اور پھیپھڑوں کے امراض اور انجائنا کے لئے مفید ہے، سر درد، سر اور چہرے کے پھوڑے پھنسی، درد شقیقہ اور دانتوں کے درد کو آرام پہونچاتا ہے، آنکھوں کی بیماریوں (Conjunc Tivitis) میں مفید ہے، الرجی میں مفید ہے، گٹھیا اور عرق النساء نقرس کے دردوں میں مفید ہے، فشار خون میں آرام پہونچاتا ہے، کندھوں، سینہ اور پیٹھ کے درد میں مفید ہے، کاہلی، سستی اور زیادہ نیند آنے کی بیماریوں میں مفید ہے ۔ ناسور (U l c e r s) دنبل (Boil) مہاسوں (Pimples) اور خارش میں مفید ہے، دل کے غلاف اور ورم گردہ میں مفید ہے، زہر خورانی (Food

Poisoning) میں مفید ہے ،مواد بھرے زخموں کے لئے مفید ہے، رحم کی بیماریوں اور ماہواری کے بند ہوجانے کی تکلیف اور ترتیب سے آنے کے لئے مفید ہے ،جسم کے کسی حصہ میں درد ہوتو اس جگہ لگانے سے فائدہ ہوتا ہے ۔صحت یاب لوگ بھی حجامہ کرواسکتے ہیں ، کیوں کہ یہ سنت ہے ، اوراس میں بیماریوں سے روک ہے، نیز اس سے طبیعت میں نشاط آجاتا ہے(۲۵)

حوالہ جات

(۱)ترمذی،حدیث نمبر:۲۰۵۲
(۲)الحجامہ علاج بھی سنت بھی حکیم سعد مرہ:۴
(۳)لسان العرب مادہ: حجم
(۴)الموسوعۃ الفقہیہ ۱۴/۱۷،وزارۃ الاوقاف کویت،ودارالافتاء جامعہ بنوریہ فتوی نمبر:۸۰۱۷
(۵)بخاری،حدیث نمبر:۵۷۹۷
(۶)بخاری:۵۷۸۱،
(۷)بخاری ۵۷۹۷
(۸)ترمذی،حدیث نمبر:۲۰۵۲،حسن غریب
(۹)المستدرک للحاکم:۶۹۹۴
(۱۰)ابوداؤد،حدیث نمبر:۳۷۴۰
(۱۱)الطب النبوی لابن قیم:۴۴،۴۵،بیروت
(۱۲)نیل الاوطار للشوکانی ۲۱۱/۸،دارالجیل بیروت
(۱۳)ابوداود:۳۸۶۱،المکتبۃ العصریہ
(۱۴)فتح الباری لابن حجر ۱۸۴/۱۰،ہ بیروت
(۱۵)نیل الاوطار للشوکانیؒ ۲۱۰/۸،،بیروت
(۱۶)فتح الباری ۱۸۴/۱۰،بیروت
(۱۷)بخاری:۵۶۹۶
(۱۸)بخاری:۱۹۳۲
(۱۹)الموسوعۃ الفقہیۃ ۱۵/۱۷،کویت
(۲۰)الدر المنضود ۲۱۴/۳،مکتبہ الشیخ سہارنپور یوپی
(۲۱)الموسوعۃ الفقہیہ ۱۵/۱۷،کویت
(۲۲)معالم السنن ۱۱۰۰/۱،بیروت
(۲۳)زادالمعاد ۱۲۵/۴،موسہ الرسالہ بیروت
(۲۴)ہندیہ ۳۳۰/۵،مکتبہ زکریا دیوبند
(۲۵)الحجامۃ علاج بھی سنت بھی:۲۶،مدینہ بک ڈپو

طبی احکام قواعد فقہیہ کی روشنی میں

مولوی محمد ارشد قاسمی

حکمت وڈاکٹری کے میدان میں جوحیرت انگیز ترقی ہوئی ہے اس کا آئے دن ہر مریض اوراس کے تیماردار مشاہدہ کرتے رہتے ہیں،جسم کے ہرعضو؛ بلکہ ہرعضو کے علیحدہ علیحدہ حصوں کے ماہرین پیدا ہورہے ہیں،کل تک جو امراض لاعلاج سمجھے جاتے تھے آج ان کا علاج ممکن ہوگیا ہے،اورجن امراض کے علاج میں مریض کو غیر معمولی تکلیف برداشت کرنی پڑتی تھی آج ان کا علاج بہت سہل ہوگیا ہے، بلکہ بعض ایسے طریقہ علاج دریافت کرلئے گئے ہیں جن سے مریض بہت کم وقت میں صحت یاب ہوجاتا ہے،ان تحقیقات نے جہاں دوا،تشخیص اور علاج کی سہولت فراہم کی ہے وہیں شرعی نقطۂ نظر سے بہت سے مسائل بھی کھڑے کردیئے ہیں ،جن کا حل علماء وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہتے ہیں،اوروہ تعداد کے لحاظ سے اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا یادرکھنا بھی مشکل ہے،اس لئے بعض علماء نے ان مسائل کوفقہی قواعد کی روشنی میں منضبط کرنے کی محمود کوشش کی ہے، ذیل کے مضمون میں اسی طرح کی ایک طالبعلمانہ کوشش ہے،اس مختصر سے مضمون میں سارے قواعد بلکہ اکثر قواعد اوران پر تفریع ہونے والے مسائل کا احاطہ کرنا تو مشکل ہے،نمونہ کے طور پر چند قواعد کا انتخاب کرکے ان پر چند مسائل کی تفریع کی جاتی ہے، تاکہ دیگر مسائل کو ان پر منطبق کرنا آسان ہوجائے ،اور ایک قاعدہ کے تحت متفرق

جزئیات آنے کی وجہ سے ان کا یاد کرنا اور مستحضر رکھنا آسان ہو جائے، مثلاً ایک فقہی قاعدہ ہے

الضرورات تبیح المحظورات (۱)

یعنی جو چیز اصل کے لحاظ سے شرعاً ممنوع ہو اور اس کے نہ برتنے سے ضیاع دین یا اتلاف نفس کا غالب گمان ہو، یا عزت وآبرو یا عقل ونسل اور مال کے برباد ہونے کا ظن غالب ہو تو وہ مباح ہو جاتی ہے (۲)

اس قاعدے پر درج ذیل جزئیات متفرع ہوتی ہیں:

(۱) کسی شخص کا پیر زخمی ہو گیا ہو، اور وہ اس طرح سڑنے لگا ہو کہ اگر اسے نہ کاٹا جائے تو مزید سرایت کرنے کا غالب اندیشہ ہو تو پیر کا کاٹنا ایک مباح عمل ہوگا، حالانکہ جسم اللہ کی امانت ہے اس میں کانٹ چھانٹ کرنا اور کسی عضو کو کاٹ کر پھینک دینا ایک غیر شرعی عمل ہے؛ لیکن یہاں ضرورت ایسی پیش آ گئی کہ اگر اسے نہ کاٹا جائے تو جان بھی جا سکتی ہے، جب کہ جان کی حفاظت اولین مقاصد میں سے ہے، اس کی وجہ سے ایک محظور (پاؤں کا کاٹنا) جائز ہو گیا (۳)

(۲) کسی عورت کے جسم کے ایسے حصہ پر زخم نکل آیا کہ اس کا دیکھنا نہ لیڈی ڈاکٹر کو درست ہے، اور نہ ہی مرد ڈاکٹر اس حصہ کو دیکھ سکتا ہے؛ لیکن عورت کو اس کے علاج کی ضرورت ہے، ابتدائی مرحلہ میں تو اسے حکم ہے کہ کسی لیڈی ڈاکٹر کی طرف رجوع کرے کہ یہ اہون البلیتین ہے، مرد کے بجائے اگر عورت ہی کسی عورت کی شرمگاہ دیکھے تو اہون واخف ہے، اور لیڈی ڈاکٹر نہ ملنے کی صورت میں علاج کی خاطر مرد ڈاکٹر کی طرف بھی رجوع کر سکتی ہے؛ کیوں کہ علاج ایک ضروت ہے، اس کی وجہ سے ایک محظور (ستر کا کھولنا) مباح ہو جائے گا (۴)،

(۳) ایک شخص کا انتقال ہوا، اور یہ پتہ نہیں کہ وہ طبعی موت مرا ہے، یا اس کو مارا گیا ہے، میت کے اولیاء کو ایک شخص پر شبہ ہے کہ اس نے قتل کیا ہے؛ لیکن قاتل انکار کر رہا ہے،

اب اگر میت کے اسباب موت کے سلسلہ میں تفتیش نہ کی جائے تو ایک جان کا ضیاع لازم آئے گا ،اور اگر تفتیش کے لئے پوسٹ مارٹم کیا جائے تو ایک محظور (انسانی نعش کی بے احترامی) کا ارتکاب لازم آئے گا؛لہذا ایک جان کی عظمت (ضرورت) کی خاطر پوسٹ مارٹم (جو کہ ایک محظور عمل ہے) کو جائز قرار دیا گیا ہے،(۵)

(۴) اسی طرح ایک شخص کو ایسی بیماری لاحق ہے جس میں اس کو انسانی خون کی سخت ضرورت ہے یعنی خون چڑھائے بغیر اس کی جان بچنا مشکل ہے ؛مگر انسانی خون چڑھانے کے لئے خون کو خریدنا پڑے گا، حالانکہ انسانی خون کی خرید وفروخت ناجائز ہے،لیکن (جان کا بچانا) ایک ضرورت ہے، جس کی وجہ سے انسانی خون کا خریدنا (جو کہ ایک محظور شرعی ہے) وہ جائز ہو جائے گا۔ (۶)

(۵) ایک آدمی شوگر کا مریض ہے جس کے علاج کی اس کو ضرورت ہے؛ مگر فی الحال جو دوائیں ان کے لئے کارآمد ہیں ، وہ حرام اشیاء سے تیار کردہ ہیں ، بازار میں کوئی جائز اور متبادل دوا بھی دستیاب نہیں ہے، جس سے علاج کیا جاسکے،تو علاج جو ایک ضرورت ہے اس کی بناء پر اس محظور شرعی کو اس کے حق میں مباح قرار دیا جائے گا، اور اسے انسولین (جو کہ خنزیر کے اجزاء سے تیار ہوتا ہے) کا انجکشن لینا جائز ہوگا (۷)

(۶) اسی طرح کسی انسان کے جسم کو یا اس کے عضو کو سند کرنا ناجائز ہے؛ کیونکہ اس سے اس کے منافع وقتی طور پر کالعدم ہو جاتے ہیں ، اس طرح کا تصرف اپنے جسم میں کسی کو کرنے کی اجازت نہیں ہے ؛لیکن کسی مریض کو آپریشن کی ضرورت ہے، اور اس کا آپریشن سند کئے بغیر نہیں کیا جاسکتا؛لہذا آپریشن جو ایک ضرورت ہے ، اس کی وجہ سے ایک محظور عمل (سند کرنا) مباح قرار دیا جائے گا (۸)

الامور بمقاصدہا

اسی طرح ایک فقہی قاعدہ ہے: الامور بمقاصدها (۹)

یعنی مکلّف آدمی کے تصرفات خواہ قولی ہوں یا فعلی شریعت میں قصد وارادہ کے تابع ہوتے ہیں(۱۰)

(۱) اس قاعدہ پر بھی بہت سے طبی مسائل متفرع ہوتے ہیں ،مثلاً: طبابت اور ڈاکٹری کا پیشہ ایک مباح پیشہ ہے،اگر کوئی خدمتِ خلق اور خدا کی رضا جوئی کے جذبہ سے یہ پیشہ اختیار کرتا ہے تو اس پر ثواب ملے گا ،اور یہ اس کی طرف سے ثانوی درجہ کی عبادت شمار ہوگی ،اور اگر اس کا جذبہ یہ ہو کہ اس پیشہ کے ذریعہ لوگوں کا مال زیادہ سے زیادہ لوٹنے کا موقع ملے گا ،غیر ضروری ٹسٹ اور دوائیں تجویز کرکے نیز پریشان مریض کو مزید پریشان کرکے اس سے زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کرنے کا موقع ملے گا ،تو یہ پیشہ اس کے لئے وبال جان ہوگا،اور شرعاً گناہ کا مستوجب ہوگا(۱۱)

(۲) اسی طرح ایک مریض کسی ڈاکٹر کے پاس علاج ومعالجہ کی غرض سے گیا، اگر ڈاکٹر اس مریض کو اس ارادہ سے دوا دے رہا ہے کہ اس کے مرض میں اور اضافہ ہو جائے؛ تاکہ اس کی پریشانی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے تو شرعاً وہ گناہ گار ہوگا ،لیکن اگر وہ اپنے فن ومہارت کی روشنی میں کوئی دوا تجویز کرے اور اس سے مریض کا مرض کم ہونے کے بجائے اس میں اور اضافہ ہو جائے تو وہ گناہگار نہ ہوگا؛ کیونکہ احکامات نیت کے تابع ہوتے ہیں (۱۲)

(۳) ایسے ہی ایک شخص پلاسٹک سرجری کرا رہا ہے،اس مقصد سے کہ جسمانی عیب کا ازالہ ہو جائے؛ لہذا ضرر کو دور کرنے کی غرض سے اس کے لئے پلاسٹک سرجری کرانا درست ہوگا؛ لیکن محض آرائش وزیبائش کی غرض سے پلاسٹک سرجری کراتا ہے تو غیر محمود جذبہ کی وجہ سے پلاسٹک سرجری کا عمل درست نہ ہوگا؛ کیوں کہ حکم کا ترتب مقاصد اور نیتوں پر ہوتا ہے ،اور اس کی یہ نیت درست نہیں ہے(۱۳)

(۴) اسی طرح انسانی لاشوں کی چیڑ پھاڑ کا مسئلہ ہے اگر وہ بلا مقصد یا محض

تفریح کی نیت سے ہوتو درست نہیں ہوگا؛ کیوں اللہ نے انسان کو محترم بنایا ہے، اور انسانی جسم کو چھیڑ چھاڑ کرنا احترام کے خلاف ہے؛ لیکن اگر طبی تعلیم اور امراض کی جان کاری کی نیت سے چیر پھاڑ کیا جائے تو (پوسٹ مارٹم) مباح ہوگا؛ کیوں کہ اس کا مدار نیت پر ہے (بنی اسرائیل: ۷۰)(۱۴)

الضرر یدفع بقدر الامکان

اسی طرح ایک قاعدہ فقہی ہے: الضرر یدفع بقدر الامکان (۱۵)

یعنی نقصان کو وسعت وطاقت کے مطابق ختم کرنے کی کوشش کی جائے (۱۶)

(۱) اس قاعدہ پر بھی کئی طبی مسائل متفرع ہوتے ہیں، مثلاً جو مریض کسی ڈاکٹر کے یہاں ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس کے علاج کرنے میں اپنی تمام ماہرانہ صلاحیتوں کا استعمال کرے، اور اس میں سستی نہ کرے؛ کیوں کہ بیماری مریض کے لئے تکلیف دہ حالت ہے اور یہ حالت قاعدہ کے تقاضے کے مطابق بقدر امکان دفع کی جائے گی (۱۷)

(۲) ایک آدمی کو مثلاً بخار کا مرض لاحق ہے، جس کی وجہ سے پانی اس کے لئے نقصان دہ ہے، اگر بغیر وضو کے نماز پڑھتا ہے، تو نماز نہ ہونے کی وجہ سے ایک دینی ضرر لازم آتا ہے، اور اگر پانی استعمال کرتا ہے تو جسمانی ضرر (مرض کا بڑھ جانا، یا تاخیر سے شفاء حاصل ہونا) کا ظن غالب ہے، اور یہ حالت اس کے لئے تکلیف کا سبب ہے، اور تکلیف کو بقدر امکان دفع کیا جاتا ہے؛ لہذا اب اس کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اپنی اس حالت کی بقا تک تیمّم کرتا رہے، یہی اس قاعدہ کا مقتضی ہے۔(۱۸)

(۳) ایک آدمی کو کسی بیماری کے سبب معروف راستہ سے پیشاب آنے میں تکلیف ہو رہی تھی، تو ڈاکٹر نے ایک غیر معروف راستہ سے پیشاب نکالنے کے لئے سوراخ کر دیا، اور اس نے اس کے عضو خاص میں پیشاب کی تھیلی لگادی، پیشاب آہستہ آہستہ اس میں جمع

ہوتا رہتا ہے، اس تھیلی کا نماز کے وقت نکالنا ڈاکٹری اصول کے مطابق مناسب نہیں ہے، اور مسئلہ ہے کہ حامل نجاست کی نماز درست نہیں ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی جیب میں خون کی بھری شیشی لے کر نماز پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوگی، اب اگر اس حالت میں نماز نہ پڑھے تو اس کا دینی نقصان ہے، اس لئے اسے معذور قرار دے کر اس ضرر کو حتی الامکان گوارا کیا جائے گا؛ اور اسی کے ساتھ اس کا نماز پڑھنا درست ہوگا، اور آئندہ صحت عود کر آنے کے بعد اس پر ان نمازوں کی قضاء بھی لازم نہیں ہوگی (۱۹)

(۴) ایک آدمی قیام پر تو قادر ہے؛ لیکن آنکھ میں تکلیف ہے، اگر قیام، رکوع اور سجدہ کرے گا تو اس تکلیف میں اور اضافہ ہو جائے گا، چنانچہ کسی معتبر مسلمان طبیب نے اسے چند دن لیٹے رہنے کا حکم دیا ہو، قعود و سجود وغیرہ سے یہ کہہ کر روک دیا ہو، کہ اگر تم لیٹ کر نماز پڑھو گے تو علاج ممکن ہے ورنہ نہیں، اب ایسے شخص کے لئے قیام وغیرہ کو چھوڑ دینا جائز ہے، لہذا'' الضرر یدفع بقدر الا مکان '' کے تحت وہ چت لیٹ کر رکوع، سجدہ اشارہ سے کر کے نماز پڑھے گا (۲۰)

(۵) اسی طرح ایک شخص کے سر میں ایسا زخم نکل آیا کہ اگر وہ سجدہ کرے گا تو اس کے زخم سے خون نکلنا شروع ہو جائے گا، جو کہ اس کے لئے تکلیف دہ حالت ہے، اور فرض نماز کو چھوڑ بھی نہیں سکتا، ورنہ محظور شرعی لازم آئے گا، چنانچہ بقدر امکان اس سے ضرر کو دور کرتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ وہ رکوع سجدہ اشارہ سے کرے، اور نماز نہ چھوڑے (۲۱)

الضرورة تتقدر بقدر الضرورة

اسی طرح ایک فقہی ضابطہ ہے: الضرورة تتقدر بقدر الضرورة (۲۲)

یعنی ضرورت کے مواقع پر تخفیف حکم بقدر ضرورت ہی ہوگا۔ (۲۳)

(۱) اس قاعدہ پر بھی کئی طبی مسائل متفرع ہوتے ہیں، مثلا: کسی مریض کے

اعضاء مستورہ پر زخم ہوتو ایک ڈاکٹر کو ان مستور اعضاء کا دیکھنا یا چھونا اسی حد تک درست ہوگا، جتنا کہ ضرورت ہو، اگر ضرورت سے زائد حصہ کو دیکھا جائے یا ٹٹولا جائے تو شرعاً درست نہ ہوگا کیوں کہ یہ حدِ ضرورت سے آگے بڑھنا ہوا؛ جو ضابطہ کی روشنی میں درست نہیں ہے۔(۲۴)

(۲) ایک شخص ایسی بیماری میں مبتلا ہے، جس کے بارے میں کسی مسلم طبیب حاذق کا کہنا ہے اگر اشیاء محرمہ سے علاج نہ کیا جائے تو افاقہ ناممکن ہے (جب کہ تداوی بالمحرم درست نہیں ہے؛ لیکن اس کو علاج کی ضرورت ہے؛ تا کہ وہ جسمانی ضرر سے نجات پاسکے، ورنہ وہ ہلاکت کے قریب پہنچ سکتا ہے، اور ایک مسلمان کی جان کو بچانا مقاصد شرعیہ میں سے ہے؛ لہذا اس علاج کے لئے متبادل دوا نہ ملنے کی صورت میں بقدرِ ضرورت حرام اشیاء سے علاج کرانے کی گنجائش ہوگی (۲۵)

(۳) کسی شخص کے ہاتھ پر زخم ہوگیا ہے، اور اس نے بغرض علاج اس پر جبیرہ (پٹی یا پلاسٹر) باندھ رکھی ہے، جس میں کچھ غیر متاثر حصہ بھی آ گیا ہے۔ تو اب اس کے لئے ضروری ہے کہ پٹی باندھنے کے لئے جتنا غیر متاثر حصہ کی ضرورت ہو اتنے ہی پر باندھے، اس سے زائد حصہ کو پٹی باندھنے کے لئے استعمال نہ کرے؛ کیوں کہ ضرورت کا ثبوت بقدر ضرورت ہوا کرتا ہے۔(۲۶)

(۴) اسی طرح ایک عورت کا شیر خوار بچہ ہے؛ لیکن عورت حاملہ ہوگئی اور ظاہر ہے کہ دوران حمل عورت کا دودھ خشک ہو جاتا ہے؛ جب کہ بچہ کے والد کو اتنی وسعت نہیں ہے کہ اپنے شیر خوار بچہ کے واسطے کسی متبادل مثلاً مرضعہ یا دودھ کا انتظام کر سکے یا خود شیر خوار بچہ ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ یا خارجی دودھ کو منہ نہیں لگا تا ہے تو اب بچہ کی پرورش کی خاطر (جو کہ ایک ضرورت ہے) ماں کے لئے ۱۲۰/ دن سے پہلے پہلے تک اسقاط حمل کی گنجائش ہوگی، البتہ ضرورت جب کسی جائز اور متبادل راستہ سے پوری ہو جائے تو اسقاط حمل کی گنجائش نہیں ہوگی (۲۷)

(۵) اگر کوئی عورت سوداوی بیماری میں مبتلا ہے، اور ڈاکٹر نے فصد کے ذریعہ اس کے فاسد خون کو نکالنے کا مشورہ دیا، اب اگر کوئی لیڈی ڈاکٹر فصد لگانے کے لئے فراہم نہ ہو تو بدرجۂ مجبوری مرد ڈاکٹر سے علاج کرواسکتی ہے، اور بوقتِ علاج مقامِ مستور کو بقدرِ ضرورت ہی کھولے گی، کیونکہ ضرورت کی وجہ سے گنجائش بقدرِ ضرروت ہی ہوا کرتی ہے (۲۸)

الضررالاشد یزال بالضررالاخف

ایک اور فقہی ضابطہ ہے: الضرر الا شدیزال بالضرر ا لا خف (۲۹)

یعنی جب دوضرر کا اجتماع ہو جن میں سے ایک اشد ہو اور دوسرا اخف ہو تو اشد سے بچنے کے لئے اخف کو گوارا کر لیا جائے گا،

(۳۰)

اس فقہی ضابطہ پر بھی کئی طبی مسائل متفرع ہوتے ہیں، مثلاً:

(۱) میڈیکل تعلیم کے لئے اولاً مصنوعی اعضاء، مینڈک، بندر، بن مانس وغیرہ کے جسمانی تجزیہ سے فائدہ اٹھایا جائے؛ لیکن اگر یہ اس مقصد کے لئے کافی نہ ہو تو انسانی نعشوں کا پوسٹ مارٹم بھی درست ہوگا؛ اس لئے کہ پوسٹ مارٹم کرنا ایک نقصان ضرور ہے کہ اس سے انسانی جسم کی بے حرمتی ہوتی ہے؛ لیکن اگر ایسا نہ کیا جائے تو طبی تحقیقات میں ہونے والی پیش رفت رک جائے گی، اور ظاہر ہے کہ یہ ایک اجتماعی اور قومی نقصان ہے، جو پہلے نقصان سے کہیں زیادہ اہم ہے، اور مذکورہ ضابطہ کا تقاضا ہے کہ جہاں دو میں سے کسی ایک نقصان سے دوچار ہونا ناگزیر ہو جائے وہاں اہم ترین نقصان سے بچنے کے لئے کمتر نقصان کو گوارا کر لیا جاتا ہے؛ لہذا یہاں پوسٹ مارٹم کو گوارا کر لیا جائے گا۔ (۳۲)

(۲) غیبت شریعت اسلامیہ میں ایک ممنوع اور حرام چیز ہے، جس سے بچنا ہر مومن کے لئے سخت ضروری ہے؛ لیکن اگر کوئی ڈرائیور یا پائلٹ بینائی کی صحت سے محروم

ہو،اور ڈاکٹر کو اس کا علم ہوتو معالج کی طرف سے صحیح اطلاع گوڈرائیور اور پائلٹ کے لئے نقصان کا باعث ہے کہ اس کی ملازمت منسوخ ہوجائے گی؛ لیکن اس سے پہلوتہی کی صورت میں عام لوگوں کو جوضرر شدید پہونچ سکتا ہے ،وہ زیادہ قابل لحاظ ہے ؛لہذا ان حالات میں ڈاکٹر پرواجب ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کواس سے باخبر کردے، ورنہ عام لوگوں کے ضرر کا گناہ اس کے کندھوں پر بھی ہوگا ،(۳۳)

(۳) اگر کوئی مجرم اصلاحِ حال پر آمادہ نہ ہوتو ضررِ عام کو دفع کرنے کے لئے متعلقہ افراد،محکمہ جات ، یاحکومت کواس کی اطلاع کردینی چاہئے ،اگر چہ اس اطلاع سے اس شخص کا نقصان ہوگا؛ لیکن یہ اس کی ذات تک محدود ہوگا؛ اس لئے عام لوگوں کو نقصان سے بچانے کے واسطے اس کے نقصان کو گوارا کرلیا جائے گا۔(۳۴)

درج بالا سطور میں فقہ کے جو قواعد اور ضوابط زیادہ اہم اور بہت عام ہیں،اوران کے تحت بےشمار جزئیات داخل ہیں،ان میں سے چند مثالیں نمونہ کے طور پر پیش کی گئی ہیں، تفصیل تو مستقل کتاب کی متقاضی ہے؛ لیکن قواعد کے ذیل میں جو مثالیں ذکر کی گئی ہیں،ان کی روشنی میں دوسری جزئیات کا اس پر انطباق کرنا آسان ہوجائے گا،اخیر میں بارگاہ ایزدی میں سربسجود ہوکر عرض ہے کہ اللہ تعالی اس بضاعتِ مزجاۃ کو قبول فرماکر امتِ مسلمہ کے لئے نافع بنائے ۔آمین

الحمد لله بنعمته تتم الصالحات والصلاة والسلام
على اشرف الخلق وافضل الكائنات

حوالہ جات

(۱) الاشباہ ص:۴۰ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند (۲) اثر قاعدتی المشقۃ تجلب التیسیر ولاضرر ولاضرار ص:۱۰
(۳) اثر قاعدتی المشقۃ تجلب التیسیر ولاضرر ولاضرار ص۱۰
(۴) اثر قاعدتی المشقۃ تجلب التیسیر ولاضرر ولاضرار ص۱۰،احسن الفتاوی ۸/ ۲۱۵ دارالاشاعت دیوبند،الجوہرۃ النیرۃ

۲/۲۸۴ مطبع الخیریۃ

(۵) اثر قاعدتی المشقۃ تجلب التیسیر ولاضرر ولاضرار ص ۱۱، فتاوی قاضی خان علی ہامش الہندیہ ۳/۲۴۴

(۶) الفقہ الاسلامی ۴/ ۲۶۰۹، دار الفکر دمشق (۷) قاموس الفقہ ۲/ ۴۴۱، نعیمیہ دیوبند

(۸) البحر الرائق ۹/۳۲، زکریا، حاشیہ ابن عابدین ۵/ ۴۰۸ (۹) الاشباہ والنظائر: ۵۳، یاسر ندیم دیوبند

(۱۰) قواعد الفقہ: ۶۲، اشرفی بکڈ پو، القواعد الفقہیہ المحمودہ: ۲۷، زکریا (۱۱) الافادۃ الشرعیۃ فی المسائل الطبیۃ: ۴۸

(۱۲) القوعد والضوابط الفقہیہ ۴، الفواعد البہیہ فی شرح القواعد الفقہیہ: ۳۷

(۱۳) پلاسٹک سرجری ۱۷/ ایفا بکڈ پو دہلی

(۱۴) اسہامات الفقہاء والاطباء فی تطبیق القواعد الفقہیہ: ۱۵

(۱۵) قواعد الفقہ: ۸۸، اشرفی بکڈ پو دیوبند

(۱۶) درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام ۱/۴۲، القواعد الفقہ المحمودہ: ۵۸

(۱۷) جمع القواعد الفقہیۃ الطبیۃ ص: ۱۲

(۱۸) قواعد الاحکام لابن عبد السلام ۲/ ۶

(۱۹) تطبیقات القواعد الفقہیہ: ۲۱، فتح القدیر ۱/۲۰۲، دار الفکر

(۲۰) الموسوعۃ الفقہیہ ۲۷/ ۲۶۰، وزارۃ الاوقاف

(۲۱) تطبیقات القواعد الفقہیہ ۲۱، الاشباہ والنظائر: ۱۴۵

(۲۲) الاشباہ: ۱۴۰، مکتبہ یاسر ندیم دیوبند (۲۳) القواعد الفقہیہ المحمودۃ ص: ۵۰

(۲۴) تطبیقات القواعد الفقہیہ: ۳۲، الاشباہ: ۱۴۱، یاسر ندیم دیوبند

(۲۵) فتاوی ہندیہ ۵/ ۳۵۵، دار الفکر، الموافقات ۱/ ۳۶، دار المعرفہ بیروت

(۲۶) الاشباہ والنظائر: ۱۴۱، یاسر ندیم دیوبند، الاختیار لتعلیل المختار: ۱/ ۲۶، مطبعۃ حلبی قاہرۃ

(۲۷) تطبیقات القواعد الفقہیہ: ۳۴، شامی باب صلوۃ المریض: ۲/ ۹۶ دار الفکر

(۲۸) تطبیقات القواعد الفقہیہ: ۳۳، الاشباہ للسیوطی: ۱/ ۸۵ دار الکتب العلمیہ

(۲۹) الاشباہ: ۱۴۵، مکتبہ یاسر ندیم دیوبند

(۳۰) الاشباہ والنظائر، لابن نجیم: ۱۴۵، درر الاحکام: ۱/ ۴۰، دار الجبل بیروت

(۳۱) جدید فقہی مسائل ۱/ ۳۲۹، نعیمیہ دیوبند (۳۳) جدید فقہی مسائل ۵/ ۶۲، نعیمیہ دیوبند

(۳۴) جدید فقہی مسائل ۵/ ۶۴، نعیمیہ دیوبند

قاعدہ لا ضرر و لا ضرار پر متفرع ہونے والے طبی احکام

مولوی محمد ابوبکر صدیق قاسمی

فقہ اسلامی اور عہد بہ عہد اس کی ترقی پر جس شخص کی نظر ہے وہ بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ فقہی قواعد اولاً زبان رسالت ﷺ سے صادر ہوئے، اور آپ ہی کے بیان کردہ اصول کی روشنی میں مجتہدین فقہاء نے مزید مشعلیں روشن کیں، آپ ﷺ کے جو جامع اقوال ہیں ان میں ایسے فقہی ضوابط بھی ہیں جو آپ ﷺ نے نئی پیش آمدہ صورت یا واقعہ کے بارے میں ارشاد فرمائے مثلاً آپ ﷺ نے یہ قاعدہ بیان کیا کہ "لا ضرر و لا ضرار" (۱) اسلام میں نہ نقصان اٹھانا ہے اور نہ نقصان پہنچانا ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ قواعد وضع کرنے کا یہ کام یک بیک ایک ہی زمانہ میں چند فقہاء کے ہاتھوں مکمل ہوگیا ہو؛ بلکہ تدریجی طور پر مختلف فقہی ادوار میں مختلف مذاہب کے ائمہ وفقہاء اور علماء کے ہاتھوں تجزیہ واستدلال کے انداز میں یہ قواعد قلمبند ہوئے، فقہائے احناف میں سے طبقہ اولیٰ کے فقہاء نے سب سے پہلے ان قواعد ومبادی کو الفاظ کے سانچہ میں ڈھالا، اور انہیں کو بنیاد بنا کر دوسرے مذاہب کے فقہاء نے یہ قواعد نقل کئے اور یہ کہنا بجا ہوگا کہ فقہائے احناف کو اس میدان میں بھی سبقت حاصل ہے۔

قاعدۂ فقہیہ کی لغوی تعریف

لغت میں قاعدہ چند معانی پر بولا جاتا ہے ان میں سے ایک ''اساس'' اور ''بنیاد'' کے ہیں، چنانچہ بولا جاتا ہے، قواعد البیت یعنی گھر کی بنیادیں، (۲)

قاعدۂ فقہیہ کی اصطلاحی تعریف

قاعدہ فقہیہ کی اصطلاحی تعریف میں فقہاء کی دو آراء ہیں، پہلی رائے یہ ہے کہ قاعدہ ایک امرِ کلی ہے؛ چنانچہ اس کے مطابق تعریف یوں ہوگی کہ وہ ایسا امرِ کلی ہے جو ایسے بہت سارے جزئیات پر منطبق ہو، جس سے ان جزئیات کے احکام کو سمجھا جا سکے۔
دوسری رائے یہ ہے کہ قاعدہ قضیۂ اغلبی (اکثری) ہے؛ کیوں کہ ہر قاعدہ سے کچھ جزئیات مستثنیٰ ہوتی ہیں، اس رائے کے مطابق تعریف یوں ہوگی کہ وہ حکمِ اکثری ہے نہ کہ حکمِ کلی جو اپنے اکثر جزئیات پر منطبق ہوتا ہو، تاکہ اس کے ذریعہ ان جزئیات کو پہچانا جا سکے (۳)

قال إبراهيم الحريرى : وبعد التحقيق لا نجد فارقا
بين الا تجا هين فالا تجاه الأ ول الذى راى أصحابه
انّ القاعدة هى أمر كلي لم يريد وامن" كلمة كلي"
انطباق القاعدة على جميع الأ فراد بحيث لا يخر ج
فردا وإنما أر اد و به القواعد الكلية التى لم تدخل
قاعدة منها تحت قاعدةأخرى وإن خر ج منها بعض
أفرا دها فالكلية هناتعنى الأ غلبية والأ كثرية (٤)

قاعدہ لا ضرر و لا ضرار کی تعریف

لغت میں ضرر کے معنی نقصان کے آتے ہیں، جو نفع کی ضد ہے۔(۵) ضرر اور ضرار کی مراد میں اختلاف ہے، ایک رائے کے مطابق دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، یعنی ترادف کی

نسبت ہے، دوسری رائے جو مشہور اور محقق ہے وہ یہ کہ دونوں میں فرق ہے، ضرر کہتے ہیں: کسی ایسے شخص کو اذیت و تکلیف پہونچانا جس نے اس کو نقصان نہ پہونچایا ہو، اور ضرار یہ ہے کہ کسی آدمی کے ضرر اور نقصان پہونچانے کے سبب بدلہ کے طور پر تکلیف پہونچانا یعنی ضرر لازم اور ضرار متعدی ہے۔(۶)

قال الشيخ أحمد الزرقاء :أحسنها أن معنى الأول إلحاق مفسدة بالغير مطلقا ومعنى الثاني الحاق مفسدة بالغير على وجه المقابلة له لكن من غير تقييد بقيد الا عتداء بالمثل والانتصار للحق وهذا أليق بلفظ الضرار إذ الفعال مصدر قياسى لفاعل الذى يدل على المشاركة (۷)

اور قاعدہ میں جس ضرر کی نفی کی گئی ہے اس سے مراد وہ ضرر ہے جو ناحق ہو، رہا مسئلہ کسی آدمی کو اس وجہ سے ضرر پہونچانا کہ وہ اس کا مستحق ہو یا اس وجہ سے کہ وہ اللہ کے حدود کو پامال کرنے والا ہو تو پھر اس کے جرم کے بقدر اس کو سزا دی جا سکتی ہے، مثلا: قصاص، حدود اور تعزیرات اسلامیہ یا وہ خود پر یا غیر پر ظلم کرنے والا ہو، اور مظلوم انصاف کے ساتھ اس کا بدلہ چاہتا ہو تو یہ جائز ہے، اس کی نفی نہیں کی گئی ہے(۸)

قاعدہ لا ضرر ولا ضرار کی اہمیت

یہ قاعدہ فقہ کے عظیم ترین قواعد کا حصہ ہے، اور یہ ایک صالح صحت مند اور ضرر و تکلیف سے پاک معاشرے کی تشکیل کے لئے اساس اور بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے، اس قاعدہ کے بارے میں علامہ سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں:

اعلم ان هذه القاعدة يبنى عليها كثير من أبواب

الفقه (۹)

قاعدہ کے دلائل

یہ قاعدہ دراصل حدیث پاک کے الفاظ ہیں، وہ نصوص جو اس قاعدہ پر دلالت کرتے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ ولا تمسکوهن ضرارا لتعتدوا (البقرة: ۲۳۱)

۲۔ لاتضاروالدة بولدها ولا مولود له بولده (البقرة:۲۳۳)

۳۔ولا تضار وهن لتضيقوا عليهن (الطلاق:٦)

قاعدہ لاضرر ولاضرار کے تحت داخل قواعد

☆ الضرر يزال

☆ الضرر يدفع بقدر الإمكان

☆ الضرر لا يزال بمثله

☆ الضرر الأ شديزال بالضرر الأ خف

☆ يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام

☆ درأ المفاسد أولى من جلب المصالح

☆ الضرر لايكون قديما

☆ إذاتعارض مفسدتان روعي أعظمها ضررا

لاضرر ولاضرار کی مثالیں

لاضرر ولاضرار، فقہ کا ایک ایسا بنیادی قاعدہ ہے، جس پر بہت سارے فقہی ابواب کا دارومدار ہے، عبادات ومعاملات اور معاشرات واخلاقیات ہر طرح کے مسائل اس پر متفرع ہوتے ہیں، تفصیل کے لئے فقہ کی بڑی کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا، ذیل میں موضوع کی مناسبت

سے، طبی احکام ومسائل کا تذکرہ کیا جارہا ہے، جن کا کسی نہ کسی درج میں لاضرر ولاضرار سے تعلق ہے۔

☆ وہ حادثات جو جسم کو عیب دار بنا دیتے ہوں جیسے گودائی کے اثرات (خونی کیچڑ) دنبل پھنسی، اور زخم کے سخت نشانات کو، لیزر یا دیگر قابل اطمینان وسائل سے زائل کرنا درست ہے، کیونکہ مریض ان حادثات کی وجہ سے ذہنی اذیت وتکلیف محسوس کرتا ہے، اور اس کے اہل خانہ اور پڑوسیوں کو بھی اس کے چہرے اور جسم پر دنبل، پھنسی اور زخم کے سخت نشانات دیکھ کر طبعی طور پر کراہت ہوتی ہے، لہذا قاعدۂ لاضرر ولاضرار یعنی نہ خود نقصان اٹھاؤ نہ دوسروں کو نقصان پہونچاؤ کے تحت اس کا علاج کرنا جائز ہے۔ (۱۰)

☆ اگر شوہر کو ایڈز یا اس جیسا کوئی مرض ہو تو عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔ کیونکہ اس متعدی مرض کے باوجود عورت شوہر کے ساتھ ازدواجی تعلقات کو باقی رکھے گی تو اس سے عورت بھی اس مہلک مرض میں مبتلاء ہوکر ضرر واذیت کا شکار ہوجائے گی، اور اسلام دین فطرت ہے، وہ کسی کو اذیت وضرر میں مبتلاء کرنا نہیں چاہتا، لہذا قاعدۂ لاضرر کی بناء پر عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا (۱۱)

☆ وہ عضو جو کسی حادثہ یا اور سبب سے کٹ گیا ہو تو علماء کرام کی ایک جماعت کے بقول اس کو لوٹانا جائز ہے، اس لئے کہ عضو کے کٹ جانے سے انسان تکلیف اور ضرر محسوس کرتا ہے اور کٹے ہوئے عضو کو لوٹانے میں اس ضرر کو زائل کرنا ہے، کیونکہ اگر اس کٹے ہوئے عضو کو دوبارہ اس جگہ پر فٹ نہیں کیا گیا تو مریض کو اذیت وپریشانی ہوگی، نیز وہ اپنے متعلقین اور اہل وعیال کے حقوق ادا کرنے سے عاجز ودرماندہ ہوکر رہ جائے گا، جس کی بناء پر ان اہل قرابت کو تکلیف وضرر پہونچے گا، اس لئے قاعدۂ لاضرر ولاضرار کے تحت کٹے ہوئے عضو کو درست کرنا جائز ہے۔ (۱۲)

☆ وہ آدمی جس کے اعضاء میں مرد اور عورت دونوں کی علامات جمع ہوجائیں تو غالب

علامات کو دیکھا جائے گا، اگر اس پر ذکورت غالب ہو تو اس کے لئے مونث کا اشتباہ پیدا کرنے والی علامات کو زائل کرنا درست ہے چاہے سرجری کے ذریعہ ہو یا ہرمونیات کے ذریعہ ہو، کیونکہ اگر اس کے جسم سے مغلوب علامات کو ختم نہیں کرایا جائے گا، تو وہ خود بھی ذہنی اذیت کا شکار ہو جائے گا، اور دوسرے لوگ بھی تشویش کا شکار ہوں گے، لہذا قاعدۂ لاضرر ولاضرار کی بناء پر مذکر ومؤنث میں سے مغلوب علامات کو زائل کرنا درست ہے۔(۱۳)

☆ اگر عورت کو مونچھ اور داڑھی کے بال اگ آئیں تو اس کو لیزر وغیرہ مامون وسائل کے ذریعہ سے دور کرنا درست ہے، کیونکہ یہ چیزیں عورت کے حسن وخوبصورتی میں عیب پیدا کرتی ہیں، جس کی وجہ سے خود عورت ذہنی اذیت وتکلیف میں مبتلاء رہتی ہے، اور اس کے اہل قرابت جیسے شوہر وغیرہ کو بھی طبعی کراہت وتکلیف ہوتی ہے، لہذا مذکورہ قاعدہ کی بناء پر عورت کا مونچھ اور داڑھی کے بال زائل کرنا درست ہے۔(۱۴)

☆ کسی مریض کو پیشاب کا پائپ اور نلی لگی ہوئی ہو اور اس کو نکالنے میں ضرر ہو تو اسی پائپ کے ساتھ مریض نماز پڑھ سکتا ہے، کیونکہ اگر پائپ یا نلی نکالنے کو لازم قرار دیا جائے تو مریض کو تو جسمانی وشرعی تکلیف ہوگی ہی، نیز مریض کی دیکھ بھال اور خدمت کرنے والوں کو بھی پائپ نکالنے اور لگانے میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا، لہذا لاضرر ولاضرار کے تحت نلی کے ساتھ مریض نماز پڑھ سکتا ہے۔(۱۵)

☆ حاملہ عورت کے جنین کو ساقط کر دینا جب کہ جنین کی وجہ سے ماں کے تلف ہونے کا خطرہ ہو درست ہے، کیونکہ اگر جنین کو ساقط نہیں کیا جائے گا، تو حاملہ عورت ہی موت سے دوچار ہو جائے گی، جس کی بناء پر اس کے شوہر اور دیگر اہل قرابت پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا، لہذا قاعدہ لاضرر ولاضرار کے تحت جنین کو جب کہ وہ ماں کے لئے جان لیوا ثابت ہو ساقط کرنا درست ہے۔(۱۶)

☆ مریض کے بچوں یا اس کے رشتہ داروں کو مریض کی عیادت سے روکنا جائز ہے،

جب کہ عیادت سے مریض یا خود رشتہ داروں پر ضرر کا اندیشہ ہو، کیونکہ مریض اور اس کے رشتہ دار دونوں کو ضرر سے بچانا یہ قاعدہ لاضرر ولاضرار کے عین موافق ہے۔(۱۷)

☆ متوقع مرض کے حلول کر جانے سے پہلے ناکارہ فاسد عضو کو کاٹ دینا جائز ہے ؛جب کہ اس کی وجہ سے دوسرے عضو کے تلف ہو جانے کا غالب گمان ہو، کیونکہ اگر اس فاسد عضو کو نہیں کاٹا جائے گا تو وہ پورے جسم کی ہلاکت کا اور بالواسطہ اس مریض کے رشتہ داروں کی اذیت کا بھی سبب بن جائے گا، لہذا الاضرر ولاضرار کے تحت اس فاسد عضو کو کاٹ دینا درست ہے۔(۱۸)

☆ جلے اور جھلسے ہوئے مریضوں کی جلد کو دوسری جلد سے پیوند کاری کرنا درست ہے چاہے خود مریض کی جلد سے ہو یا غیر کی یا مصنوعی جلد کے ذریعہ کیونکہ اس میں مریض سے اور بالواسطہ اس کے اہل وعیال سے ضرر و پریشانی کو دور کرنا ہے جو لاضرر ولاضرار کے عین موافق ہے۔(۱۹)

خلاصہ یہ کہ طب اور میڈیکل مسائل میں اس قاعدہ پر متفرع ہونے والے بے شمار احکام وتطبیقات ہیں اس لئے کہ یہ قاعدہ ہر اس نقصان کو شامل ہے جو آدمی اپنے آپ پر یا غیر پر واقع کرتا ہو چاہے وہ مادی ہو یا معنوی ہو تلف کے طور پر ہو یا تعدی کے طور پر یہ سب شریعت اسلامیہ میں ناجائز ہیں۔

حوالہ جات

(۱)ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۳۴۰
(۱)المعجم الوسیط مادہ: القعدۃ
(۲)غمز عیون البصائر: ۵۱، الوجیز فی قواعد الفقہ: ۱۴۔۱۸
(۳)المدخل الی القوعد الفقہیہ الکلیہ: ۹
(۴)القاموس المحیط مادہ: ض رر

(۵) التمہید ۲۰/ ۱۵۸، ۱۵۹

(۶) شرح القواعد الفقہیہ :۱۱۳

(۷) جامع العلوم والحکم:۳۸۳

(۸) الأشباہ والنظائر للسیوطي :۸۴

(۹) احکام تجمیل النساء فی الشریعۃ الاسلامیۃ :۳۷۲

(۱۰) دراسات فقہیۃ فی قضایا طبیۃ ۱/۵۱

(۱۱) مبسوط سرخسی ۲۶/ ۹۸

(۱۲) قاعدہ لاضرر ولاضرار لاسامۃ الشیخ ۴۶/ تا ۵۱

(۱۳) الجراحۃ التجمیلیۃ للفوازن:۴۱۳

(۱۴) القواعد الشرعیہ فی المسائل الطبیۃ السعد ان:۱۸

(۱۵) حوالہ سابق:۱۷

(۱۶) ایضا:۱۸

(۱۷) مرجع سابق:۱۹

(۱۸) احکام الجراحۃ الطبیۃ للشفیطی :۳۳۵

جامعہ کا شعبۂ تخصص فی الفقہ والافتاء والقضاء

جامعہ کا یہ شعبہ ایک فعال اور مقبول شعبہ ہے، جس میں ملک بھر کی مشہور دینی درسگاہوں سے فارغ ہونے والے طلبہ داخلہ لیتے ہیں اور اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں، یہ شعبہ فارغین کی ذہنی تربیت، تحقیق مسائل میں منطقی طرز استدلال، اور فکر ونظر سے ہم آہنگ معلومات کے اختیار کرنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، فارغین پر اپنے خیالات ور جحانات مسلط کرنے کے بجائے کتابوں کی دنیا میں اسے سیر کرنے کا پورا موقع دیا جاتا ہے اور مستند مآخذ سے اپنے موقف کو مدلل کرنے پر خاص توجہ دلائی جاتی ہے۔

اس غرض کے لئے ایک لائبریری بھی اس شعبہ کیلئے مختص ہے، جس میں تفسیر، حدیث، رجال، سیرت، تاریخ، تراجم، لغت ومعاجم، فقہ وفتاوی، اصول فقہ، اصول حدیث، اصول تفسیر، تصوف اور دیگر موضوعات پر مشتمل مستند اور مآخذ کی حیثیت رکھنے والی کتب موجود ہیں، اس کا انتظام وانصرام طلبہ ہی کے ہاتھوں میں رہتا ہے، جس کی وجہ سے استفادہ میں بڑی آسانی ہوتی ہے، کتابوں کی فراوانی سے ماشاءاللہ طلبہ میں اچھا خاصہ مطالعہ اور تحقیق وجستجو کا جذبہ پروان چڑھتا ہے، تمرینات اور علمی وتحقیقی مقالہ جات کی تیاری میں وہ بھرپور استفادہ کرتے ہیں۔

تین کمپیوٹر بھی اس شعبہ کے طلبہ کے لئے مخصوص ہیں، جس کی وجہ سے المکتبة الشاملة اور دیگر مفید سی ڈیوں سے استفادہ آسان ہوگیا ہے، اور جو کتابیں علماء کی گرفت سے باہر تھیں ان سے بھی استفادہ کی شکل پیدا ہوگئی ہے۔

جامعہ کے اس شعبے کی یہ دو خصوصیات ایسی ہیں جس میں ہندوستان کا کوئی ادارہ اس کا شریک وسہیم نہیں ہے کہ وہ اس فراوانی کے ساتھ طلبہ کو کتب تک رسائی کا اور ڈیجیٹل لائبریری سے استفادہ کا موقع دیتا ہو۔

نیز اس شعبہ کا نصاب بھی نہایت معتدل ہے، اور موجودہ ضرورت سے ہم آہنگ ہے، اس شعبہ کا نصاب اوراس کا طریقۂ تعلیم اس طرح ہے:

رسم المفتی وسراجی

یہ دونوں کتابیں ایک گھنٹہ میں ہوتی ہیں، پہلے رسم المفتی پھر سراجی ہوتی ہے، رسم المفتی میں یہ طرز ہوتا ہے کہ اس میں مذکور شخصیات وکتب کا تعارف مستند مآخذ سے ہر طالب علم کو پیش کرنا ہوتا ہے، تحقیق طلب مسائل اوراصول کی تخریج کا بھی ان کو مکلّف بنایا جاتا ہے، اس طرح کتاب کے مکمل ہوتے ہوتے تقریباً ڈھائی تین سو صفحات کا ایک ضخیم مذکرہ تیار ہوجاتا ہے، پھر جب سراجی شروع ہوتی ہے تو ضبط واتقان کے ساتھ اس کی تعلیم ہوتی ہے، تمرینات پر کافی توجہ دی جاتی ہے، اور مناسخہ کے آگے کے مسائل پر خاص طور سے محنت کرائی جاتی ہے۔

الاشباہ فن اول

یہ فن پڑھاتے وقت کتاب میں ذکر کردہ اصول کی روشنی میں جو جزئیات ذکر کئے گئے ہیں اسی پر اکتفاء نہیں کیا جاتا، بلکہ اصول کی مزید وضاحت اور طلبہ میں استخراجی صلاحیت پیدا کرنے کے لئے اور جزئیات کی تلاش وجستجو کا ان کو مکلّف بنایا جاتا ہے، تاکہ اصول سے مسائل متفرع کرنے کا ان میں سلیقہ پیدا ہو، اخیر سال تک اس کا ایک اچھا خاصہ مجموعہ تیار ہوجاتا ہے، جس سے مستقبل میں ان کو کافی رہنمائی ملتی ہے۔

درمختار ابواب منتخبہ

درمختار جو چار جلدوں پر مشتمل ہے، ان کا بالاستعاب سال بھر میں تکمیل تو مشکل

ہے، اس لئے دونوں جلدوں کے ابواب کا انتخاب کر کے سال بھر ان کو پڑھایا جاتا ہے، انتخاب میں اس بات کی رعایت کی گئی ہے کہ اس کے ابواب روز مرہ کے مسائل سے ہم آہنگ ہوں، ان میں معاملات کے ابواب کو خاص طور پر اہمیت دی گئی ہے، قضاء کے ابواب بھی خاص توجہ سے پڑھائے جاتے ہیں، اوراس کا عملی مشق بھی کرایا جاتا ہے۔

تمرین فتاوی ومقالہ جات

یہ گھنٹہ بہت اہم شمار ہوتا ہے، تمام بچوں کے سوالات الگ الگ دیے جاتے ہیں تاکہ ہر ایک کی شخصی محنت سامنے آئے، مستند کتب سے حوالہ جات تلاش کرنے کا مکلّف بنایا جاتا ہے، سوالات میں معاملات کے مسائل پر خاص توجہ دی جاتی ہے، حوالجات میں کم ازکم تین عربی کتب اور دو اردو فتاوے کے حوالے کا پابند بنایا جاتا ہے، اس کے ساتھ بعض اہم عنوانات پر مفصل مقالے بھی لکھوائے جاتے ہیں، تاکہ علمی وتحقیقی مضامین لکھنے کا سلیقہ پیدا ہو، اس طرح سال بھر میں ہر طالب علم کی کم ازکم ۳۰۰ تمرینات اور ۱۰ مقالہ جات ہوجاتے ہیں۔

انگریزی

یہ گھنٹہ انگریزی کی ابتدائی معلومات کے لئے رکھا گیا ہے، تاکہ طلبہ ابتدائی معلومات سے پیچھے نہ رہیں۔

یہ ساری چہل پہل اللہ تعالی کے فضل وتوفیق، ناظم جامعہ مفتاح العلماء مولانا محمد رحیم الدین انصاری دامت برکاتہم کی سرپرستی اور مولانا مفتی محمد جمال الدین مدظلہ العالی کی نگرانی سے قائم ہے، خدا کرے علم وتحقیق کا یہ قافلہ اسی طرح؛ بلکہ مزید ترقی کے ساتھ رواں دواں رہے۔آمین ۔